بسم اللہ الرحمن الرحیم
ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد و آلہ و عترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
و اتوب الیہ
سلسلہ اشاعت
۵۶
دعوت و تبلیغ
الاسلام
ملامت فقر کی شان ہے
از ابو انیس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام التجاف الصحاف المقبول المصطفین ۞ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

مُلامت

آدمیت کی بے کمال بے قدری

انسانیت کی توہین

بشریت کی ہتک ــــ اور

روحانیت پہ بے بنیاد الزام ہے

ہر کوئی

کرامت کا طالب ہے ــــ ملامت کا کوئی طالب نہیں،

مُلامت

نفس کی لگام ــــ اور

فقر کا مضبوط قلعہ ہے

جسے ــــ کوئی توڑ نہیں سکتا

○

ہر بندہ ہر وقت

ان تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں رہتا ہے

عام بندے مخلوق کی طرف متوجہ رہتے ہیں ــــ

جس خوش نصیب بندے پہ اللہ راضی ہو کر اُسے اپنے

قریب کرنا چاہتے ہیں، اُسے اپنے نفس کی طرف متوجہ کر دیتے

ہیں ــــ یہ خاص آدمیوں کا مقام ہے ،

جس بندے کو اللہ اپنا دوست بنا لیتے ہیں، اسے اپنی ذات کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں، اور یہ

خاص الخاص بندوں کا مقام ہے

بندہ

جب اللہ کے لطف و کرم سے اپنی طرف متوجہ ہو جاتا ہے مخلوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا، اسے کسی مخلوق سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی ،

پھر جب

اللہ کی رحمت جوش میں آکر اُسے اپنی ذات کی طرف متوجہ کر لیتی ہے، پھر اُسے اپنے نفس کی ہستی سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی ! اللہ ہی کی طرف محو و منہمک ہو جاتا ہے

اور

یہ عبدیت کا آخری مقام ہے

ہم سب

مخلوق کی طرف متوجہ ہیں، نہ اپنی طرف متوجہ ہیں ــــ نہ اللہ کی طرف ــــ یہی وجہ ہے ــــ کہ ہم ہر وقت ہر حال میں زندگی کی کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں ــــ کسی ایک مقام پہ نہیں ٹھہرتے ۔

اللہ جب

بندہ کو اپنی مخلوق کی حقیقت سے باخبر کر دیتے ہیں، اسی وقت مخلوق سے مستغنی و بے نیاز ہو کر وہ اپنے تمام تعلقات منقطع کر لیتا ہے، کسی پہ کوئی بھروسہ نہیں رکھتا، اور نہ ہی کسی سے کوئی امید رکھا کرتا ہے، اللہ کی مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ سے ان کی بھلائی اور عافیت کی دعائیں کرتا رہتا ہے، کسی کا بھی بدخواہ نہیں ہوتا ——

اِس ایک نقطے پہ کڑی غور فرمائیں

اللہ

جس بندے کی توجہ مخلوق سے اٹھا کر اُسے اپنے نفس کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں، وہی بندہ جب اپنے نفس کی حقیقت سے آشنا ہو جاتا ہے، اپنی ذات سے بے خبر و بے گانہ ہو کر اللہ کی ذات میں محو ہو جاتا ہے،

گویا

بندے کا اپنے نفس کی طرف متوجہ ہونا، اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا ابتدائی مقام ہے، پھر اس وقت اُسے نہ مخلوق سے کوئی دلچسپی رہتی ہے، نہ اپنی ذات سے، اور وہ ہر وقت ہر حال میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے

اللہ کی ذات قدس میں محو و منہمک رہنے والے
اللہ کے خاص بندے ہوا کرتے ہیں!
ان ہی بندوں کو اللہ اپنی دو نعمتیں

استقامت اور توکّل

عنایت فرمایا کرتے ہیں، اور وہ کسی بھی حال میں اپنے مقام سے کبھی نہیں ہٹتے، اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی اور پہ کوئی بھروسہ رکھا کرتے ہیں۔ اللہ کے بندے ہی صاحبِ ملامت ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی کچھ بھی کہے — پرواہ نہیں کرتے۔ وہ اپنی ذات کی ہستی سے بیگانہ ہوتے ہیں، اپنی قدر و منزلت کی کبھی پرواہ نہیں کرتے، اور نہ ہی اپنی ہتک اور توہین کو بُرا مانا کرتے ہیں، انہیں کوئی کچھ بھی کہے — اسے وہ اللہ ہی کی طرف سے سمجھ کر خاموش ہو جایا کرتے ہیں — کسی کو کوئی جواب نہیں دیا کرتے، اور نہ ہی کسی بری بات کو دل کے قریب آنے دیا کرتے ہیں۔ سُن کر صبر کرتے ہیں، اور ایسے رہتے ہیں۔ جیسے کہ کسی نے کچھ کہا ہی نہیں ہوتا۔ نہ شکوہ کرتے ہیں اور نہ شکایت، حقیقتاً وہی لوگ ہیں — جنہوں نے اپنا ہر معاملہ اللہ ہی کے حوالے کیا ہوتا ہے، اور صرف وہی لوگ اپنے کسی معاملے میں کسی سے کوئی

واسطہ نہیں رکھتے، ہر معاملہ میں اللہ ہی کی کارسازی پہ مطمئن
اور متوکل رہتے ھیں! — اور

حقیقتاً

یہی بندے عبد منیب وحنیف ھیں

سبحان اللہ!

کیسے کیسے بندے پیدا کئے، ایک بندوں کے لئے دن
رات بھلائی کی دعائیں کرتے ھیں، اور — جن کی
بھلائی کے لئے وہ راتوں کو کھڑے رہتے اور سجدے کرتے نہیں
تھکتے، وہ دن کو ان کو ملامت کرتے ہیں

ماشاء اللہ!

کیا یہ ناز کا مقام نہیں ؟

یہ مقام ولی الورٰی ہے

○

حضرت ذوالنّون مصری قدّس سرّہُ العزیز

مصر کے ایک مایۂ ناز درویش الورٰی تھے

لیکن —

جب تک آپ مصر میں زندہ رہے، لوگ آپ کو زندیق کہکر پکارتے

رہے ـــ بندہ آپؒ کے حضور میں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے،

ساری عمر

آپ نے زندیق کے خطاب کو گرنے نہیں دیا

لوگ آپ کی کرامات پہ متحیّر بھی ہوتے تھے ـ اور بے شمار فیضان حاصل بھی کرتے، لیکن ساتھ ساتھ زندیق ضرور کہتے،

آپ کو ذوالنّون اس لئے کہتے ہیں

کہ آپ ایک دفعہ ایک کشتی میں سوار دریا کو عبور کر رہے تھے کہ کسی سوداگر کا موتی گم ہوگیا ـ تلاشِ بسیار کے باوجود نہ مِلا ـ آخر سب نے آپ ہی کو چور ٹھہرایا ـ آپ نے ایک آہ بھری، اُسی وقت دریا سے بےشمار مچھلیاں اپنے جبڑوں میں ایک ایک موتی لے کر پانی کی سطح پر نمودار ہوئیں ـ آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے ایک موتی لے کر سوداگر کے حوالے کر دیا ـ اُسی وقت تمام مچھلیاں دریا میں غائب ہوگئیں ـ اس وقت سے

آپ کا لقب

ذوالنُّون

جاری ہُوا

آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں!

ایک دفعہ

مصر میں بارش نہ ہوئی، لوگوں نے کہا۔ کہ چلو اس زندیق سے بارش کی دعا کرائیں، چنانچہ مصری ایک وفد کی شکل میں آپ کے حضور میں حاضر ہوئے، آپ ان کے سوال کو سن کر ایک دم وہاں سے بھاگ نکلے، اسی وقت موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ متواتر کئی دن تک بارش ہوتی رہی، لوگ پھر اُن کی تلاش میں نکلے۔ حتےٰ کہ انہوں نے انہیں کسی دور دراز علاقے میں جا پایا۔ اور عرض کی۔ کہ ذوالنونؒ! بارش بند ہونے کے لئے دعا کریں، آپ پھر بھاگے، اور اپنی جگہ پر آگئے، اُسی وقت بارش رک گئی، جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی، تو آپ نے فرمایا۔ کہ

تم مجھے زندیق کہتے ہو۔ میں نے سوچا۔ جب تک زندیق مصر میں ہے اللہ کی رحمت کیسے آسکتی ہے؟ پس میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ اُسی وقت اللہ نے بارش برسا دی۔ جب تم نے کہا۔ بارش بند نہیں ہوتی، میں نے سوچا، کہ یہی زندیق پھر مصر میں چلا جائیگا۔ تو۔ بارش بند ہو جائیگی۔ واپس آگیا۔ اور بارش بند ہو گئی!

آپ کی حیاتِ طیبہ ایسے ہزاروں واقعات سے معمور ہے

جس دن

آپ کا وصال ہونا تھا، اس رات مصر کے ستّر شہریوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زیارت سے مشرف فرمایا — اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کسی کو فرمایا کہ ہم آج مصر میں اپنے دوست ذوالنون کے استقبال کو آئے ہیں — چنانچہ اسی صبح آپ نے وصال فرمایا.

آپ کی مقبولیت

کا یہ عالم تھا، کہ جب تک آپ کو دفن نہیں کیا گیا. مصر کے سارے پرندے غول در غول اپنے پروں سے ان پہ سایہ کئے رہے — جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا، اسی طرح پرندے جنازہ شریف پر سایہ کئے ہوئے قبرستان کی طرف اڑتے رہے.

○

بُسطام کا ایک صُوفی

چودہ سال حضرت بایزیدؒ کی خدمت میں رہا. آخر ایک روز اُنؒ سے عرض کرنے لگا، کہ میرا حال ابھی تک نہیں بدلا. آپؒ نے اس سے فرمایا،

تیرا حال چودہ[۱۴] سال تو گیا ۔ چودہ سو[۱۴۰۰] سال میں بھی نہیں بدل سکتا ۔ تو اخروٹ خرید لے، اور اپنے اس شہر میں جہاں کہ تیری بڑی عزت ہے، دروازے میں جا بیٹھ! اور عام اعلان کر دے، کہ جو تیرے دو جوتے مارے گا، اُسے دو چند اخروٹ ملیں گے! شاید یہ وہ نہ کر سکا، اور اسی حال میں رہا۔ اِن سب کا ——

حاصل مطلب

یہ ہے۔ کہ ۔ نفس کی صرف ایک ہی تمنا ہے، کہ لوگ اسکی تعریف کریں، اس کی پاکبازی کا چرچا ہو، اور عام ہو، اس کے کمالات کا کوئی منکر نہ ہو، حالانکہ طریقت میں کسی بھی کمال کا دعوے کرنا اصل جہالت ہے، اس لئے کسی کو کسی کمال پہ کوئی گذر نہیں، ہر کمال اللہ ہی کی طرف سے بندوں کو عنایت ہوتا ہے۔ بندے کا کمال اللہ کی شکر گذاری ہے، جسے جو ملا ۔ اللہ کی طرف سے ملا ۔

○

فقر کی ساری تاریخ

میں بہت کم جوانمردوں نے ملامت کے میدان کی امامت کی ۔ ملامت فقر کا ایک وہ اکھاڑا ہے، جس میں داخل ہو کر وہ ہر بازی جیت گئے، نفس حب ملامت کے گھوڑوں سے روند دیا جاتا ہے، پارس بنجاتا ہے

حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ

کی فقر کے میدان میں بہت بے قدری ہوئی ـــ

آپ ایک جگہ ملازم ہو گئے، مالک نے آپ کو کوئی چیز لینے بھیجا - نہ ملی، آپ واپس آ گئے - اسی طرح چالیس مرتبہ گئے اور واپس لوٹے، آپ رونے لگے، ندا آئی ـــ "ایک دن جب تو بخارا کے شہر میں آیا تھا، تو چالیس شہزادے تیرا استقبال کرنے آئے تھے، آج ہمنے اسکا بدلہ چکا دیا۔"

ایک دن

آپ کشتی میں سوار تھے، آپ کے کپڑوں میں جوئیں پڑ گئیں، ایک مسخرہ آپ کے گرد ہوا، اور آپ کی طرح طرح کی نقلیں اتارنے لگا۔ حتیٰ کہ اس نے آپ کو یونہی سمجھ کر کھڑے ہو کر آپ پہ پیشاب کر دیا۔ آپ نے اُسے بُرا نہیں جانا، بلکہ اپنی کمال بے قدری پہ مسکرائے، اللہ نے اس دن آپ کو مراد بخشی ـــ!

بندے کا مطلب

یہاں تذکرہ بیان کرنا نہیں، نفس کی ماہیت بیان کرنا ہے۔ انسان کا نفس بڑا مکار اور عیار ہے، اپنی عزت اور شہرت پہ اس قدر فدا ہے - کہ ہر قیمت پہ اُسے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ جب اُسے پتہ چلتا ہے - کہ تقویٰ عین شہرت ہے، تو اسے اختیار کر لیتا ہے، حالانکہ اس کا مدعا کسی نہ کسی رنگ میں اپنی نیک نامی اور شہرت ہے جو طریقت کے عین منافی ہے جہاں اُسے ضرورت پڑتی ہے، اپنی پارسائی کا ایسا مظاہرہ کرتا ہے، کہ اللہ کو اس پہ غیرت آتی ہے، ایسی پارسائی پہ آخرت کے دروازے بند کر دیئے

جاتے ہیں۔ اور جو اس کو دینا ہوتا ہے، دنیا میں ہی دے دیتا ہے۔ اُسے پتہ ہوتا ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں ـــ پھر بھی یہ کوئی نہ کوئی ڈھونگ رچائے ہی رکھتا ہے

رُوح اگوچہ

تن کے اقلیم کی حکمران ہے۔ حقیقتاً اس پر کچھ اختیار نہیں رکھتی، جیسے روح تن کی بادشاہ ہے ـــ نفس کو بھی اللہ نے کافی اختیار بخشا ہُوا ہے، اور اللہ ہی کے لطف و کرم سے اس پہ بندہ قابو پاسکتا ہے۔ ورنہ یہ ہر بندے کو اپنے ہی قابو میں رکھتا ہے اپنے پہ کسی کو قابض نہیں ہونے دیتا ـــ جب اُسے اچھے اچھے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ بڑا خوش ہوتا ہے، پھولے نہیں سماتا۔ پکارنے والے کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے، اُسے اپنے ہمنواؤں میں شمار کرتا ہے اُس کے لئے اپنے نقلی فیض کے در کھول دیتا ہے، حالانکہ دونوں کی روحیں اپنی اپنی جگہ ایک دوسرے کی مکاری سے پوری واقف ہوتی ہیں ـــ اللہ کے دو فرشتے، جو ہمیشہ بندے کے ساتھ رہتے ہیں ـــ ان کی حرکات سے متحیر ہو کر بعض دفعہ ان کیلئے دعا بھی کرتے ہیں۔!

طریقت کے میدان میں

بہترین جوانمرد وہ ہے، جو اپنے نفس کو ذلیل اور قابو میں رکھے، اُسے کبھی " یا حضرت " کی منزل تک پہنچنے نہ دے اور اس کی کسی مکاری کو چلنے نہ دے ـــ جب بھی اُسے۔

درغلانے کی کوئی کوشش کرے۔ ناکام کر دے۔ کوئی ایسا کام کر دے۔ جو شریعت کے توعین مطابق ہو۔ لیکن اس کی عزت کے خلاف ہو۔

○

اِس چھوٹے سے رسالے

میں بندہ آپ کو اپنے نفس کو ذلیل رکھنے کے وہ ضروری نکتے۔ جن کا کہ طریقت میں اخفا ضروری ہے۔
تحریراً نہیں بیان کر سکتا۔ عملاً سمجھا سکتا ہے
طریقت کی درسگاہ میں ایسے بے شمار طریقے ہیں۔ جس سے کہ انسان اپنے نفس کو اس کے اپنے اصلی مقام سے کبھی ابھرنے نہیں دیتے۔!

نفس کی مخالفت کے ان ھی طریقوں کو اصل میں طریقت کہتے ھیں

بعض دفعہ

یہ ایسی ایسی باتوں کا دعویدار بنجاتا ہے، جن کی کہ اُسے اصلاً خبر نہیں ہوتی اُسے اپنی نفی کے سوا ہر شئے مرغوب ہے :

لذت مرغوب ہے — راحت مرغوب ہے
زینت مرغوب ہے — اور شہرت مرغوب ہے

اِن ہی چاروں چیزوں پہ اس کی زندگی کا انحصار ہے،
جب تک ان چاروں چیزوں میں سے کوئی چیز باقی رہتی ہے۔ یہ اُس ایک
ہی چیز کی بدولت پورا زندہ رہتا ہے

اِن چاروں چیزوں

میں سب سے زیادہ خطرناک چیز اس کی شُہرت ہے

لذت، راحت، زینت

اگرچہ اس کی مرغوب ترین چیزیں ہیں۔ لیکن ۔
اگر اُن کے ترک کرنے میں اس کی شُہرت کا مقام ہو، تو۔
انہیں فوراً چھوڑ دیتا ہے، لیکن یہ اپنی چوتھی بنیادی اور آخری چیز

شُہرت

کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا ۔۔۔ یہ ہر شئے ۔۔۔ جو بھی کرتا ہے۔
شُہرت ہی کے لئے کرتا ہے، اپنی نیکنامی پہ بڑا خوش
ہوتا ہے، بڑی سے بڑی نیک نامی حاصل کرنے کے لئے۔
ہر شئے کر سکتا ہے۔ !

بھوک پیاس کی مصیبت برداشت کر سکتا ہے ۔

اَب آپ اس ضمن میں خود ہی سوچ لیں ۔ کہ یہ کیا کیا

کرتا ہے ۔ جو بھی کچھ کرتا ہے ۔ شہرت کے

لئے کرتا ہے ۔

اور

ملامت نفس کی موت ۔ !

اور

رُوح کی حیات کا مژدۂ جانفزا ہے!

اُسے

اپنی نفی پسند نہیں ۔ کبھی اپنی نفی نہیں کرتا ۔ حالانکہ

اُس کی نفی ہی میں ہر شئے کا دارومدار ہے

اکابرینِ طریقت

نے اس کی پوری نفی کی ۔ اسے کسی بھی رنگ میں نکھرنے

نہ دیا ۔ لیکن ۔ آج یہ ہم پہ پوری طرح غالب

اور ہم اس کے مغلوب ہیں ۔

بعض دفعہ

ایسی ایسی حرکات کا مرتکب ہوتا ہے، کہ خود اُسے اپنی بیاری پہ شرم آتی ہے،

—— کبھی آنکھیں بند کرتا ہے

—— کبھی دَم کھینچتا ہے

—— کبھی لَٹیں رکھتا ہے

—— کبھی اونچی اونچی ضربیں لگاتا ہے

—— کبھی خاموشی اختیار کر لیتا ہے،

بندہ

سب باتیں بیان نہیں کر سکتا

صرف اس ایک بات پہ اس کی فطرت کی پوری وضاحت کرتا ہے —— کہ ——

ھَر بات جو بھی یہ کرتا ھے، سراسر

مکر، اور اس کی ھستی کی شُھرت کا

موجب ھوتی ھے۔!

ملامت

نفس کے لئے زھر کا وہ پیالہ ہے ۔ جسے وہ
پی کر کبھی جانبر نہیں ہو سکتا ۔ پھر وہ
قدر و منزلت کی کسی بھی صف میں شمار نہیں ہوتا
ہر جا حقارت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے ۔
مخلوق جب کسی کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتی
ہے ۔ خالق کے ہاں وہ مقبول ہو جاتا ہے

جیسے

جس قدر زوال آتا ہے ۔ اتنا ہی صاحبِ کمال ہوتا ہے

دَر حقیقت

زوال ھی کمال کا مژدۂ جاں فزا ھے ۔ !
بے قدری میں قدر اور زوال کی آغوش میں کمال ہوتا ہے
اللہ کے فقیروں کے سِوا
ملامت کے اس کڑوے پیالے کو کمال تسلیم و رضا کے ساتھ
کوئی اور نہیں پی سکتا
وُہ اس لئے پی سکتے ہیں ۔ کہ وہ اللہ میں ایسے محو
ہوتے ہیں ۔ جیسے چاند میں چکور
اور اس محویت میں

شیریں شربت اور کڑواہٹ میں کوئی فرق نہیں محسوس کرتے

دونوں کو اللہ ہی کے عطیات سمجھ کر غٹ غٹ کر کے پی جاتے ہیں!

پی کر شکر کرتے ہیں ۔ اور

یہی شکر ان کی مقبولیت کا باعث بنجاتا ہے

صاحبِ ملامت وہ ہوتے ہیں،

جو کسی ملامت کی کبھی تردید نہیں کرتے، نہ ہی کسی کو اپنی

صفائی پیش کرتے ہیں، جو بھی کوئی کہتا ہے، سنکر چُپ ہو

جاتے ہیں، کوئی جواب نہیں دیتے ۔ اور

یہ صبر کا بہترین مقام ہے

○

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ سُبْحٰنَ
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اٰمِيْن

امروز سعید : پنجشنبہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۸۹ ہجری المقدس
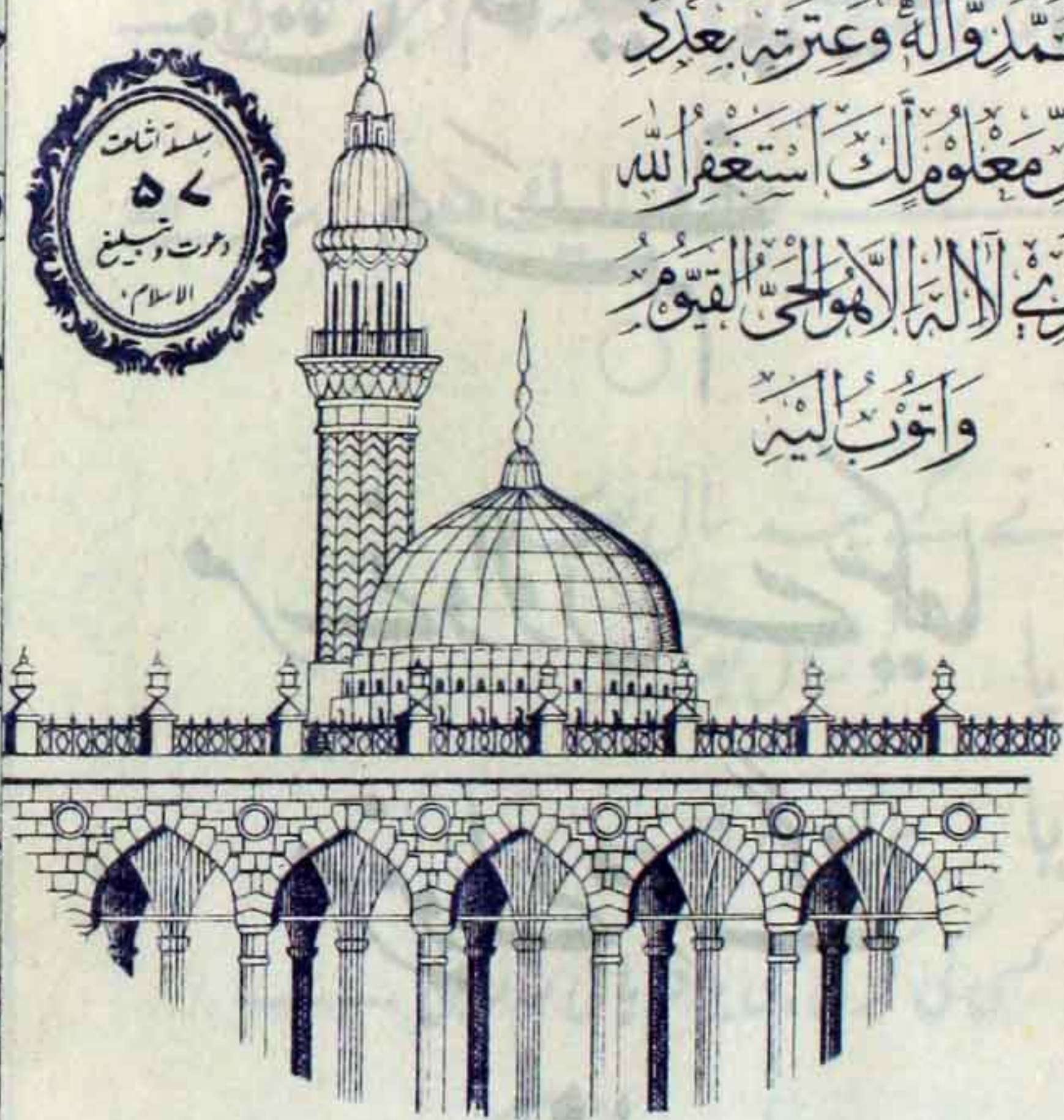
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد وآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلہ اشاعت
۵۷
دعوت و تبلیغ
الاسلام
مراقبہ ما بعد الموت
از انیس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ۰ دار الاحسان فیصل آباد
پاکستان

تبلیغ کا یہ پیغام

ہم نے

مرنے والوں سے سیکھا

مرنیوالے مر گئے

اور

یہ نصیحت کر گئے۔ کہ

مرنے کے بعد ——

دُنیا کی ہر شئے اپنی اپنی جگہ قائم و برقرار رہی ——

—— صرف ایک ہم نہ رہے

○

مرنے کے چند سال بعد

یا سَو سال بعد

یا ہزار سال بعد

کسی کی کوئی بھی یاد باقی نہ رہی ——

یہاں تک کہ

لکھی ہوئی کتابیں تک نابود ہوگئیں!

○

ہم درجہ بدرجہ حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے ہیں

لیکن

کسی کو بھی اپنے دادے کے دادے کا پتہ نہیں، کہ وہ کون تھا، پھر ہم ایسی ناپائیدار دنیا پہ اسطرح کیوں مائل ہیں؟

- خالی ہاتھ آئے تھے
- خالی ہاتھ لوٹ چلے
- نہ کچھ لے کر آئے تھے، نہ کچھ ساتھ لے چلے
- بنی بنائی پہ آئے تھے
- بنی بنائی چھوڑ چلے

صرف ایک ہی ارمان ساتھ لے چلے — کہ —

دنیا میں رہ کر اللہ کی عبادت کیوں نہ کی —؟ اور کہ مر کر بھی تو چھوڑ ہی آئے — کیا ہی اچھا ہوتا مٹی کے ان بے قدر گھروں کو جیتے جی چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکلتے۔ اور پھر کیا ہی اچھا ہوتا جو اللہ کیلئے اللہ کی راہ میں مرتے۔ اور آج کوئی حسرت نہ ہوتی —— اللہ کی راہ میں اللہ کے لئے نکلنے سے بہتر اور کوئی بھی کام نہیں،

اللہ

بندے پہ کب خوش ہوتا ہے۔؟

بندہ جب اللہ کے حکم کو تسلیم کر کے اللہ سے ڈرتا اور نفس کی مخالفت کرتا ہے، اللہ خوش ہو جاتا ہے!

جو بندہ

اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں چلتا اور خندہ پیشانی سے اللہ کے راہ کی مصیبتوں کو برداشت کرتا ہے، اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ — اللہ اپنے ہر اُس بندے کا فخر سے فرشتوں میں ذکر فرماتا ہے، کہ دیکھو! تم کہتے تھے — "کہ تو آدم کو کیوں پیدا کرتا ہے؟ — یہ تو دنیا میں جا کر تیری نافرمانی کرے گا"۔ دیکھئے، میرے بندے کس ذوق و شوق سے میرے لئے میری راہ میں چل رہے ہیں؟ میرے سوا ان کی اور کوئی غرض و غایت نہیں، — اللہ کی راہ میں چلنے والے

مُبلّغ و مجُاھد

کی ہر نقل و حرکت اللہ کے ہاں مقبول ہوتی ہے

اور

اللہ کو ان کی زندگی ساری دنیا کے عملوں سے پسند ہوتی ہے اگر دنیا والے دنیا ہی کے کاموں میں مشغول رہیں، اور کوئی

بھی اللہ کی راہ میں نہ نکلے ، اللہ اس دنیا کو ختم کر دے

بے شک

کائنات کا قیام اللہ کے ذکر کی بدولت — اور
ذکر کا قیام دین کی تبلیغ کی بدولت ہے !
اللہ کو یہ پسند ہے

کہ اللہ کے بندے اللہ کا حکم لے کر اللہ کے ملک میں
بندوں کی طرف نکلیں — اس میں کوئی بھی شک نہیں ،
بے شک یہ اللہ کو پسند ہے ، کہ

اللہ کے بندے ایک ہاتھ میں اللہ کی کتاب اور
دوسرے میں اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
سُنّت لے کر اللہ ہی کے توکل پہ چلیں - کسی سے
بھی ، اور کسی بھی معاملہ میں کبھی نہ ڈریں — اور نہ ہی
کسی سے کوئی سوال کریں — اس لئے کہ — اللہ کے
سوا اللہ کے ملک میں اللہ کی کسی مخلوق کو کسی بھی مخلوق
پر کسی بھی قسم کا کوئی تصرف حاصل نہیں — اللہ ہی
مخلوق کا خالق و مالک و معبود ہے ، — اللہ ہی
اپنی ہر مخلوق پہ قادر المقتدر ہے — اسی طرح اللہ کی
راہ میں چلنے والے کسی اور کے کبھی محتاج نہیں ہو سکتے
بھلا اللہ کی غیرت یہ گوارا کر سکتی ہے کہ

اللہ کا بندہ کسی اور کا محتاج ہو ؟ — ہرگز نہیں کر سکتی
اللہ کے پاس ہر شئے کے خزانے بھرے پڑے ہیں، اور
وہ ہمارے ہی لئے تو ہیں — اللہ کے ہاں کسی بھی چیز کی
کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ساری مخلوق بیک
وقت اپنی جو مراد چاہے مانگے، اور اللہ ہر کسی کی ہر مراد
پوری کر دے، تو سب کو دے کر اتنی بھی کمی نہیں آتی
جس طرح کہ سمندر میں سے ایک سوئی ڈبو کر نکال لی جائے

واضح ہو کہ

اللہ اپنے بندوں کو اندازے کے مطابق روزی دیتا ہے
تاکہ رزق کی بہتات بندے کو ناشکرا نہ بنا دے —
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ :
" اگر اللہ کے نزدیک ساری دنیا کی قیمت ایک مچھر
کے پَر کے برابر بھی ہوتی، تو کافروں کو ایک گھونٹ
پانی تک نہ پلاتا۔"

اللہ کو یہ پسند ہے، کہ

اللہ کے بندے، اللہ کے توکل پہ، اللہ کی راہ میں چلیں،
اپنی کسی بے سروسامانی کی کوئی فکر نہ کریں۔ اللہ جب
کسی چیز کے کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں، تو صرف ارشاد
فرماتے ہیں "کُن" تو بس اُسی وقت وہ چیز ہو جاتی ہے

ھم اشرف المخلوقات ھیں

لیکن ہمیں اللہ کی ذات پہ اتنا بھی بھروسہ نہیں، جتنا کہ ایک چڑیا کو ہے — ہم سے تو یہ چڑیاں بہتر نکلیں — سبحان اللہ!

ھماری نظر اسباب پہ ھے

اسباب والے پہ نھیں!

اللہ کی راہ پہ چلنے والوں کو تکلیفیں آیا کرتی ہیں، اللہ کے ہاں وہ حسنِ کارکردگی شمار کی جاتی ہیں۔ اور وہی ان کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ اللہ اپنی راہ میں چلنے والوں کی راہ میں اپنے فرشتوں کو مقرر فرما دیتے ہیں، شجر و حجر ان کے لئے مسخر کر دیئے جاتے ہیں۔ اور کوئی بھی شے ایسی نہیں ہوتی، جو ان کے لئے دُعا نہ کرتی ہو، قبروں والے دنیا کی منزل کو ختم کر چکے، ان کو اللہ کی راہ میں چلنے کا پتہ ہے۔ یہی وجہ ہے — کہ وہ صرف اس ایک ہی بات پہ پچھتاتے ہیں — کہ

کیا ہی اچھا ہوتا — کہ دنیا میں کوئی کام نہ کرتے، ساری عمر اللہ کی راہ میں مسافروں کی طرح گذار دیتے، اور کسی مال و دولت کی طرف آنکھ تک اٹھا کر نہ دیکھتے — ایسے مکانوں کی ایسی تیسی — ہم سے تو جنگل کے پنچھی اچھے نکلے۔ جو ککھاں کانیاں دے کوٹ اُسار کر گذران کر گئے

گلیوں میں ہے، محلوں میں نہیں — محلوں والے بھلا خانہ بدوشوں کی برابری کر سکتے ہیں؟ خانہ بدوشوں کے کُتّے شیروں کا مقابلہ کیا کرتے ہیں — کھٹیا بھی کیا کھٹی — ایک مکان — چڑا — ایک چھوٹی سی مخلوق ہے اپنی کسی بھی چیز کے لئے کسی کا محتاج نہیں — اپنی ننھی سی چونچ میں ایک ایک تنکا دبا لاتا ہے، اور پھر کس قرینے سے گھونسلا تیار کرتا ہے۔ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے — بڑے بڑے کاریگر اس ترکیب سے اور اتنی جلد گھونسلا نہیں تیار کر سکتے — اسی طرح اپنے کھانے کے لئے وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا۔ اللہ کا برکت والا نام لے کر درخت سے اڑ جاتا ہے۔ جو رزق اُسے اللہ دیتا ہے، کھا کر واپس آ جاتا ہے۔ اپنی فراغت کا سارا وقت اپنے خالق کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتا ہے۔

یہ اِنسان ھے؟

جو ہر روز ہر معاملہ میں کسی نہ کسی کا محتاج بنا رہتا ہے۔ اس نے اپنی زندگی کا معیار اتنا بلند کیا ہوا ہے۔ کہ یہ اپنے آپ اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ اُسے اپنے ساتھ کئی اوروں کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ بیچارے کی ساری عُمر اسی چکر میں کٹ جاتی ہے — مکان بنانے لگ جاتا ہے،

تو اتنا وسیع اور عمدہ بناتا ہے، کہ لاکھوں روپیہ صرف کر دیتا ہے ــ حالانکہ اس کے رہنے کے لئے دو تین چھوٹے چھوٹے کمرے کافی ہیں ــ یہ ان کمروں پہ اکتفا نہیں کرتا۔ نہ معلوم کس کے لئے اتنے بڑے بڑے مکان بنائے جارہا ہے!

کوئی مصنوعی منظر

کسی قدرتی منظر سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتا ــ جو دلکشی قدرتی مناظر میں ہے، مصنوعی میں نہیں، جنگل کے باسی ہی قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ ایک درخت پہ چڑیوں کی ایک ڈار اٹھکیلیاں کرتی ہوئی آئی۔ چند منٹ چہچہا کر اڑ گئی ــ تھوڑی دیر بعد ایک اور قسم کی چڑیاں آئیں، اسی طرح چہچہا کر وہ بھی اڑ گئیں اور یہ سلسلہ شب و روز جاری رہتا ہے، کبھی دھوپ، کبھی بارش، کبھی آندھی، کبھی تند و تیز ہوا۔ غرضیکہ نت نیا سماں اور نت نیا کیف ہوتا ہے

انسان اشرف المخلوقات ہے

لیکن

کورانہ تقلید کا پابند ہے!

کسی بات کو غور سے نہیں سوچتا ۔ دوسرے کی نقل پہ اکتفا کرتا ہے جب لباس پہنتا ہے، شیشے کے سامنے کھڑا ہو کر کتنی دیر لگا دیتا ہے۔ سادگی اختیار نہیں کرتا۔

اسی طرح

جب کھانا کھانے لگتا ہے۔ ضرورت سے کہیں زیادہ چیزیں دسترخوان پہ چن لیتا ہے، اور اس پہ فخر کرتا ہے، کہ اس کے دسترخوان پہ آج اتنی چیزیں حاضر ہوئیں ۔ توبہ توبہ! ۔ اس کے کھانے کے لئے دو روٹی اور کوئی سا سالن اس کی لذت اور قوت دونوں کے لئے کافی ہے، لیکن یہ ایسے نہیں کرتا۔ ایسی ایسی روغنی غذائیں کھاتا ہے، جسے ہضم نہیں کرسکتا۔ اور بیمار ہو جاتا ہے ۔ بعض دفعہ اپنی کمائی کا سارا نہیں، تو ایک معقول حصہ دوائیوں ہی پہ صرف کر دیتا ہے۔ لیکن تندرست پھر بھی نہیں ہوتا۔ اگر اللہ حضرتِ انسان کو ہدایت بخشے، اس کی زندگی کے لئے چند چیزیں کافی ہیں ۔ رہنے کے لئے ایک گھر ۔ کھانے کے لئے معمولی کھانا ۔ پہننے کے لئے معمولی کپڑا۔

باقی سارا وقت

اُس کے کام کے لئے فارغ ہے، دینی ہو یا دنیادی اگر انسان کھانے پینے اور رہنے کے ہر معاملہ میں سادگی اختیار کرے، تو ننانوے فیصد تکالیف کا اسی وقت خاتمہ ہو جائے،

اور اس کی دنیاوی زندگی کے کسی بھی کام میں کوئی خلل پیدا نہ ہو،

اِن سب باتوں کو حاصل کرنے کیلئے

کسی دن اپنے کسی عزیز کی قبر پہ جاکر سوچا کریں، کہ اس نے دنیا میں کیسی زندگی اختیار کی، اب وہ دنیا — جسے کہ وہ چھوڑ کر اس قبر میں آیا ہُوا ہے، اس کے کس کام آرہی ہے، آپ عبرت حاصل کرنے کے لئے ضرور قبرستان میں جایا کریں اور سوچا کریں کہ یہ سب آپ کی طرح ایک دن اس دنیا میں زندہ تھے، اور کسی دن یہ بھی دنیا والے تھے۔ اور آج اس دنیا کی کوئی بھی چیز انکے پاس نہیں — مگر — صرف ایک ارمان — جو اب کبھی پورا نہیں ہوسکتا — کہ — اللہ انہیں پھر دنیا میں بھیجے۔ تاکہ وہ دنیا میں جاکر اللہ ہی کی عبادت میں اپنا سارا وقت گذاریں۔ جن کے لئے کماتے رہے، ایک بار دفن کرکے پھر کبھی نہ آئے۔ پھر کسی نے بھی کوئی سار نہ لی، قبر میں جاکر یہ پتہ چلا — کہ کیا ہی اچھا ہوتا، کہ اپنا کمایا ہُوا سارا مال اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے آتے اور آج یہاں اس کے کام آتا۔ اور یہ بھی قبر ہی میں جاکر پتہ چلا۔ کہ ساری دنیا مطلب ہی کی ہے، جب تک کسی کو کسی سے مطلب ہوتا ہے، دوست ہوتا ہے، جب مطلب

پورا ہونے کی امید نہیں رہتی، دوستی ختم ہو جاتی ہے، دنیا کے دوستوں میں سے کوئی بھی دوست پھر اس کا حال پوچھنے اس کی قبر پہ حاضر نہ ہوا۔ قبر میں انسان اپنی اس غلطی پہ بھی بڑا پچھتاتا ہے، کہ اس نے دنیا میں کیوں کسی کو اپنا دوست بنایا۔ جب کہ کوئی کسی کا نہیں، کیا ہی اچھا ہوتا، اللہ ہی سے اپنی دوستی رکھتا۔"

غرضیکہ

اللہ کی راہ میں چلنے اور مرنے والوں کے سوا
جو بھی کوئی اس دنیا سے گیا — روتا ہی گیا۔
اور مرنے کے بعد بس اس کا ایک ہی ارمان رہا۔
کہ دنیا میں اس نے
اللہ کے حکم کی کیوں فرمانبرداری نہ کی — !

○

بندہ

جب اس امر کی صدق دل سے تصدیق کرتا ہے
کہ اللہ میرا رب ہے — اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو کسی بھی معاملہ میں کبھی شریک نہیں ٹھہراتا — اور پھر اپنے اس اقرار کی عملی ثبوت سے تصدیق کرتا ہے۔ یعنی اللہ کے

سوا کسی اور طرف ربوبیت کے کسی معاملہ میں متوجہ نہیں ہوتا۔
ہر معاملہ میں اللہ ہی کو اپنا وکیل و کفیل تسلیم کر لیتا ہے، اللہ
خوش ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل میں ظاہری اور باطنی غنا
بھر دیتا ہے۔ پھر اللہ کا یہ بھی حق ہے، کہ اسے کسی غیر کا کبھی
محتاج نہ کرے —— بے شک اللہ ہی غنی اور ہم سب
اُس کے در کے فقیر ہیں۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا

ہم زبان سے تو کہتے ہیں

لیکن

اس کلمے کی عملی تصدیق نہیں کرتے —— ورنہ اگر
دل سے اس کی تصدیق کریں، اللہ ہم پر تسکین
نازل فرمائے۔ حصولِ تسکین کا بس یہ ہی ایک ذریعہ ہے
ہم اپنے اللہ کو سچے دل سے اپنا رب تسلیم کر لیں —— اور
اس کی ذات باری میں کسی بھی اور کو کبھی شریک نہ ٹھہرائیں
اپنے تمام معاملات اللہ ہی کو سونپ کر ماسواء سے بے
نیاز رہیں، ہم اللہ جل شانہٗ کی ربوبیت کا
زبان سے اقرار کرتے ہیں، دل سے تصدیق نہیں کرتے

حصولِ اطمینان

کے لئے محض زبان کا اقرار کافی نہیں۔ زبان کے

اقرار کے ساتھ ساتھ دل کی تصدیق ضروری ہے ،

○

آج ہم آپ کی خدمت میں

حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نجی اللہ

کا قصہ بیان کرتے ہیں

ویسے تو تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کی توحید کے علمبردار بنا کر بھیجے گئے ، اور سب نے ساری عمر اللہ کی توحید کی تبلیغ میں بسر کی — لیکن حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نجی اللہ کو اس باب میں ایک خصوصی مقام حاصل ہے —— قوم نے آپؑ کی کوئی بات نہ مانی آپؑ دس بیس سال نہیں ، ایک روایت کے مطابق آپؑ اپنی قوم کو ۹۰۰ سال تک تبلیغ کرتے رہے ، شب وروز طرح طرح کے دلائل سے اللہ کی توحید کو بیان کرتے رہے — لیکن کسی نے ان کی کوئی بات نہ مانی — ہر بات کو جھٹلایا ۔ باوجود اس اتنی طویل جدوجہد کے آپ کبھی بھی نا امید نہ ہوئے ، اور نہ ہی ہار کر بیٹھے ،

اللہ تعالےٰ نے

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو

دو وہ چیزیں عنایت کی ہوئی ہوتی ہیں، جواب ہم میں نہیں پائی جاتیں ——

اِستقامت اور توکّل

جب تک

کوئی ان دو مضبوط ہتھیاروں سے لیس نہیں ہوتا۔ تبلیغ کے میدان میں کامیاب نہیں ہو سکتا

جب قوم نے ان کی کسی بھی بات کو نہ مانا۔ ہر بات کی بے بنیاد دلیلوں کی بنا پر مخالفت کی —— آپ نے اپنی قوم سے برملا کہا —— کہ تم سب کے سب اکٹھے ہو جاؤ اور اپنے ان تمام حمائتیوں کو، جنہیں کہ تم اپنا خدا مانتے ہو، اپنے ساتھ شریک کر لو، پھر میرے خلاف جو بھی کرنا چاہتے ہو، کر لو —— اور ذرا بھی ڈھیل نہ دو —— اور نہ ہی کسی قسم کی مجھ سے رعایت برتو —— **لیکن** یاد رکھو! تم میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ تمہیں کوئی قدرت نہیں دی گئی، تم ضعیف و ناتواں ہو، اسی طرح یہ تمھارے جھوٹے رب بھلا کیا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ میں تمھیں ایک بار نہیں، بار بار اللہ پہ ایمان لانے اور اس کے عذاب سے

ڈرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ کہ لوگو! اللہ پہ ایمان لاؤ، اللہ کو اپنا رب، اپنا مالک اور اپنا معبود تسلیم کرلو، اور ان سب کی نفی کردو — یہ کچھ بھی نہیں، تمہارے یہ معبود جن پہ کہ تم تکیہ کئے ہوئے ہو، بے جان پتھر، اور کسی بھی حرکت پہ قادر نہیں، اس سے بڑھ کہ اور کیا حماقت ہو سکتی ہے، کہ تم رب عرش عظیم — رب السمٰوٰت والارض کے مقابلے میں اپنے ان مصنوعی ربّوں سے مدد طلب کرو۔

۹۰۰ سال یعنی — پوری نَو صدیاں آپ اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے اور پیغمبرانہ فراست سے دین کی دعوت دیتے رہے، باوجود اس کے وہ راہ راست پر نہ آئے

اتنی طویل مُدّت

اس دنیا میں بسنے والا کوئی دین کا **داعی**

صبر نہیں کر سکتا۔ **ہم** اگر کسی ایک بستی میں جا کر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں، وہاں کے لوگ ہماری دعوت پہ ہم سے تعاون نہ کریں، تو ہمارے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور ہم مایوسی کی حالت میں لوٹ آتے ہیں، دوبارہ جانے کی زحمت گوارا نہیں کرتے، یوں کہہ کر ٹال دیتے ہیں، کہ — "ہم وہاں کئی بار جا چکے ہیں۔ لوگوں نے ہماری دعوت کی پرواہ نہ کی، لہٰذا کہ

ہم نے وہاں جانا چھوڑ دیا!

دینؔ کیؔ تبؔلیغ

ہمارا وہ فرض ہے، جسے کہ ہم نے آخر دم تک اور ہر حال میں جاری رکھنا ہے، تبلیغ کے معاملے میں ہم تنقید اور تحسین — دونوں سے کلیۃً مستغنی — اور بے نیاز ہیں۔ ہمارا کام ہر کسی کو دین کا ہر حکم پہنچانا ہے۔

مسجدیں اللہ کے گھر ہیں

لیکن بعض دفعہ ہمیں مسجدوں میں قرآن اور سنت کی تعلیم کی اجازت نہیں دی جاتی — تبلیغ کا نام سنتے ہی لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور عموماً یہ سوال کرتے ہیں —

کہ — آپ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں؟

اور

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جب یہ حال ہو — تو یوں جواب دو کہ:

"ہم مسلمان ہیں — سادہ مسلمان — نہ عالم ہیں نہ صوفی، اور نہ ہی کسی اور کمال کے دعویدار — ہمیں جو بات (اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے، لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اور اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کرتے"! — پھر اُن سے کہیں — "آپ بھی ہم سے

تعاون کریں، اور دین کی جو بات آپ کو آتی ہے، اپنے بھائیوں تک پہنچائیں — ہم نے آپ سے دین کی اس خدمت کی کوئی بھی اجرت نہیں لینی، آپ کے قیمتی وقت کے چند منٹ لینے ہیں، ہم آپ سے آپ کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کریں گے، آپ اطمینان سے بیٹھ کر سنیئے، بس! یہی ہمارا آپ سے مطلب ہے!

عقیدے

کی پوری وضاحت یوں کریں — کہ

اللہ ہمارا رب، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول — اسلام ہمارا دین، اور قرآن ہماری کتاب، اور ہم سب ایک واحد امت کے فرد ہیں۔ اور آپس میں بھائی بھائی ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مدارج ہر ایک کے ایک سے نہیں ہوتے، جتنا کوئی کسی کے قریب ہوتا ہے، اتنا ہی اس کا مرتبہ ہوتا ہے —— **ہم** اپنے محسنِ اعظم سرورِ کونین، سرکارِ دو عالم شفیع المذنبین، خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین کی ذاتِ اقدس و اکمل، اکرم و اجمل، اطیب و اطہر کی حد درجہ کی تعظیم و تکریم اپنے ایمان کی تکمیل کا وہ ضروری جزو سمجھتے ہیں، جس کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

ہمیں

دین کا جو بھی علم مِلا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مِلا۔ یہاں تک کہ قرآن عظیم بھی — آپؐ نے فرمایا — اللہ رب العالمین نے آپؐ پہ اس قرآنِ عظیم کو وحی کے ذریعہ نازل فرمایا ہے، یعنی یہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے جو اللہ نے آپؐ پہ وحی کے ذریعے نازل فرمایا — اور ہم اس پہ ایمان لائے، اور اس سے زیادہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور زیادہ کیا شان بیان کر سکتے ہیں! ہر شَے آپؐ پہ ہی نازل ہوئی، اور آپؐ ہی سے صادر ہوئی،

آپؐ نے فرمایا

"یہ اللہ کا کلام ہے، جو اللہ نے مجھ پہ وحی کیا"، ہم اس پہ ایمان لائے

پھر آپؐ نے فرمایا

"یہ میری حدیث ہے!" — ہم نے کہا — آمنّا و صدّقنا!

اللہ کرے

ساری عمر ہماری اس گناہگار زبان سے ایسا کوئی کلمہ نہ نکلے جس میں ہمارے مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں رائی بھر بھی گستاخی پائی جائے۔

ہمارا نصب العین

اتحاد بین المسلمین ہے !

فرقہ وارانہ کشیدگی نہیں

یعنی

کرۂ ارضی پہ بسنے والے تمام مسلمان بھائی آپس میں متحد ہوں

گویا کہ

ساری امت ایک جسم کی مانند ہو، کسی کو کسی سے کوئی اختلاف نہ ہو

آج

ہم کیوں ایک دوسرے کے خلاف محاذ قائم کئے ہوئے ہیں، آپ ﷺ کی امت کتنے فرقوں میں بٹی ہوئی ہے، اللہ کرے، یہ امت پھر ایک ہو — آمین — یا حی یا قیوم !

جو چیز انتشار کا موجب ہو، ترک کر دیں۔ یہ کلمہ۔ کہ فلاں کچھ بھی نہیں، بھلا کبھی اللہ کو پسند ہو سکتا ہے، اگر کسی نے کسی کو دین کی کوئی بات بتائی، کیا اس کا یہ حق نہیں، کہ وہ اس کو خوش ہو کر سُنے — اگر یہ غلط ہو، تو اس کی اصلاح کرے، جو غلطی پہ ہو، اپنی غلطی کو تسلیم کر لے، جب تک ذاتیات ہم سے

دور نہیں ہوتیں، ہماری کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔

ذاتیات سے کوئی پاک نہیں — سب میں درجہ بدرجہ پائی جاتی ہے، اللہ کرے — ہم سب اللہ کے لئے، اللہ کے دینِ اسلام کے ہر معاملے میں ایک دوسرے سے متفق و متحد ہوں — ایک دوسرے سے تعاون کریں — جو بات غلط ہو، اس کی اصلاح کریں دین کے کام کرنے والے کسی شخص اور کسی بھی ادارے کی ہتک نہ کریں — **کیا ھی** اچھا ہو کہ اپنے سے بہتر سمجھ کر اس کو اچھے کلمات سے پکاریں — اگر ایسا ہو، تو معاشرے کی اصلاح کے لئے کایا پلٹ ثابت ہو،

دین کی تبلیغ کا دارومدار ان دو ہی باتوں پہ ہے —

استقامت اور توکّل

استقامت سے یہ مراد ہے، کہ آپ اسے ہمیشہ جاری رکھیں کسی بھی حال میں کبھی ترک نہ کریں — کسی کمال کا کبھی دعوے نہ کریں، کمالات سے بے نیاز ہو کر **اللہ** کے لئے — **اللہ** کی راہ میں چلیں، تو ماشاء اللہ کمالات آپ کے پیچھے پیچھے پھریں — اور آپ کو ان کی پرواہ تک نہ ہو

اللہ

اپنے بندوں کو اپنی راہ میں آزمایا کرتے ہیں — کوئی ناکامی، کبھی

آپ کی سدِّ راہ نہ ہو — نہ کبھی ہٹیں — نہ مایوس ہوں — نہ نا امید — ہر حال میں اپنا کام پورے ذوق و شوق سے جاری رکھیں — آپ خود عمل کریں — اور لوگوں کو عمل کی دعوت دیں، اگرچہ ساری عمر جد و جہد کرنے کے باوجود کوئی بھی نہ سُنے — اور اسے آپ اللہ ہی کی طرف سے ایک تحفہ سمجھ کر خوش رہیں، کہ اللہ نے آپ کو اپنے کام میں مشغول کیا — اور شکر کریں — کہ باوجود اتنی دوڑ دھوپ کے کسی نے بھی آپ کی کوئی بات نہیں مانی — یہ مایوسی کا نہیں، تحسین کا مقام ہے۔ اور اس بات پہ شکر کرتے نہ تھکیں کہ ہماری کسی نے عزت نہ کی — ہم اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں نکلے تھے، جہاں بھی گئے — نکالے گئے — کسی نے بھی ہماری کوئی بات نہ سُنی، حالانکہ ہم نے ہر کسی کو اللہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنائیں،

مسلمان

بھلا کیوں مایوس ہو سکتا ہے ؟ — توبہ توبہ !

مسلمان نہ محروم ہو سکتا ہے — نہ مایوس !

محروم وہ ہے — جو ثواب سے محروم ہے — دین کا کوئی کام کرنے والا کیونکر اپنے کو محروم کہہ سکتا ہے ؟ اس کی ہر شئے اللہ ہی کے حوالے، اور اللہ ہی کے ذمے ہے

اللہ کا شکر ہے

کہ اللہ نے ہم خاک نشینوں کو وہ شوق بخشا ہے جس پہ کوئی
ناکامی اثر انداز نہیں ہو سکتی

مایوس وہ ہے، جو ثواب سے مایوس ہے۔ ایک آدمی کو
ایک مسجد سے نہایت بے رُخی سے نکالا گیا۔ اس پہ وہ خوش ہُوا
کہ اللہ کا شکر و احسان ہے، کہ وہ اللہ کا پیغام لے کر اللہ کے
گھر میں اللہ کے بندوں کی طرف گیا۔ انہوں نے اس کی کسی بھی
بات کو نہ سُنا۔ اور وہاں سے نکال دیا گیا۔ گویا یہ محبوب کی ایک
ادا ہے ــــ اور اسے محبوبانہ اداؤں میں سے ایک ادا سے نوازا
گیا۔ اس کے دل میں کسی کے خلاف کوئی برائی نہ آئے۔ یہ کہے۔ کہ
یہ تو اس کے اپنے ہی گناہوں کی بدولت ہے

جب

آپ سے کسی جگہ ایسا سلوک ہو، تو آپ خوش ہوں۔ اور
حاضرین سے کہیں ــ کہ آپ کا شکریہ ــ آپ نے ہمیں
توبہ کی طرف دعوت دی ــــ ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور
اللہ سے بخشش مانگتے ہیں ــــ کہ جس گناہ کی بدولت آج ہم
سے تیرے بندوں نے ایسا سلوک کیا ہے۔ بخش دے ہمیں
بھی، اور جن کی بدولت ہم نے اپنے گناہوں سے توبہ کی طرف
رجوع کیا ــــ ان سب کو بھی ــ یہ سب باتیں جو ہمیں آج
پیش آرہی ہیں، ہمارے اپنے ہی گناہوں کی بدولت ہیں،

ورنہ ہم اگر گناہگار نہ ہوتے، ہمارے بھائی کبھی ہم سے ایسا ناروا سلوک نہ کرتے۔ !

دین کی تبلیغ

میں مصروف ہونے والوں کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ دین کی باتوں کے سوا کسی دوسری باتوں میں کبھی مصروف نہ ہوں — ہر وقت دین ہی کی باتیں جاری رہیں —
آؤ جی — سناؤ جی نہ ہو — اور کبھی نہ ہو۔
"اخبار کی نئی تازہ خبر سناؤ" — عموماً ہم سب ایسی ہی باتوں میں الجھے رہتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی کرنے والی باتیں ہیں ؟ — یہ باتیں ہمیشہ روز ہر جگہ ہوتی ہی رہتی ہیں — ہمارا تو مقصد ہی تمام فضول باتوں کو ختم کرنا ہے — **ہم** صرف ایک بات کرنے نکلے ہیں، اور

وہ دین کی بات ہے،

○

توکّل

جب تک کسی کو یہ حق الیقین نہیں ہوتا، کہ اس کا رب اس کے ساتھ ہے، جہاں بھی وہ ہے، وہیں اس کا رب بھی ہے متوکل نہیں ہو سکتا — اللہ آپ کو

حق الیقین کی یہ نعمت بخشے، پھر زندگی کے کسی بھی معاملے میں
آپ اللہ کے سوا کسی کے محتاج نہیں ہو سکتے
کیا یہ تعجب کی بات نہیں، کہ اللہ کو رب تو ہم مانتے ہیں، لیکن
ہر معاملہ میں رب کی طرف نہیں، رب کی مخلوق کی طرف رجوع کرتے
ہیں ــــ اللہ خالق المخلوقات ہے ــــ اللہ کی ایک ہی
تو یہ مرضی ہے ــــ کہ اس کے بندے اس کی طرف رجوع کریں

ہر شے

چھوٹی ہو یا بڑی ــــ اُس ہی سے مانگیں ــــ یہاں تک کہ
نمک کی ڈلی بھی اُسی سے مانگیں ــــ بندہ جب اللہ سے
اپنی کوئی حاجت مانگتا ہے ــــ اللہ بڑا خوش ہوتا ہے،
اللہ کو پتہ ہوتا ہے ــــ کہ میرے بندے کو معلوم ہے۔ کہ
میں اس کا رب ہوں ــــ اور میں اس کا قاضی الحاجات ہوں،
وہ میرے سوائے کسی اور سے کوئی امید نہیں رکھتا۔ ہر معاملہ
میں میری ہی طرف رجوع کرتا ہے۔

اللہ کو

بندے کی کسی حاجت کا پورا کرنا کیا مشکل ہے؟ اللہ کے
خزانے میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں، اللہ کے تمام خزانے
ہمارے ہی لئے تو ہیں ــــ افسوس! ہم نے اللہ سے کوئی
بھی چیز نہیں مانگی، زید بکر سے مانگی، اور یہ اللہ کو پسند نہیں،

کبھی اللہ سے مانگ کر تو دیکھیں — کسی نے کب اس سے
کوئی شَے مانگی ؟ جب بھی مانگی ، آپ جانتے ہی ہیں، کہ کس سے
مانگی ؟ اگر اللہ سے مانگتے — اللہ کی قسم — اللہ ضرور
آپ کو دیتے ، کبھی خالی نہ لوٹاتے ، اللہ کی بارگاہ سے بھی
کوئی خالی آیا ؟ —— وہاں کس شَے کی کمی ہے — ؟

خزانے بھرپور —— اور
وہ کریم بے مثال ہے !

اللہ کے کرم کی وسعت ہمارے فہم وادراک سے بالاتر ہے
وہاں اگر کوئی افسوس ہے ، تو یہ — کہ میرے کسی بندے
نے کبھی مجھ سے کوئی شَے نہ مانگی — جب بھی کوئی شَے مانگی
میرے ماسوا سے مانگی

جس طرح

لوگوں کو اسباب پہ بھروسہ ہے !

اللہ پہ نہیں ! — اگر کوئی اللہ پہ بھروسہ کرے ، جیسے کہ
بھروسے کا حق ہے — اللہ کی قسم — اللہ کے سوا اُسے
کسی سے کوئی واسطہ نہ رہے — اس کی ہر حاجت ، چھوٹی ہو
یا بڑی — پوری ہو — حاجت روائی کے معاملے میں وہ
کسی میدان میں کبھی خجل نہ ہو !

اللہ کی راہ میں چلنے والے کو اس قسم کے توکل کی ضرورت

ہے ۔ کہ اُسے اپنی بے سرو سامانی کی مطلق پرواہ نہ ہو، اور نہ ہی وہ کسی شئے کا پابند ہو ۔ اللہ کا برکت والا نام لے کر اللہ کی راہ میں نکل پڑے، اس کی ہر شئے اللہ ہی کے حوالے ہو ۔ بھلا اللہ کی غیرت یہ کبھی گوارا کر سکتی ہے، کہ اس کا کوئی بندہ اس کے سوا کسی اور کا محتاج ہو؟

ھرگز نھیں!

سلطان ابراھیم ادھمؒ

جب تخت و تاج سے دستبردار ہو کر اللہ کی راہ میں نکلے، تو جنگل میں آپ کو رات آگئی، یہ ان کی زندگی کی پہلی رات تھی، جو جنگل میں آئی ۔ آپ نے دیکھا ۔ کہ کسی جگہ سے کسی آدمی کی آواز آرہی ہے، آپ وہاں پہنچے ۔ وہاں دیکھا، کہ ایک درویش کی کٹیا ہے ۔ آپ نے کہا ۔ اللہ کے بندے! ۔ مجھ کو بھی آج رات اپنے پاس رہنے دے، اس نے سوچا ۔ میرے لئے اللہ کی طرف سے دو روٹیاں آتی ہیں، اگر یہ یہاں رہ گیا، تو ایک اسے دینی پڑے گی ۔ اس درویش نے ان سے کہا ۔ کہ میرے پاس کسی کو بھی رہنے کا حکم نہیں، یہاں سے چلے جاؤ!

آپ وہاں سے چند گز دور کسی درخت کے نیچے جا کر لیٹ

گئے، اتنے میں ایک فرشتہ اُسی قسم کے کھانے، جیسے کہ وہ شاہی
محلوں میں کھایا کرتے تھے لے کر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا۔ میں
نے تو آج کوئی کھانا نہیں کھانا! البتہ اس اللہ کے بندے کے
پاس پہنچا دو! ابھی وہ فرشتہ وہاں پہنچا ہی تھا۔ کہ اس کا کھانا بھی اللہ
کی طرف سے آگیا۔ جو کہ دو۲ روٹیاں اور ایک پیاز کا گھٹہ تھا،
اس درویش نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا،۔ مجھے فقیر ہوئے
بارہ۱۲ برس گذر گئے، اور یہ کل فقیر بنا ہے، اس کے لئے تو نے
ایسے ایسے کھانے بھیجے، جو میں نے آج تک دیکھے تک نہیں،

اس پہ ندا آئی، کہ

یہ شخص میرے عشق میں چالیس شہزادوں کی بادشاہی چھوڑ
کہ آیا ہے، اور یہ میرا مہمان ہے، مجھ کو ابراھیم سے
شرم آتی ہے، کہ میں اس کو اس سے گھٹیا کھانا دوں،
جو کہ وہ اپنے محلوں میں روز کھایا کرتا تھا،۔ اور تُو نے
میرے عشق میں ایک کھُرپہ اور ایک تنگڑ چھوڑا ہے
اگر تجھ کو یہ سودا ناپسند ہے، تو اپنا کھُرپہ اور تنگڑ لے،
اور جس کام کو چھوڑ کر آیا ہے، وہی کرنے جا لگ!،

○

یہ دو۲ چیزیں

○ استقامت اور

○ توکّل

دین کی تبلیغ

کرنے والوں کے لئے بنیادی چیزیں ہیں!

○

اللہ تعالیٰ

کسی کے پالنے کے لئے اسباب کے محتاج نہیں۔ یہ بات سمجھانے کے لئے قرآنِ عظیم میں انبیاء علیہم الصّلوٰۃ و السلام کے واقعات کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا:

حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسلام خلیل اللہ کے واقعے کو ہی دیکھیے ۔ کہ نجومیوں کے خبر دینے پر نمرود نے آپ کی تشریف آوری کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ لیکن آپ تشریف لاکر ہی رہے ۔ اور پھر ۔ اللہ تعالےٰ جل شانہ نے آپ کی پرورش بھی اس طرح فرمائی ۔ کہ والدہ کو کئی دن تک آپ کے پاس آنے کی فرصت نہ ملتی ۔ اور جب آپ کے

پاس آتیں، تو قدرت الٰہی کا عجیب منظر دیکھتیں۔ کہ آپ ہاتھ کے انگوٹھے سے دودھ پی رہے ہیں۔ اور۔ آپ کی زیارت بھی دل کو عجیب طرح متاثر کرتی،

پھر لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کی طرف مائل کرنے کے لئے غار سے نکلتے ہی ایسے سوال کئے، کہ والدہ اور والد۔ انگشت بدنداں رہ گئے۔ والدہ سے پوچھا۔ کہ میرا رب (پالنے والا) کون ہے؟

کہا۔ کہ "میں"!

اور پوچھا۔ "تجھے کون پالتا ہے"؟

کہا۔ کہ "تیرا والد"!

اور پوچھا۔ کہ اُسے کون پالتا ہے؟

کہا۔ کہ "نمرود"!

اور پوچھا۔ کہ اُسے کون پالتا ہے؟

تو کہا۔ کہ "وہ خود سب سے بڑا رب ہے"! اور اس کے متعلق خاموش رہنے کی تلقین کی۔

اسی طرح

پھر باری باری ستارے کو۔ چاند کو۔ اور سورج کو رب کہہ کر قوم کو اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کی طرف متوجہ کیا۔ پھر بتوں کو زخمی کر کے بھی ایک عجیب انداز سے یہی

ثابت کیا، کہ

سادی قوتیں اللہ تعالےٰ ہی کو سزاوار ہیں!

اِسی طرح

حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام

کی پرورش بھی ان کے دشمن کے گھر میں فرما کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال ربوبیت کی مثال قائم فرمادی

○

اپنی ہر حاجت کے وقت

اللہ تعالےٰ ہی کی طرف متوجہ ہوا جائے!

اس میں بھی

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا کمال توکل ہی بڑی عمدہ مثال ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب آگ میں ڈالا جانے لگا۔ تو آسمانوں میں فرشتے بھی تلملا اُٹھے ـــ کہ اللہ تعالےٰ کا خلیل اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کہ رہا ہے ـــ سب نے مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں مدد کی درخواست کی، تو رب العزت ذوالجلال والاکرام نے فرمایا کہ جاکر میرے خلیل سے پوچھ لو۔

اگر تمھاری مدد کی اُسے ضرورت ہو، تو مدد کرو"!

فوراً ہی فرشتے حضرت خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے

اور باری باری مدد کے لئے اجازت چاہی ۔ حضرت ابراہیم

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ کہ

"اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے ہو، تو جیسے حکم

ہو، پورا کرو، اور اگر اپنی مرضی سے آئے ہو،

تو مجھے تمھاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ۔"

آپ نے

خود بھی اُس آگ سے نجات حاصل کرنے کے لئے بارگاہِ

رب العزت میں دُعا نہیں فرمائی، اور یہی فرمایا ۔ کہ

میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، اگر اُسے میری

یہ قربانی منظور ہے، تو میں اس کیلئے تیار

ہوں، اور اگر وہ بچانا چاہتا ہے، تو وہ خود

اس بات پر بغیر کسی کی مدد کے قادر ہے ۔"!

چنانچہ

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے براہِ راست آگ کو ٹھنڈی

ہونے کا حکم صادر فرمایا

گویا

اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے بندوں کو ۔ جو اسے اپنا رب

تسلیم کر لیتے ہیں، تمام ظاہری قوتوں کے خلاف پال کر دکھا دیتے ہیں۔

ارشاد باری عز اسمہٗ ہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (حٰمٓ السجدہ : ۳۰)	جن لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا معبود صرف اللہ ہے، پھر اس پر وہ ڈٹ گئے، تو ان پر فرشتے اتر کہ کہتے ہیں، نہ خوف کھاؤ، نہ غم کرو، اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

○

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اٰمِیْن

امروز سعید : پنجشنبہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۸۹ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد وآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلۂ اشاعت
۵۸
دعوت و تبلیغ
الاسلام
ربوبیت
ابو انیس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ، دار الاحسان فیصل آباد پاکستان
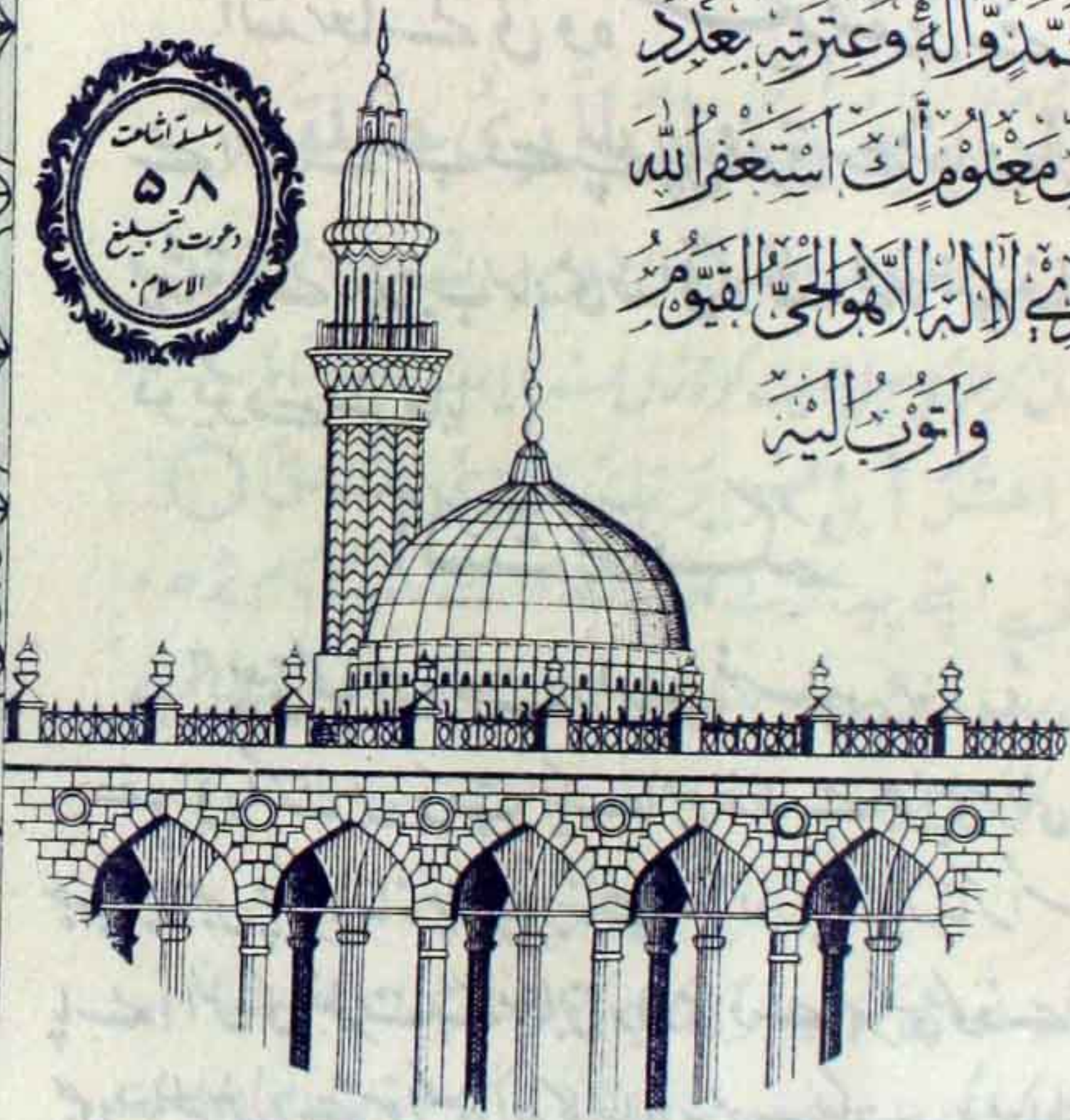
رَبُوبِیَّت

اللہ تعالےٰ کی وہ عظیم صفت ہے
جسے اس نے سب سے پہلے اپنی مخلوق سے متعارف فرمایا
میثاق کے روز جب ساری خدائی کو اللہ نے مخاطب فرمایا
تو یُوں فرمایا :

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ

"یعنی کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں ؟"

عربی لُغت میں رَبّ ایک جامع لفظ ہے، جو اپنی مرضی سے جب بھی جس چیز کو بنانا چاہے، بنا سکے — اور ایک بار بنا کر اُسکو پالے ۔ اس کی فطرت کے مطابق روزی دے، ہر کسی کو دے، جو کسی بھی معاملہ میں اپنے سوا کسی اور کا محتاج نہ ہو — لیکن — ہر معاملہ میں ہر کوئی اس کا محتاج ہو ،

اُس روز اللہ نے اپنی مخلوق سے یوں نہیں فرمایا، کہ میں تمھارا معبُود ہوں — حالانکہ رُوحوں کو یہ پتہ ہی نہیں تھا — کہ

ربوبیت کسے کہتے ہیں ؟

اسی طرح

جب اپنی کتاب قرآنِ کریم کو جبرئیل امین کے ذریعے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل فرمانا شروع کیا، تو غارِ حرا میں جبرئیل امین علیہ السلام یہ پہلی آیت لیکر تشریف لائے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝

یعنی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم کی پہلی آیت کو نازل فرمایا۔ اور فرمایا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝

یعنی اپنے پیدا کرنے اور پالنے والے رب کا نام پڑھ، جس رب نے آپ کو پیدا فرمایا، اور پھر آپ کا پالنے والا ہے اس کا نام پڑھ

اسی طرح

اللہ نے اپنی کتاب قرآن کریم کی ابتدا اپنی اسی صفت عظیمہ سے کرائی — سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت میں اپنی صفت ربّ ہی کو سب پہ مقدم رکھا۔ اور اپنی کتاب کی اس آیت سے ابتدا کی —

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

یعنی ہر قسم کی حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام عالمین

(مخلوقات) کا پالنے والا ہے

رسول ـــــ رب العالمین کی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں۔ جنہیں دعا کی تعلیم فرمائی، تو اسی صفت سے دعا کی تعلیم فرمائی، اور ہر کسی کو اسی طرح فرمایا :

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؕ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ○ وغیرہ

اسی طرح

قرآن میں جب بھی اللہ نے اپنے کسی نبی کو اپنی بارگاہ میں دُعا مانگنے کی توفیق بخشی، تو اپنی ربوبیت ہی کو مخاطب کرنے کی تلقین فرمائی ـــــ ہم اپنے پالنے والے کو نہیں سمجھتے

آج بندہ

آپ کی خدمت میں ربوبیت کی تفصیلاً تشریح بیان کرتا ہے،

رَبّ وُہ ہے

جو جس بھی مخلوق کو جب پیدا کرنا چاہے کرے، اس کے جسمُ الوُجود، شکل وصورت کی تخلیق کے کسی بھی معاملہ میں کسی صلاح کار کا محتاج نہ ہو۔ اور نہ ہی ان کے پالنے میں اپنی ذات کے سوا کسی اور کا محتاج ہو۔ جسے اپنی ہر مخلوق کی ہر حاجت کا ہر وقت پتہ ہو۔ کہ کس کو کس وقت کونسی چیز درکار ہے۔ جسے جس وقت جو چیز ضروری ہو، دے۔ اور یہ عطا ہر مخلوق کیلئے ہو، اگرچہ وہ اس کی سرکش ونافرمان ہی کیوں نہ ہو؟ — خالق کی ربوبیت ہر مخلوق پہ ہوتی ہے، اگرچہ وہ مخلوق اپنی نادانی کی بنا پہ اپنے خالق کی ربوبیت کی منکر ہو،

ہر مخلوق

کا پالنے والا اللہ ہے، اللہ کے سوا کسی بھی مخلوق کو کوئی اور نہیں پال سکتا، بندہ شکر گذار نہیں، اپنے پالنے والے کا شکر نہیں کرتا، نہ ہی اپنے پالنے والے کو دل وجان سے اپنا پالنے والا تسلیم کرتا ہے — اس کا سب سے بڑا حجاب یہ ہے — کہ وہ ربوبیت کی کسی بھی

شئے کو اپنے رب کی طرف منسوب نہیں کرتا ۔ رب کے سوا ہر کسی سے منسوب کرتا ہے ۔ مثلاً

کہیں سے کوئی چیز ملی ۔ سچے دل سے یہ تسلیم نہیں کرتا ۔ کہ یہ شئے جو اُسے ملی ہے ، اللہ نے دی ہے ۔ بلکہ یوں کہتا ہے ۔ اس نے کمائی کر کے حاصل کی ہے ۔ یا اس کی اپنی کوشش سے اس کے دوست نے اسے دی ہے ۔ حالانکہ ایسا کوئی نادان نہیں ، جو رب کے سوائے ربوبیت کو ماسوائے کی طرف منسوب کرے

جس نے بھی سچے دل سے اللہ کو اپنا رب تسلیم کر کے یوں کہا :

اَللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا ط

کہ "میرا پالنے والا اللہ ہے ، اور میں اپنے پالنے والے کی ذات میں کسی بھی دوسرے کو کبھی شریک نہیں ٹھہراتا" ۔ بندہ جب یوں کہتا ہے ، اللہ اس پہ راضی ہو کر اس پہ تسکین نازل فرما دیتے ہیں ۔ اس کے غم وہم کو زائل فرما کر اُسے شاد کر دیتے ہیں ۔ اُسے ابدی راحت عنایت فرما دیتے ہیں ، اُس پہ اپنے فرشتوں کو نازل فرماتے ہیں ، اور حقیقی اطمینان کی دولت سے مالا مال فرما دیتے ہیں ، قرآن کریم میں ان کی شان میں یوں فرمایا :

قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○

ترجمہ: کہا انہوں نے پروردگار ہمارا اللہ ہے، پھر مستقیم رہے اوپر اُسی کے۔ اترتے ہیں اوپر ان کے فرشتے، وقت موت کے، کہ مت ڈرو، اور مت غم کھاؤ۔ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جو تھے وعدہ دیئے جاتے"

معلوم ہوُا

کہ بندہ جب اللہ کی ربُوبیت کا اقرار کر لیتا ہے، اللہ اُسے اِستقامت و توکّل عنایت فرما دیتے ہیں

اگرچہ

ہر شئے اللہ ہی کی طرف سے بندے کو عنایت ہوا کرتی ہے پھر بھی ہر شئے کو حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی جدّ وجہد کی ضرورت ہوتی ہے، جسے عُرفِ عام میں منزل کہتے ہیں۔

استقامت و توکّل

حاصل کرنے کے لئے یہ منزل ہے، کہ بندہ سچے دل سے اپنے رب کو پالنے والا مان لے ــــ بندہ کے دل ودماغ میں یہ بات گھر کرے، کہ اس دنیا میں اللہ کے سوا اس کا کوئی پالنے

والا نہیں، اس کا رب اللہ ہے، اور یہ اپنے اللہ ہی کی طرف
رجوع کرتا ہے، کسی اور طرف نہیں کرتا، نہ ہی اس کی ذات
میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہراتا ہے ۔ اللہ ایسے کہنے
والے کو اپنی سب سے بڑی عنایت

استقامت و توکّل

عطا فرما دیتے ہیں ۔

آج ہم

ہر صفت کو بیان کیے جارہے ہیں، لیکن ہم میں سے کسی
میں بھی وہ صفت نہیں پائی جاتی ــــ جس میں جس قسم کی
صفت پائی جاتی ہے، اُس سے اللہ اُسی قسم کا کام لیتے ہیں
جو آدمی ڈاکٹری پاس کرلیتے ہیں، انہیں لوگوں کے علاج
معالجہ کے لئے مقرر کیا جاتا ہے ــــ جو انجنیئرنگ پاس
کرلیتے ہیں ــــ اپنے سیکھے ہوئے فن کے مطابق کام
کرتے ہیں ــــ اِسی طرح ــــ جس کے پاس جو بھی
ہنر ہوتا ہے، اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے ــــ اللہ جسے

استقامت و توکّل

عنایت فرما دیتے ہیں، اس سے اپنے دین کی تبلیغ
کا کام لیتے ہیں!

اللہ کو

یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس آدمی کو میں نے استقامت و توکل بخشا ہوا ہے۔ اُسے جو بھی کام دیا جائے گا، پورا کریگا۔ اس میں کبھی کوتاہی نہ کرے گا۔ اور نہ ہی اسے کبھی ترک کریگا ہر حال میں پورے ذوق و شوق سے جاری رکھے گا۔

دِینؔ کی تبلیغ

کا کام دنیا کا سب سے اعلیٰ، بہتر، عمدہ، قیمتی اور مُشکل کام ہے!

دینؔ کی تبلیغ

کرنے والوں کے لئے یہ سب سے ضروری ہے، کہ جس بات کی وہ تبلیغ کریں، وہ ان کی اپنی ذات میں پوری طرح جلوہ گر ہو

گویا

جو وہ کہتے ہوں، کرتے بھی ہوں ــ ان کے افعال ان کے اقوال کی تصدیق کریں ــ اور ان کے اقوال ان کے افعال کی تائید میں ہوں ــ **توکّل، استقامت** کا ضروری جزو ہے!

متوکّل وُہ ہَے

جسے کسی تدبیر سے کوئی سروکار نہ ہو۔ جس کی ہر تدبیر (اللہ

ہی کی طرف سے، اور اللہ ہی کے لئے ہو۔ جسے کسی بھی
معاملہ میں اللہ کے سوا ماسوا سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ جسے
جس بھی حال میں اللہ رکھے، راضی رہے، کسی بھی حال میں
اعتراض نہ کرے۔ جو ہر حاجت کے لئے اللہ ہی کا محتاج
ہو۔ اللہ ہی سے رجوع کرے، جسے ماسوا سے کوئی امید
نہ ہو۔ جیسے اللہ کرائے کرے۔ جیسے اللہ رکھے۔ رہے،
جیسے اللہ کہلائے، کہے جس کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو، اللہ
کی مرضی ہی اس کی مرضی ہو۔ جسے جس کام پہ اللہ لگا دے،
اس پہ چٹان کی طرح ڈٹا رہے۔ اپنی جگہ سے کبھی نہ
ہٹے، کبھی نہ ہلے، پھر اُس سے جو ٹکرائے گا۔ گویا اللہ
سے ٹکرائے گا، اور پاش پاش ہو جائے گا۔

اللہ تبارك وتعالیٰ

اپنی راہ میں چلنے والوں کو پیغمبرانہ استقامت و توکل عنایت
فرمائے ۔۔۔ آمین

یہ وُہ دوٗ ضروری خصلتیں ہیں

جو اللہ کی طرف سے بندوں کو عنایت ہوتی ہیں!
اور جن کے بغیر بندہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا ۔۔۔ اگرچہ
سینکڑوں برس جدّوجہد کرتا رہے!

آزمائش

محبت کی پہچان ہے۔!

اللہ جب اپنے کسی بندے سے محبت فرمانا چاہتے ہیں
عموماً اسے کسی نہ کسی آزمائش سے آزمایا کرتے ہیں، اگرچہ
ہم گنہگار بندے اللہ کی کسی بھی آزمائش کے قابل نہیں
اور اللہ ہی کی توفیق سے جس بات میں اللہ آزمائے
پورے اترا کرتے ہیں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام

اللہ کے خلیل تھے۔ اللہ نے انہیں کئی بار
آزمایا، آپ ہر بار پورے اترے، انہیں اللہ کی ربوبیت پہ
حق الیقین تھا، کہ جو کچھ بھی اللہ ان سے کرنے والا ہے،
سراسر حکمت پہ مبنی ہے، آپ اس کی ربوبیت کے
بھروسے پہ ہر آزمائش میں پورے اترے،

جس کا جتنا اونچا مقام ہوتا ہے

اُتنی ہی کڑی آزمائش میں آزمایا جاتا ہے!

اللہ رب العلمین نے فرمایا ہے :

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ	اور (دیکھو) ہم تمہیں آزمائیں گے یعنی تمہارا
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ	امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور
الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ	فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○ الَّذِينَ	کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو
إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ	بشارت سنا دیجئے، (جن کی یہ عادت ہے)
قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ	کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے
رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِكَ	تو وہ کہتے ہیں، کہ ہم تو (مع مال و اولاد
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن	حقیقتاً) اللہ تعالےٰ ہی کی مِلک ہیں،
رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ	اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالےٰ ہی
هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○	کے پاس جانیوالے ہیں، اور یہ لوگ ہیں
○	جن پہ اللہ کی درودیں ہیں اور رحمت اور
البقرہ :	یہی لوگ ہدایت کی راہ پہ ہیں ۔

○

یہاں توحید کا یہ نقطہ

ہر سوال کا جواب ہے، کہ ـــ اللہ جسے چاہتا ہے ۔ اپنا
دوست بنا لیتا ہے، جسے جس آزمائش میں آزماتا ہے ۔ اسے
اس میں پورا اترنے کی توفیق بھی عنایت فرماتا ہے ۔ بندہ

اللہ کی ہر آزمائش میں اللہ ہی کی توفیق سے پورا اتر سکتا ہے

اللہ نے
حضرت ابراھیم علیہ السّلام کو
ایک انوکھی آزمائش

میں آزمایا۔ آزمائش کی ایسی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی جب آپؑ کو حکم دیا، کہ آپؑ اپنی بیوی حضرت ھاجرہ بی بی رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو مکہ مکرّمہ کے اس وقت کے سُنسان ویرانے میں چھوڑ آئیں آپؑ نے کوئی سوال وجواب نہ کیا۔ یہ حکم سنتے ہی آپ کچھ کھجوریں۔ اور ایک پانی کا مشکیزہ لے کر اللہ کے حکم کی تعمیل میں مکہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اس وقت مکہ ایک سنسان جنگل تھا۔ اردگرد کہیں کوئی آبادی نہ تھی، نہ ہی کہیں پانی کا کوئی چشمہ تھا۔

حضرت ابراھیم علیہ السّلام کو یہ حق الیقین تھا۔ کہ اس کا اور کل کائنات کا پالنے والا اللہ ہے، اور اسے ان کی پرورش کے متعلق کوئی بھی فکر دامنگیر نہ ہوا۔ جب حضرت بی بی ھاجرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو ایک سُنسان پہاڑ کے دامن میں تنہا چھوڑ کر رخصت ہونے لگے، تو آپ نے پوچھا، کہ آپ مجھے کس کے حوالے کر چلے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا، میں تجھے

تیرے رب کے حوالے کر چلا ہوں !
انہوں نے کہا۔ "پھر کوئی ڈر نہیں !"
مکہ مکرمہ — جو آج ساری دنیائے اسلام کی سجدہ گاہ ہے، ایک سنسان جنگل تھا !

اوّل تو

ہم اللہ کی ربوبیت پہ ایسا ایمان لاتے ہی نہیں — اور اگر کوئی زبان سے اقرار کر بھی لے، تو اسے اللہ کی ربوبیت پہ حق الیقین نہیں ہوتا — دیکھا — حضرت ابراھیم علیہ السّلام کو تھا نہ حق الیقین ! — اللہ کا حکم سُن کر تعمیل کی — اللہ اللہ کرتے بی بی صاحبہ کو ساتھ لے کر جہاں اللہ نے حکم دیا، چھوڑ آئے، کوئی اعتراض نہ کیا !

(اللہ ہمیں بھی ایسا کامل ایمان عنایت فرمائے، آمین ثم آمین !

رب جلیل نے اپنے خلیل کو تین حکم دیئے

پہلا حکم دیا — کہ "اپنی بیوی ہاجرہ (رضی اللہ عنہا) کو جنگل میں چھوڑ آؤ" ! — آپ نے کہا۔ "بہت اچھا" اور چھوڑ آئے
پھر حکم دیا — "اپنی پیاری چیز — یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو میری راہ میں قربان کردو" ! آپ نے کہا۔ "بہت اچھا" !

آپ نے ایک چھری اور حضرت اسمٰعیلؑ علیہ السّلام کو لے کر ذبح کرنے کے لئے جنگل میں جا کر لٹا لیا، اور ذبح کرنے کے لئے گلے پہ چھری رکھ دی — کوئی اعتراض نہ کیا۔

پھر حکم ہُوا — "یہاں میری عبادت گاہ بناؤ"!

آپ نے کہا — "بہت اچھا"! — حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام اور آپؑ دونوں نے پتھروں سے کعبہ کی تعمیر کی۔

پھر حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام کی باری آئی!

خلیل نے اپنے ربّ جلیل سے بھی تین ہی دعائیں کیں،

پہلی یہ کہ — "میرے بعد تمام انبیاء علیہم السّلام میری نسل سے ہوں"! — جلیل نے کہا — "بہت اچھا"!

پھر دعا کی — "کہ تیرا یہ شہر ساری دنیا کا قبلہ ہو"!

فرمایا — "بہت اچھا"!

پھر عرض کی — "یہاں کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق عنایت ہو"! — فرمایا — "بہت اچھا"!

★ حضرت ابراھیم علیہ السّلام کے بعد جتنے بھی انبیاء علیہم السّلام آئے، آپ ہی سب کے جدّ امجد ہیں!

★ جو عبادت گاہ آپ نے بنائی تھی، وہ ساری دنیائے اسلام کا قِبلہ ہے! اور —

★ وہاں کے مکینوں کو اللہ پھلوں کی روزی دیتا ہے۔ دنیا کا
کوئی بھی پھل ایسا نہیں، جو وہاں نہ ملتا ہو!

یہ مثالیں
ہماری راہنمائی کے لئے ہیں!
آپ کو

ہر وقت اپنے پالنے والے کی ربوبیت پہ پورا پورا اعتماد ہو،
تاکہ ایک بار پھر اسی گذرے ہوئے زمانے کا دَور دَورہ ہو،
ہمیں اپنے رب کی کارسازی پہ کوئی بھروسہ نہیں، چھوٹی چھوٹی
باتوں کے لئے کہاں کہاں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں، لیکن
پھر بھی کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوتا۔

آپ ہر معاملہ میں یوں کہا کریں

کہ میں اس معاملہ میں (جو بھی) کوئی معاملہ ہو۔ اپنے رب کی
کارسازی پہ بھروسہ رکھتا ہوں، اور اپنی ناتوانی اور
بے بسی کا اعتراف کرتا ہوں، کہ میں اس معاملہ کو کسی بھی
طرح اپنی یا کسی اور کی مرضی کے مطابق نہیں سلجھا سکتا۔
ہر معاملہ اللہ ہی کی مرضی کے مطابق جیسے (اللہ) چاہیں گے
سرانجام ہوگا۔ آپ یہ

کُلّیہ قاعدہ

ازبر کرلیں ۔ کہ (اللہ) ملک کا مالک الملک ہے!

اور

اللہ کے ملک میں اللہ کے سوا۔

کسی بھی مخلوق کو کسی بھی امر پہ کوئی قدرت و تصرّف حاصل نہیں۔ مگر اللہ کے حکم سے ۔ جب تک حکم نہیں ملتا۔ کوئی ذرّہ کسی حرکت پہ قدرت نہیں رکھتا ہر معاملہ میں۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ دینی ہو یا دنیوی ۔ یوں کہا کریں :

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ "(ہود)"

ترجمہ : "میں نے (اپنے) اللہ پہ توکل (بھروسہ) کر لیا ہے، جو میرا بھی پالنے والا ہے اور تمہارا بھی پالنے والا ہے، جتنے بھی روئے زمین میں چلنے والے (یعنی جاندار) ہیں۔ سب کی پیشانی کے بال اس کے قبضۂ قدرت میں پکڑے ہوئے ہیں۔ یقیناً میرا رب صراطِ مستقیم پہ چلنے سے ملتا ہے۔"

ف : یعنی کوئی مخلوق خودسر نہیں، ہر مخلوق کی پیشانی کے بال اللہ کے قبضۂ قدرت میں پکڑے ہوئے ہیں، اور جکڑے ہوئے ہیں اور بدوں ارادت الٰہی اللہ کی کوئی مخلوق کسی بھی حرکت پہ کوئی قدرت نہیں رکھتی، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ ۔ مگر اللہ کے حکم سے ۔

یا حیّ یا قیّوم

محبّت ذات سے ہوتی ہے، اور ذات ہی کے لئے صفات سے ہوتی ہے۔ محبوب کی صفات کو ذات تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھ کر صفات سے محبت کی جاتی ہے

دین کی جو عمارت

حضور اقدس حضرت مُحمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی بنیادوں پہ استوار کی جاتی ہے، ہر طوفان و زلزلہ سے محفوظ رہتی ہے، کبھی نہیں گرتی

حضور اقدس واکمل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے

محبّت

مومن کے ایمان کی تکمیل کا واحد ذریعہ ہے، جسے جس قدر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت ہو گی، اتنا ہی اس کا ایمان کامل واکمل ہو گا۔

ایمان کی تکمیل کا انحصار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت پہ موقوف ہے!

محب کا محبوب کو پکارنا محبت کی اصل ہے

جِسے جس سے محبت ہوتی ہے، اُسے یاد کرتا ہے!

محب اپنے محبوب کی تعریفیں کیا کرتا ہے!

اُسے دعوت دیتا ہے — گھر پہ بلاتا ہے!

جہاں بھی جاتا ہے — اُسے ساتھ لیکر جاتا ہے!

اکیلے کہیں بھی جا کر سیر نہیں ہوتا۔ اگر ملاقات کو دیر ہو جائے، تو ملنے کے لئے بیقرار و بیتاب ہو جاتا ہے۔ جب تک مل نہ لے، چین نہیں پاتا۔

ہر وقت اس کی لگن میں مگن رہتا ہے، **محبت** حقیقتاً اپنے محبوب ہی کو پکارنے کا اصطلاحی نام ہے **محبت** بے لوث ہوا کرتی ہے، **محب** کو محبوب سے محبت کے سوا کوئی اور واسطہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی محبت میں من و تُو کی تمیز ہوتی ہے، محبوب کا جمال ہی محب کی عید ہوتی ہے، جسے جس سے محبت ہوتی ہے، وہ اُسے ضرور یاد کرتا ہے۔ اس کے بغیر اُسے زندگی میں کوئی لذّت محسوس نہیں ہوتی، جب تک اُسے مل نہ لے اور دیکھ نہ لے، اُسے چین نہیں آتا۔ محبت بندے کی ذات سے ہوتی ہے، بندے کے کاموں سے نہیں، بندے کو بندے کی اپنی جان بڑی پیاری ہے ہر وقت اس کی حفاظت میں لگا رہتا ہے،

ہمیں

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اپنی جانوں سے کہیں زیادہ پیارے ہیں!

ایک جان تو کیا، ہم ایسی لاکھوں جانیں آپکے قدموں پہ نثار کر دیں،

اللہ ہمیں

اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عنایت فرمائے
طیّب ومبارک محبت — تاکہ اسلام کا وہ گذرا ہُوا دور
ایک بار پھر سے آئے — یاحی یاقیّوم !- آمین !

اور

اُس گذرے ہوئے دَور کی ساری عظمت وبرکت — آپؐ
کی محبت ہی کی بدولت تھی

ہمارا
آپ کی شان میں

آپس میں نکتہ چینی کرنا
ہی ہماری کم نصیبی کا موجب ہے

اگر

کوئی اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی کلام
کرتا — تو — ہمیں کوئی افسوس نہ ہوتا — افسوس تو
اپنوں پہ ہوتا ہے — غیروں پہ نہیں

آپؐ کی شان
وَرَی الوَرٰی ہے !

ہمارے فہم و ادراک میں نہیں آسکتی

آپؐ کی محبّت

ہمارے ایمان کا وہ ضروری جُزو ہے۔ جس کے
بغیر ہم کبھی موحّد نہیں ہو سکتے۔!

آپؐ کی محبّت

وہ صراطِ مستقیم ہے ۔ جو بندہ کو اللہ تک پہنچا
دیتی ہے، اللہ تک جو بھی پہنچا ۔ آپؐ کی راہ پہ چل
کر، اور آپؐ ہی کا پہنچایا ہُوا پہنچا !

آپؐ کی محبّت

ہماری زندگی کا سرمایہ ہے

اختلاف بھی کس مسئلے پہ ہے؟

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے حبیب ہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جس نے جتنی بھی شان بیان کی، کم ہے
جو جتنا بھی اُن کے قریب ہُوا ۔ کم ہے!

اگر

کوئی اُن کو اللہ کا بیٹا کہتا۔۔۔!

تو بے شک ہم اُس کی تردید کرتے

اگر کوئی اُن کو اللہ کا شریک ٹھہراتا

ہم ضرور اُسے روکتے!

ہم نے تو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ رب العالمین

کے حبیب اور کل کائنات کے لئے رحمۃ اللعالمین

مان کر آپؐ سے آپؐ کی محبّت مانگی ہے!

محبّت کے سِوا

ہم کسی اور شئے کے طلب گار نہیں

ٹیلیویژن

میں ایک ہی اداکار — ساری دنیا میں — جہاں بھی

ٹیلیویژن لگا دیا جائے، بیک وقت اپنی اصلی

حالت میں دیکھا جاتا ہے — اگر یہی خبر

آج سے ہزار سال پہلے

کے بسنے والے لوگوں کو بتائی جاتی۔ کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے، کہ ایک آدمی ایک جگہ بولا کرے گا، اور اس کی آواز اسی وقت ساری دُنیا کے کونے کونے میں سُنی جایا کرے گی، اور اس کی آواز سات سمندروں کو عبور کرتے ہوئے فوراً ہر جا پہنچا کرے گی، اس طرح اس کی شکل بھی ہر جگہ دیکھی جایا کرے گی، تو وہ سارا زمانہ اس پہ متحیر ہو جاتا، اور کبھی تسلیم نہ کرتا۔ کہ یہ سچ ہے!

اُس زمانے میں

ایسی باتوں کے ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔!

اگر کسی کو

کہیں جانا ہوتا، قافلوں کی شکل میں سفر کرتے، ایک مُلک کی دوسرے ملک کو کوئی خبر نہ ہوتی۔ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟

اور آج

ہم یہ سب باتیں اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ایسے دیکھ رہے ہیں، جیسے کہ وہاں خود حاضر ہوتے ہیں۔ یہ

مادیت

کی ترقّی کے دور کا حال ہے!

رُوحانیت

کی طرف ہم متوجّہ ہی نہیں!

اُس کے کمالات کی ہمیں کیا خبر ہو سکتی ہے؟

اس پر غور کریں،

اور ــــ پھر بات کریں!

★ اللہ رب العالمین کے حبیب

★ کُل کائنات کے رسول

★ نبوت و رسالت کے آخری سراجِ مُنیر

★ اور کل نبیوں کے سردار

قبر میں ہیں ــــ اور کسی کی کوئی بھی بات نہیں سن سکتے؟

واہ بھئی واہ!

افسوس صد افسوس!!

؎ "بریں عقل و دانش بباید گریست"

○

آپ کی محبت کے بغیر۔ کوئی آپ کی اتباع کر ہی نہیں سکتا — آپ کی اصل اتباع صرف ظاہری وضع قطع ہی نہیں

ترکِ دُنیا ہے!

اور آپ کے غلاموں کے سوا — کوئی اور — ساری دنیا تو کیا — دنیا کی کوئی بھی چیز ترک نہیں کر سکتا، یہ آپ کے غلام ہی کا مقام ہے

؎ دنیا نوں اس پٹھیاں کر کے منہ دے پرنے سُٹیا
ہوئی حرام فقیراں اُتّے ایسا اس گل گھُٹیا

کہنے کو تو یہ ہر کوئی کہہ سکتا ہے

لیکن

اسے کسی نے بھی — اور کبھی ترک نہیں کیا۔ اگر کہیں کیا ہے، تو ان بوریہ نشینوں نے — جو آج ہماری نظروں میں کچھ بھی نہیں، اور جنہیں کہ ہم حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں،

آپ کی اتباع

فقیری ہے — امیری نہیں،

آپ کے فقیروں کی فقیری

فقیروں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں

یہ

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی

حقیقی اتباع ہے

○

غور فرمائیں کہ

ایمان کی تکمیل کے لئے اللہ نے اپنی محبت کی تاکید کا حکم نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے حبیبؐ کی زبانی ان کی محبت کا حکم فرمایا ہے :

عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

روایت ہے حضرت انسؓ سے، کہا انہوں نے، فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ نہیں پورا مومن ہوتا کوئی شخص تم لوگوں میں کا۔ مگر جب میں ہو جاؤں بڑا پیارا اس کے نزدیک اس کی جان اور بیٹے اور باپ اور سارے جہان کے لوگوں سے

○

فـــــ : واضح ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں، اللہ کی وحی سے بولا کرتے ہیں،

اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

سورۃ نجم : ۳ : ۴

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کلام فرماتے اپنی خواہش سے ۔ نہیں وہ مگر کہ وحی بھیجی جاتی ہے !

○

اِسی طرح

اللہ رب العالمین نے اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی اطاعت کا نہیں، اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ذکر فرمایا ہے :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

العمران : ۳۲-۳۱

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں، اگر ہو تم چاہتے اللہ کو، پس پیروی کرو میری، چاہے تم کو اللہ۔ اور بخشے واسطے تمہارے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ آپ ارشاد فرمائیں فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی، پس اگر پھر جاویں، پس تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا کافروں کو

○

اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ساری خدائی کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے

اللہ رب العالمین ہے اور —

اللہ کے حبیبؐ رحمت اللعالمین

جہاں عالم ہے — وہاں ربوبیت ہے

جہاں ربوبیت ہے — وہاں رحمت ہے

ھر شئے کا وجود ایک عالم ہے

ہر عالم میں ربوبیت ہے، اور رحمت ہے

اسی لئے

اللہ رب العالمین نے فرمایا ہے۔ کہ

ہم نے آپؐ کو **شاہد** بنا کر بھیجا ہے!

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○

اے نبیؐ! بے شک ہم نے تجھے گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(احزاب : ۴۵)

○

فت : "شاہد وہ ہے، جو وقوعہ کے وقت وقوعہ کی جگہ پہ حاضر و موجود ہو، شہادت وہ معتبر ہے، جسے شاہد (گواہ) نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کان سے سُنا ہو۔"

طریقت میں اہل سلوک کو جب تک یہ حق الیقین نہیں ہو جاتا۔ کہ اسکی تمام نقل و حرکات جو بھی اس سے سرزد ہو رہی ہیں، اُس کے **قاعد العرفان** حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں۔ اس کے اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہیں، اور نہ ہی کوئی دُوری ہے۔ نامعقول حرکات سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ہر وقت کسی نہ کسی لغزش کا مرتکب رہتا ہے۔

جس منزل کا سالک ہوتا ہے ــــ اُتنا ہی عیّار شیطان اس پہ مسلط ہوتا ہے، شیطان اپنے

سارے لشکرے چنا ہوا شیطان اس پر مسلط کرتا ہے

اور جہاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں، عذاب نہیں ہوتا — !

آپ صلی اللہ علیہ وسلّم

اللہ کے عذاب کی پوری روک ھیں

ماشآء اللہ

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط

الانفال : ۳۳

اللہ ایسا نہیں ہے، کہ آپ (اے میرے حبیبؐ) اُن میں موجود ہوں، اور وہ انہیں عذاب دیدے ۔

○

امروز سعید : دوشنبہ ۳ ذیقعدۃ النجیب ۱۳۸۹ ہجری القدس
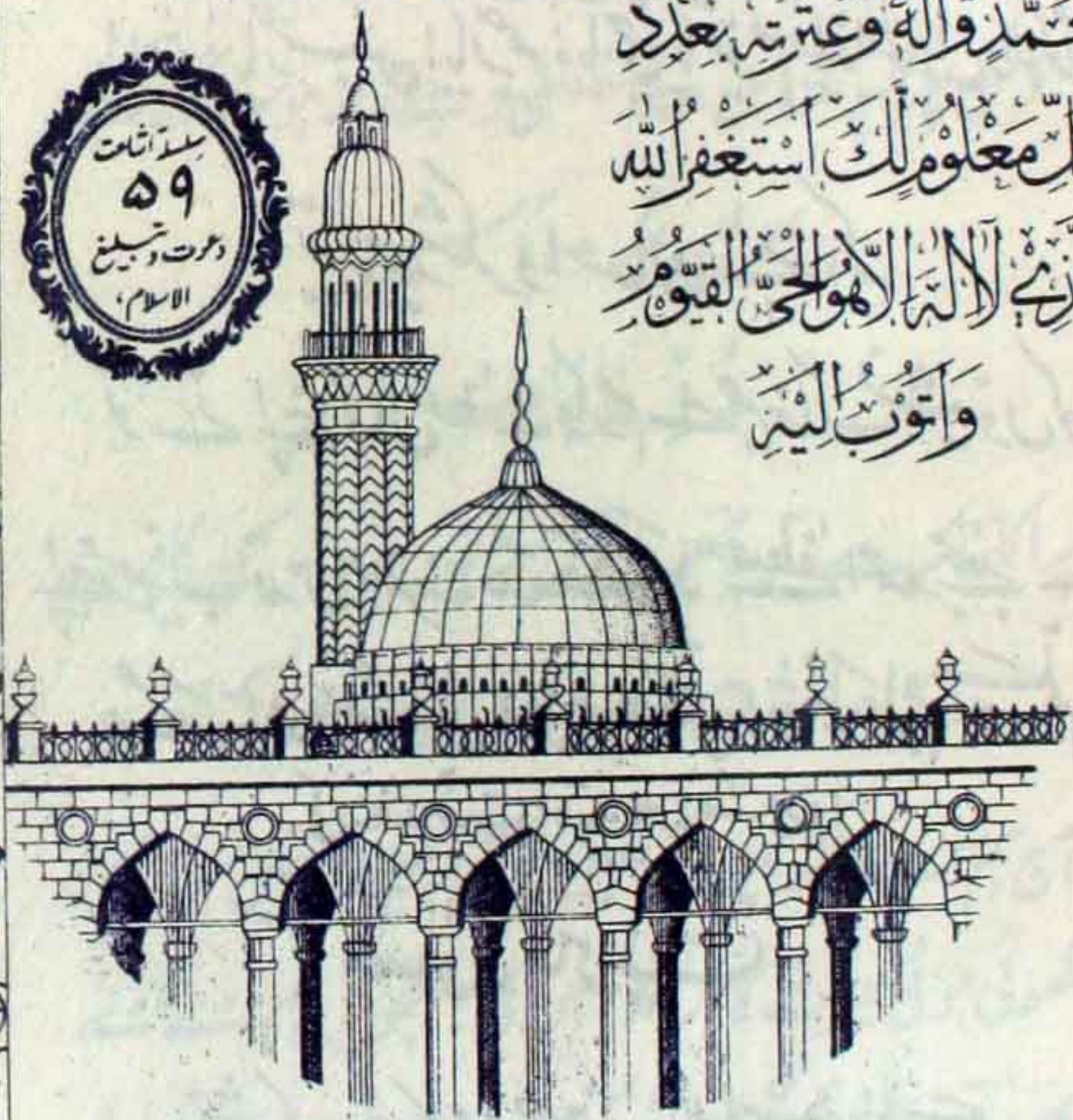
بسم اللہ الرحمن الرحیم
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دارالاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد وآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلہ اشاعت
۵۹
دعوت و تبلیغ
الاسلام
جزی اللہ عنا محمداً ما ھو اھلہ
ابوانیس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام التجاف الصحاف المقبول المصطفین ۞ دارالاحسان فیصل آباد پاکستان
marfa.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۝ اَمَّا بَعْدُ

یا اللہ! یا رحمٰن! یا رحیم! یا حیّ یا قیوم! یا ذاالجلال والاکرام

تیرا بیحد شکر و احسان ہے، کہ

تُو نے اپنے کمال لطف و کرم سے ہم خاک نشینوں کو

اپنے حبیب اقدس حضرت مُحَمَّد مصطفٰے احمد مجتبٰے ـــ

مُحَمَّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی خدمت اقدس میں!

صَلوٰۃ شریف

پیش کرنے کا وہ صیغہ عنایت فرمایا ہے

جو ماشاء اللہ

علم الحدیث کا نچوڑ اور تیرے حبیب اقدس کو محبوب رکھنے والے
تیرے بندوں کا وہ سرمایہ حیات ہے، جسے وہ کل کائنات کی ہر شے سے
محبوب رکھتے ہیں، یہاں تک کہ جان سے بھی۔ اسے دونوں جہانوں کے

بدلے بھی کبھی نہیں دیتے۔!

مومن کا پیٹ علم سے نہیں بھرتا!

تیرا فضل وکرم لامحدود ہے!

مومن پھر کیونکر اس سے مستغنی و بے نیاز ہو سکتا ہے

پھر بھی اگر وہ اُس

دُرِّ نایاب

پہ اکتفا کرے، تو یہ تحفہ دونوں جہانوں میں اس کیلئے کافی ہے

یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے، کہ

آج ہم اسے پاکر پھولے نہیں سماتے، جیسے کہ ہمیں ہماری کھوئی ہوئی میراث کا خزانہ، جس کی جستجو میں ہم مارے مارے پھرتے تھے، مل گیا، اللہ کرے۔ ہمارے مولائے کریم رؤوف الرّحیم روحی فداہُ صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیض کا یہ وہ سرچشمہ بنے، جس سے علم وحکمت کے چشمے اُبلیں جو نہایت آب وتاب سے

قیامت تک جاری رہیں، کبھی کم نہ ہوں، اور کبھی ختم نہ ہوں

یاحیّ یاقیوم، آمین!

ہم تیرے حضور میں عجز و نیاز کا سجدہ کرتے ہیں

آج

اس سارنگی کے ہر تار سے ایک ہی سُر نکل رہی ہے،

جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّاھُوَ اَھْلُہٗ

یا اللہ! ہم اگرچہ کسی بھی اعتبار سے تیرے حضور میں حاضری کے لائق نہیں، پھر بھی ہم گنہگار و لیکن تیری رحمت کے امیدوار تیری عزت و عظمت والی بارگاہِ ربِّ ذوالجلال والاکرام میں یہ عرض کرتے ہیں، کہ ہم کمینوں اور خاک نشینوں کی طرف سے ہمارے محسنِ اعظم، قائد العرفان، شفیع المذنبین، رحمت اللعالمین، سید المرسلین، حضرت

مُحَمَّد رَسُول اللّٰہ

صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وہ جزا دے، جس بدلہ کے کہ وہ

مستحق ہیں، اس سے زیادہ بہتر ہمارے پاس کوئی اور شے نہیں، جو کہ ہم ان کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ تبریک پیش کر سکیں!

مُبارکاً مُکرّماً مُشرّفاً

○

چودہ سو سال بعد ۱۴۰۰

بازارِ دین کی منڈی میں

اللہ کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبت کے خریداروں کیلئے

ایک جنسِ نایاب پیش کی جارہی ہے!

دنیا و آخرت کے بہترین سودے کے لئے جلد آیئے!

اس سے بہتر اس منڈی میں اور کوئی جنس نہیں

یہ گوہرِ نایاب ہے

ہر کسی کو، اور ہر جگہ سے نہیں ملتا، اتنا سستا تو کہیں بھی نہیں ملتا

یہ ہماری

سب سے بڑی خوش قسمتی ہے، کہ انہوں نے اپنا سودا ہماری منڈی میں بکنے کیلئے بھیجا، ورنہ کہاں ہم، اور کہاں یہ سودا۔ ہم کبھی گمان بھی نہیں کر سکتے تھے، کہ ہمیں بھی کہیں ایسا

آن بدہ موتی

ملے گا ۔۔۔ ہم اپنی اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کریں

کم ہے!

یہ آن بدہ موتی ایک درود شریف ہے
جو یہ ہے

جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا
مَّا ھُوَ اَھْلُہٗ

"اے اللہ! جزا دیجئے ہماری طرف سے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو، جس کے کہ وہ اہل ہیں!"

الله رب العالمین نے قرآن کریم میں فرمایا

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمٰن : ۶۰)
نہیں ہے احسان کا بدلہ۔ مگر احسان!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرُ اللّٰهَ (ترمذی شریف)
جو بندہ اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ وہ اللہ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کی ساری خدائی پہ بےحد اور وہ احسانات ہیں، جسے کوئی بندہ کبھی چکا نہیں سکتا۔ ہم نے آپ کے کس کس احسان کا، اور کیا بدلہ چکانا ہے۔ جب کہ ہماری ہر شے آپ ہی کی بدولت ہے، آپؐ ہی کی ذاتِ بابرکات کی برکت سے ہمیں ایمان کی دَولت ملی۔ توحید و ہدایت کے اصل معلّم حضورؐ ہی تو ہیں — آپؐ سے پہلے اس دنیا کا کیا حال تھا؟ ساری دنیا ایک ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی، آپؐ ہی نے ساری دنیا کو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ اور فرمایا کہ — ہمارا رب ہی ہمارا مالک ہے، اس کے سوا ہم کسی اور کی مملوک نہیں — اور ہمارا مالک ہی ہمارا معبود ہے، الحمد للہ! جس نے ہمیں پیدا کیا، وہی ہمارا پالنے والا ہے، اور مالک ہی اپنی مملوک کو پالا کرتا ہے، رب کے سوا کسی دوسرے کو اٹھارہ ہزار

قسم کی مخلوق کی ہر شئے فطرت، عادت، خوراک، بود و باش کا کوئی علم نہیں — ایک مخلوق کی کوئی چیز کسی دوسری سے نہیں ملتی، جو چیز ایک کی مرغوب غذا ہے، دوسرے کو اس سے نفرت ہے، ایک مخلوق ہوا میں رہتی ہے، تو دوسری پانی میں — کوئی درختوں پہ، کوئی زمین کی تہہ میں — اپنی ہر مخلوق سے ہر وقت باخبر ہے، کبھی کسی کو نہیں بھولتا، ہر کسی کو جیسی اور جتنی جتنی روزی لکھی ہے، روز پہنچاتا ہے کبھی نہیں چوکتا، نیکی اور برائی کی تمام باتیں آپؐ ہی نے ہمیں سکھلائیں، یہاں تک — کہ — نیکی کی کوئی بھی بات نہیں، جس کا کہ ہمیں حکم نہیں دیا

اِسی طرح

کوئی بھی برائی نہیں چھوڑی، جس سے کہ ہمیں منع نہیں فرمایا۔

اپنی کتاب قرآن کریم

آپؐ ہی پہ نازل فرمائی، اور — آپؐ ہی نے یہ فرمایا۔ کہ "یہ اللہ کی کتاب ہے، آپؐ ہی سے سُن کر ہم اس پہ ایمان لائے، — **پس معلوم ہوا**

ہماری ساری زندگی آپؐ ہی کی احسان مند ہے۔ اور ہم آپ کے کسی بھی احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتے — صرف یہ کہہ سکتے ہیں —

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ اَهْلُهٗ

یعنی ہم اللہ تبارک و تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کے حضور میں
عاجزانہ دعا کرتے ہیں، — کہ ہم بے نواؤں کی طرف سے
"اللہ ہمارے محسنِ اعظم حضرت
مُحَمَّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
جس بھی وہ جزا کے مستحق ہیں، عنایت فرمائے"
اور یہی ایک نیاز مندانہ کلمہ ہے!
جسے کہ ہم پیش کر سکتے ہیں
اور ہم بے کسوں کا یہ ھدیۂ اخلاص اس قدر
اللہ کو پسند ہے۔ کہ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَالَ "جَزَى اللّٰهُ عَنَّا
مُحَمَّدًا مَا هُوَ اَهْلُهٗ"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت
کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اس طرح کہے
"جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا هُوَ اَهْلُهٗ"

اُکْتُبَ سَبْعِیْنَ کَاتِباً اَلْفَ صَبَاحٍ

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط

(اللہ تعالیٰ جزا دے ہماری طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسی جزا کے وہ مستحق ہیں) تو اس کا ثواب ستر فرشتوں کو ہزار دن تک مشقت میں ڈالے گا۔ یعنی وہ ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے۔

○

غور فرمائیں !

ساری دنیا کا اللہ پہ ایمان لانا ــــ اذانیں دینا ـ نمازیں پڑھنا ــــ اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا ــــ روزے رکھنا حج کرنا ــــ نیکی کرنا اور نیکی کرنے کا حکم دینا ــــ اسی طرح برائی سے باز رہنا ــــ اور برائی سے باز رہنے کا حکم دینا ــــ تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر میں مصروف رہنا، اللہ سے دعائیں مانگنا ــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہ صلوٰۃ شریف پڑھنا ــــ دینی مدارس کا جاری کرنا ــــ

ھر شے

اللہ کے رسولِ مقبول مولائے کریم رؤف الرحیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھی کی بدولت ہے !

ساری دنیا

کو آپؐ ہی نے ان تعلیمات کی تعلیم دی۔ گویا آپؐ ہی کی بدولت
ہم ظلمت (گمراہی) سے نور (ہدایت کی طرف نکالے گئے۔!

بے شک آپؐ ہی

سب رسولوںؑ کے سردار — قائد العرفان —
طٰہٰ، یٰسٓ، طٰسٓ، حٰمٓ — اور
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ہیں — آخر ہیں،
ظاہر ہیں — باطن ہیں!

* جب کوئی نہ تھا — آپؐ تھے!
* جب کوئی نہ ہوگا — آپؐ ہوں گے!

اور آپؐ ہی

ارض و سماء کی ہر محفل کے

سراجِ مُنیر

ہیں — ماشاءاللہ

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً
فیہ۔ کما یحب ربنا و یرضیٰ

علم الحدیث

کے دیگر

جواہر پارے

چیدہ چیدہ

درود شریف

صلوٰت شریف

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ اس شخص کی ناک گرد آلود ہو۔ جس کے سامنے میرا ذکر آئے، لیکن مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور اس شخص کی ناک گرد آلود ہو۔ جس کی زندگی میں رمضان المبارک آئے، پھر اس سے پہلے، کہ اسے بخشا جائے، رمضان ختم ہو جائے۔ اور اس شخص کی ناک گرد آلود ہو، جس کے سامنے اس کے والدین پر بڑھاپا آیا۔ لیکن ان دونوں نے اس کو بہشت میں داخل نہیں کیا۔

حضرت عبدالرحمٰنؒ راوی کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ فرمایا۔ یا ان میں سے ایک کو بڑھاپا آیا۔ اس باب میں حضرت جابرؓ اور حضرت انسؓ سے بھی روایت ہے (یہ حدیث حسن ہے، اور اس طریقہ سے غریب ہے)

بعض اہلِ علم سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے ایک مجلس میں جب ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا، تو اس مجلس میں وہ جب تک رہے، وہ ایک بار پڑھنا ہی اس کے لئے کافی ہے (یعنی درود پڑھنے کا وجوب صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے۔)

(ابو ہریرہؓ / ترمذیؒ / ترمذی شریف جلد دوم

صفحہ ۳۳۳ شمارہ ۱۳۹۳۔ ترتیب شریف صفحہ ۹۹)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ وہ شخص بخیل ہے، جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ اور وہ مجھ پہ درود نہ بھیجے۔ (یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے)

(علیؓ / ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۳۳۳ شمار ۱۳۹۴ - ترتیب شریف صفحہ ۹۹)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ مجھ پر جو شخص ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ سبحانہٗ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔

(ابو ھریرہؓ / مسلمؒ / مشکوٰۃ شریف

جلد اول ـ صفحہ ۱۸۶ شمار ۸۵۱ - ترتیب شریف صفحہ ۹۹)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو کوئی میرے اوپر ایک بار درود بھیجے گا۔ اللہ سبحانہٗ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ اور دس گناہ معاف ہوں گے، اور دس درجے اس کے بلند ہوں گے،

(انس بن مالکؓ / نسائیؒ / نسائی شریف

جلد اول، صفحہ ۳۲۰ - ترتیب شریف صفحہ ۹۹)

حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتلائیں، کہ میں اس کے لئے کتنا وقت مقرر کروں! اپنے اعمال و اوراد میں سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس قدر تو چاہے، اگر زیادہ کرے گا، تو تیرے لئے بہتر ہو گا! میں نے عرض کیا، آدھا وقت مقرر کر دوں؟ فرمایا۔ جس قدر تو چاہے، اگر زیادہ کرے گا، تو تیرے لئے بہتر ہو گا! میں نے عرض کیا! دو تہائی وقت مقرر کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس قدر تو چاہے۔ اگر تو زیادہ کرے گا، تو تیرے لئے بہتر ہو گا! میں نے عرض کیا،

اپنی دعا کا سارا وقت مقرر کر دوں ؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ کفایت کرے گا، اور تیرے دین و دنیا کے مقاصد کو پورا کریگا، اور تیرے گناہ دور کئے جائیں گے !

(ابی بن کعبؓ / ترمذیؒ / مشکوٰۃ شریف

جلد اول صفحہ ۱۸۷ شمار ۹ ۸۶۔ ترتیب شریف صفحہ ۱۰۰)

حضرت عبد اللہ (بن مسعودؓ) روایت کرتے ہیں، کہ ایک مرتبہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی وہاں رونق افروز تھے، جب میں نماز میں بیٹھ گیا، تو پہلے میں نے اللہ سبحانہٗ کی حمد و ثنا کی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، پھر اپنے لئے دعا مانگی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مانگ، تجھے دیا جائے گا، مانگ، تجھے دیا جائے گا ! اس باب میں حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے بھی روایت ہے، حضرت عبد اللہ (بن مسعودؓ) کی حدیث حسن و صحیح ہے (ترمذی شریف جلد اول صہ ۱۱۹ شمار ۵۳۰)

(ترتیب شریف صفحہ ۱۰۰)

حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے، کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی تھی، ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی پاتے ہیں ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میرے پاس فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) آیا، اور بولا۔ اے محمد ! صلی اللہ علیہ وسلم ! اللہ سبحانہٗ فرماتا

ہے، کیا تم خوش نہیں ہوتے ! جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا ایک بار، میں اس پر دس بار رحمت بھیجوں گا۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا (ایک بار) میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا !

(نسائی شریف جلد اول صفحہ ۳۱۶/۱۔ ترتیب شریف صفحہ ۱۰۱)

حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں، کہ جب تک تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجو گے، تب تک تمہاری دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق (لٹکی) رہے گی، ذرا بھی اوپر نہیں چڑھے گی !

(ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۹۹ شمار ۴۴۳ ترتیب شریف ص ۱۰۱)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہو گا، جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے (یہ حدیث حسن وغریب ہے) روایت ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ سبحانہٗ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے، اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھتا ہے۔

(عبد اللہ بن مسعودؓ / ترمذیؒ / ترمذی شریف

جلد اول صفحہ ۹۹ شمار ۴۴۲، ترتیب شریف ص ۱۰۱)

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کہتے ہیں، کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے۔ اللہ سبحانہٗ اور ملائکہ اس پر ستّر مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ (عبد اللہ بن عمروؓ / احمدؒ)

(مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۸۷ شمار ۸۶۵ ترتیب شریف ص ۱۰۱)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک اللہ سبحانہٗ کے فرشتے زمین

یں پھرا کرتے ہیں، اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں (عبداللہؓ ابن مسعود) نسائیؒ

(نسائی شریف جلد اول صفحہ ۳۱۶ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، جو کچھ وہ درود میں کہتا ہے، وہی فرشتے اس پر بھیجتے ہیں، اب یہ انسان کو اختیار ہے، کہ مجھ پر درود کم پڑھے یا زیادہ پڑھے (عبداللہ ابن عامرؒ / ابن ربیعہؓ / ابن ماجہؒ)

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۵ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جو شخص مجھ پہ درود پڑھے گا رہ جنت کا راستہ نہ بھولے گا (ابن عباسؓ / ابن ماجہؒ)

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۵ - ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مجھ پر سلام بھیجے، مگر یہ کہ اللہ سبحانہ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں (ابوہریرہؓ / ابوداؤدؒ / بیہقیؒ)

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۸۶ شمارہ ۸۵۵ ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ اپنے گھروں کو قبروں کی مانند نہ بناؤ، اور میری قبر پہ عید اور خوشی نہ کرو، البتہ مجھ پر درود بھیجو، اس لئے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے، خواہ تم کہیں ہو!

(ابوہریرہؓ / نسائیؒ / مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۸۶ شمارہ ۸۵۶)

(ترتیب شریف صفحہ ۱۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ، کہ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے ، تو ایک فرشتہ اس درود کو لے کر اللہ تعالٰے کی پاک بارگاہ میں پیش کرتا ہے ۔ وہاں سے حکم ہوتا ہے ۔ کہ اس درود کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ یہ اس کے لئے استغفار کرے گا ۔ اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو گی (ابو علی بن البنا والدیلمی فی سند الفردوس)

حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھے ۔ اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی (طبرانیؒ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ جو شخص مجھ پر درود بھیجے کسی کتاب میں ، (یعنی لکھے) ہمیشہ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے ۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا (جلاء الافہام)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ اپنی مجالس کو درود شریف سے مزین کیا کرو ۔ اس لئے کہ مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لئے قیامت میں نور ہے ۔ (القول البدیع)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں ۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالٰے کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں ۔ جو (زمین میں) پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں (نسائیؒ / ابن حبانؒ / حاکمؒ)

درود شریف

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے، کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا، پس ایک آدمی آیا، اور سلام کہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا، اور خندہ پیشانی فرمائی، اور اپنے پاس بٹھایا، پس جس وقت اس آدمی نے اپنی حاجت پوری کہ لی، اٹھ کھڑا ہوا۔ پس سرور کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (صدیق اکبرؓ سے) فرمایا، اے ابوبکرؓ! یہ وہ آدمی ہے، جس کے لیے روزمرہ ساری زمین والوں کے برابر بلندی دی جاتی ہے، عرض کی میں نے، کہ وہ کیسے؟ فرمایا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) کہ جب بھی یہ شخص صبح کرتا ہے، مجھ پر دس بار ایسا درود پڑھتا ہے، جو درود ساری مخلوق کے درود کے برابر ہے۔ میں (ابوبکرؓ) نے عرض کی، وہ کس طرح؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یہ کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پر میری طرف سے اتنے درود بھیج

عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ كَمَا

جتنے درود تیری ساری خلق بھیجا کرتی ہے اور درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

جیسے کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجیں اور درود بھیج حضرت محمد

النَّبِیِّ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ

(صلی اللہ علیہ وسلم) پر جیسے کہ تو نے ہمیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے کا (حکم) فرمایا ہے

(ابوبکر صدیقؓ الکنز العمال جلد اول صہ ۲۱۳ شمار ۲۹۹۲۔ ترتیب شریف صفحہ ۱۴۸)

○

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، کہ صحابہ کرامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک آدمی لے کر حاضر ہوئے، تو صحابہؓ نے اس آدمی کے خلاف گواہی دی، کہ اس شخص نے ان کی اونٹنی چوری کی، پس اس گواہی کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، پس وہ آدمی بھاگا یہ کہتا ہوا :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج یہاں تک کہ تیرے درودوں میں

صَلَوٰتِکَ شَیْءٌ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی

سے کچھ باقی نہ رہے، اور برکت دے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہاں تک کہ تیری

مِنْ بَرَکَاتِکَ شَیْءٌ وَ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا

برکتوں میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ اور سلام بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

یَبْقٰی مِنْ سَلَامِکَ شَیْءٌ

یہاں تک کہ تیرے سلام سے کچھ باقی نہ رہے

پس بھول گیا اونٹ (ان کو) عرض کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آدمی

بَری ہو امیری چوری کرنے سے، پس فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ اس آدمی کو کون میرے پاس لائے گا، تو ستر آدمی اہلِ مسجد میں سے دوڑے، پھر اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لایا گیا۔ پس فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے جوان! تم نے ابھی ابھی کیا کہا۔ اس حال میں کہ تو لوٹ کر جا رہا تھا؟ تو اس آدمی نے اس درود شریف کی خبر دی۔ پس فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے، اسی لئے دیکھا میں نے فرشتوں کو، کہ چلتے تھے مدینہ (منورہ) کے محلوں میں اس حال میں، کہ محلوں کو بھر دیتے تھے (اتنی کثیر تعداد کے ساتھ) کہ قریب تھا، کہ میرے اور تیرے درمیان حائل ہو جاتے، پھر اس کے بعد فرمایا اُس سے، تو ضرور ضرور پلصراط پر سے گذرے گا، اور اس حال میں، کہ تیرا چہرہ زیادہ روشن ہوگا (سعید ہوگا) چودھویں رات کے چاند سے

عبد اللہ ابن عمرؓ / کنز العمال جلد اول

صفحہ ۲۱۶ - شمارہ ۱۵۰۱۴ - ترتیب شریف صفحہ ۱۴۸

○

دارقطنی کی ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے، کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسّی مرتبہ درود شریف پڑھے، اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کئے جائیں گے، کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! درود کس طرح پڑھا جائے؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِيِّكَ وَ

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو تیرے بندے اور تیرے نبی

رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

اور تیرے رسول نبی امی ہیں

اور یہ پڑھ کر ایک انگلی بند کرے (انگلی بند کرنے کا مطلب یہ ہے

کہ انگلیوں پر شمار کیا جائے۔

○

نزہتہ المجالس میں بروایت طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے، کہ جو شخص صبح وشام

یہ درود پڑھا کرے، وہ اس کا ثواب لکھنے والوں کو ایک ہزار دن تک

مشقت میں ڈالے رکھے گا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى

اے اللہ! پروردگار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درود بھیج حضرت محمد

اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اجْزِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر اور جزا دے حضرت

مَا هُوَ اَهْلُهٗ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کے کہ وہ اہل ہیں

○

حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کہ جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو، وہ اپنی دعا میں اس طرح کہا کرے، تو یہ (بصورت درود) دعا اس کے لئے زکوٰۃ یعنی صدقہ کے قائمقام ہے، اور مومن کا پیٹ کسی خیر سے کبھی نہیں بھرتا۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔

وہ دعا (درود شریف) یہ ہے :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَ

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو تیرے بندے ہیں اور

صَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ

تیرے رسول ہیں اور رحمت بھیج مومن مردوں اور مومن عورتوں پر اور مسلمان مردوں

وَالْمُسْلِمَاتِ

اور مسلمان عورتوں پر

(رواہ ابن حبانؒ - والقول البدیع للسخاوی وغیرہ)

○

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے، کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو، کہ جب وہ درود پڑھا کرے ہمارے گھرانے پر، تو اس کا ثواب بہت بڑے پیمانے میں ناپا جائے، تو وہ ان الفاظ سے درود پڑھا کرے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی امی ہیں اور آپ کی بیویوں پر

اَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ

پر جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ کی آل اولاد پر اور آپ کے

بَیْتِهٖ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ

گھرانے پر جیسا کہ درود بھیجا آپ نے آل ابراہیمؑ پر بیشک آپ ہی

حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

سزاوار حمد ہیں بزرگ ہیں

(رواه ابو داؤدؒ / القول البدیع)

امام سخاویؒ نے "القول البدیع" میں حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے، کہ جو شخص چاہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے بھرپور پیالہ پیوے، وہ یہ درود پڑھا کرے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل پر اور

وَ اَوْلَادِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَ اَهْلِ

اصحابؓ پر اور اولاد پر اور ازواج پر اور ذریت پر اور اہل بیت پر اور

بَیْتِهٖ وَ اَصْهَارِهٖ وَ اَنْصَارِهٖ وَ اَشْیَاعِهٖ

اصہار پر اور انصار پر اور آپؐ کے (متبع) گروہ پر

وَ مُحِبِّيهِ وَ اُمَّتِهٖ وَعَلَيْنَا اَجْمَعِيْنَ يَآ

اور محبین پر اور (ساری) امت پر اور ہم سب پر اے

اَرْحَمَ الرّٰاحِمِيْنَ ط

ارحم الراحمین !

(القول البدیع ۔ شفاء قاضی عیاض ؒ)

○

حضرت رویفع ؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص (درود کے کلمات) اس طرح کہے، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ ! درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط

کی آل پر اور ان کو قیامت کے دن اپنے مبارک مقام قرب میں جگہ دے

(رواہ احمدؒ وطبرانیؒ، القول البدیع ص۴۲)

○

ابن ابی عاصم ؒ نے مرفوع روایت نقل کی ہے، کہ جو شخص سات جمعے سات سات بار یہ درود شریف پڑھے، میری شفاعت اس کے لئے واجب ہو گئی :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر ایسا

صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَّلَهٗ جَزَآءً وَّلِحَقِّهٖ

درود نازل فرما جو تیری رضا کا ذریعہ ہو۔ اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے پورا

اَدَآءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ

بدلہ ہو اور آپ کے حق کی ادائیگی ہو۔ اور آپ کو وسیلہ اور مقام محمود کہ جس کا تو نے

الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

وعدہ کیا ہے عطا فرما۔ اور حضورؐ کو ہماری طرف سے ایسی جزا عطا فرما جو آپ کی

وَاجْزِهٖ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ

شان عالی کے لائق ہو اور آپ کو ہماری طرف سے ان سب سے افضل بدلہ عطا فرما جو تو نے

اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ

کسی نبی کو اسکی امت کی طرف سے عطا فرمایا ہے اور یا ارحم الراحمین حضورؐ کے تمام برادران

وَالصّٰلِحِيْنَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ط

انبیاءؑ وصالحین پر درود نازل فرما

(القول البدیع صفحہ ۴۸)

○

علامہ ابن المشتہرؒ سے مروی ہے، کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی ایسی حمد کرے، جو اس سب سے زیادہ افضل ہو جو اب تک اس کی مخلوق میں سے کسی نے کی ہو، اولین و آخرین اور ملائکہ مقربین آسمان والوں اور

زمین والوں سے بھی افضل ہو، اور اسی طرح جو یہ چاہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا درود پڑھے، جو اس سب سے افضل ہو، جتنے درود کسی نے پڑھے ہیں، اور اسی طرح یہ بھی چاہتا ہو، کہ وہ اللہ جل شانہ، سے کوئی ایسی چیز مانگے، جو اس سب سے افضل ہو، جو کسی نے مانگی ہو۔ تو وہ یہ پڑھا کرے :

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَآ اَنْتَ اَهْلُهٗ

اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد ہے، جو تیری شان کے لائق ہے پس تو حضرت

فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَآ اَنْتَ اَهْلُهٗ وَافْعَلْ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیج جو تیری شان کے مناسب ہے اور ہمارے ساتھ

بِنَا مَآ اَنْتَ اَهْلُهٗ فَاِنَّكَ اَنْتَ اَهْلُ التَّقْوٰى

بھی وہی معاملہ کر جو تیرے شایانِ شان ہو، بے شک تو ہی اس کا مستحق ہے کہ

وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ

تجھ سے ڈرا جائے اور تو ہی مغفرت کرنے والا ہے

(القول البدیع ص ۴۹)

○

امام سخاویؒ نے القول البدیع میں نقل کیا ہے، کہ جو شخص چاہے، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے، وہ یہ درود شریف پڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ

مجھے قیامت کو بھی دیکھے گا، اور جو قیامت کے دن مجھے دیکھ سے گا۔ میں
اس کی شفاعت کروں گا۔ اور جس کی میں نے شفاعت کی، وہ میرے حوض سے
پئے گا اور اس کا بدن آگ پر حرام ہو جائیگا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جیسا تو نے ہیں ان پر درود بھیجنے

نُصَلِّيَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ

کا حکم دیا ہے اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو ان کی شان

اَهْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ

کے لائق ہے اے اللہ درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جس طرح تو چاہے اور

تَرْضٰى - اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِى

تیری رضا ہے اے اللہ درود بھیج روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر روحوں

الْاَرْوَاحِ وَعَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَجْسَادِ اَللّٰهُمَّ

میں سے اور جسدِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جسدوں میں سے اے اللہ

صَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِى الْقُبُوْرِ

درود بھیج اوپر قبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کے قبروں میں سے

القول البدیع صہ۳

بحوالہ کتاب الدر المنظم مؤلفہ ابو القاسم البتی

مدرسہ تعلیم الاسلام صفویہ صمدانیہ

دارالاحسان

کی

صلوٰۃ وسلام کے بعد صبح کی دعا

خداوندا! شہنشاہا! تری ذاتِ گرامی ہے
تو ہی رزّاقِ عالم ہے، تری رحمت دوامی ہے
تو ہی مخلوق کا والی، ترا دربار ہے عالی
عطا کر اپنے بندوں کو محبت اور خوشحالی
طفیلِ خواجۂ بطحاؐ عطا کر وہ مسلمانی
سکھاتی ہے غلاموں کو جو اندازِ جہانبانی
ترا یہ دارِ احساں فیض کے دریا بہا ڈالے
یہاں کا بچہ بچہ نقشِ باطل کے مٹا ڈالے
لٹا دے یا الٰہی دارِ احساں کے مکینوں میں
چھلکتی ہے مئے الفت جو مدنی آبگینوں میں

الٰہی نغمۂ حق تیغ کی جھنکار بن جائے!

یہاں کا بچّہ بچّہ دین کا سالار بن جائے!

ترا یہ دادِ احساں پھیر دے ملت کی تقدیریں
سراپا سیف بن کر توڑ دے باطل کی زنجیریں
الٰہی دادِ احساں کو عطا کر فقرِ سلمانی
وہ زورِ حیدری خیبر شکن رمزِ مسلمانی!
تری رحمت سے جاری ہوں یہاں فیض کے دریا
سوا تیرے کسی کی ذات پہ اپنا نہیں تکیہ

○

یَا حَیُّ ـــــ یَا قَیُّوْمُ

آمین!

امروز سعید : پنجشنبہ ۱۳ / ذیقعدۃ النجیب ۱۳۸۹ ہجری المقدس
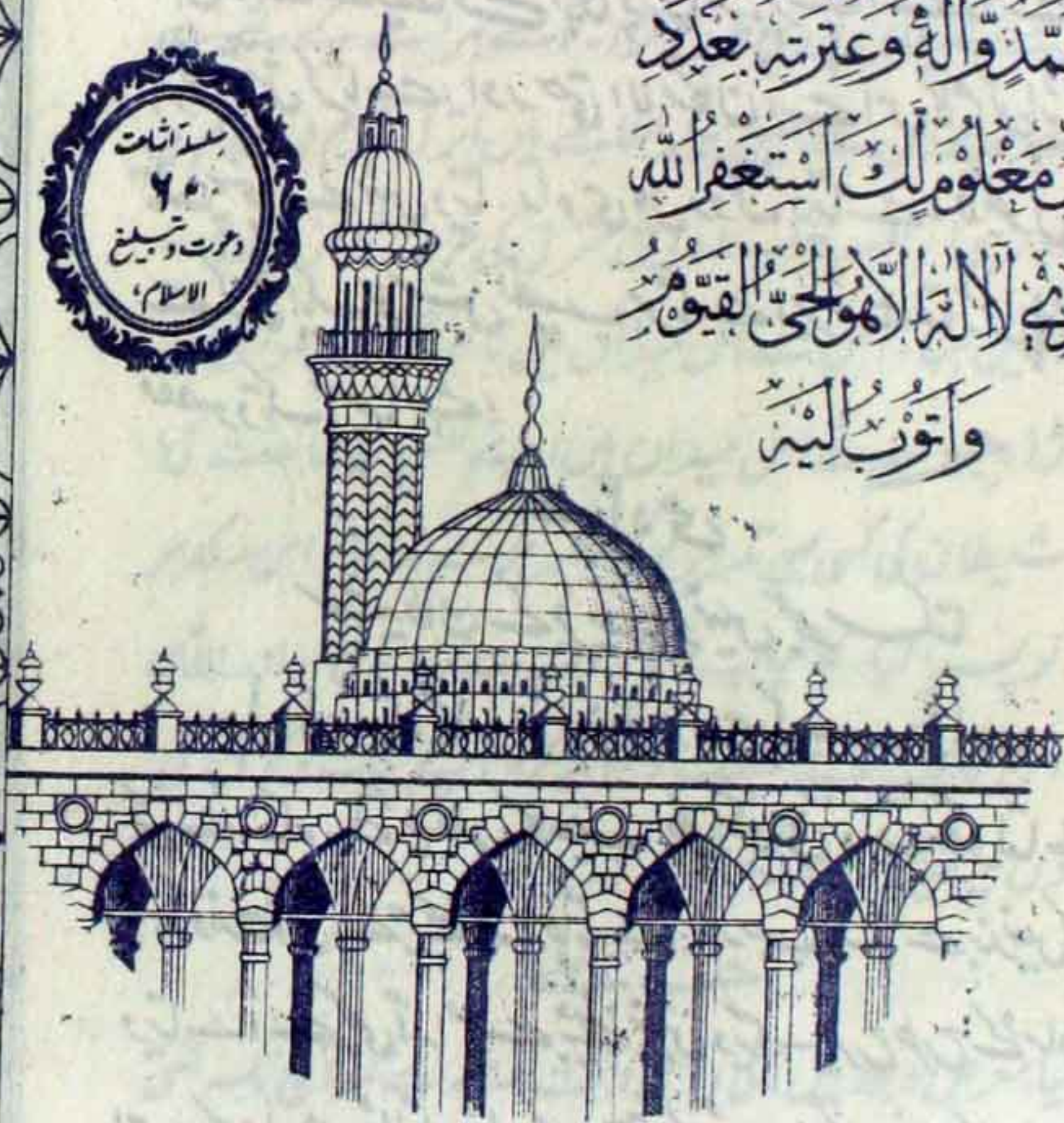
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علیٰ سیدنا
محمد وآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلہ اشاعت
۶۰
دعوت و تبلیغ
الاسلام
سبیل الرشاد
از انیس محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ۞ دار الاحسان
فیصل آباد
پاکستان

انسان

جب نیکی کا کوئی کام شروع کرتے لگتا ہے

اُسی وقت شیطان اپنی پوری تدبیر سے اُسے روکنے کی ہر کوشش کرتا ہے، اور حتی الامکان اُسے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے نہیں دیتا۔ راہ ہی میں روک دیتا ہے۔ لاکھوں میں سے کوئی ایک خوش نصیب ہوتا ہے، جو اسے لتاڑ کر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے،

ہر آدمی

شیطان کے فریب کو نہیں سمجھ سکتا

دِل کی بے کاہ و بنجر وادی کو سیراب کرنے کے لئے فیض کا جب بھی کوئی باب کھلتا ھے

اُسی وقت اس کے پیچھے لگ جاتا ہے، اور جب تک اسے بند نہیں کروا دیتا۔ اُسے کبھی آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ طرح طرح کے وساوس اس کے دل میں ڈالتا رہتا ہے، جتنے کہ اُسے بھٹکانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ بندہ جب تک

تزکیۂ نفس

کے لئے کسی منزل کی جستجو نہیں کرتا۔ شیطان کو بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، لیکن جب کسی منزل پہ گامزن

ہونے لگتا ہے، اُسی وقت اُسے اس منزل سے روکنے کے لئے
جو تدبیر بھی وہ عمل میں لا سکتا ہے، لاتا ہے،

فقر کے میدان میں

فقیر سے شیطان پوری طرح لڑا۔ اُسے ہرانے کے لئے اپنے
پورے ہتھیاروں سے لیس ہو کر مقابلے میں اترا۔ قدم قدم پر
حملہ آور ہوا۔ جب تک وہ اپنی منزل کی طرف گامزن رہا۔
پیچھے نہیں ہٹا۔ اُس نے اس میدان میں نامی گرامی پہلوان کو
پچھاڑا جس نے اس میدان میں اپنے نفس کی مخالفت کی،
اور شیطان کی کسی بھی تدبیر کو کارگر ہونے نہ دیا، اس کے ہر
حملے کو پسپا کیا۔ کامیاب ہوا۔ اللہ سے مراد پائی۔ اور اللہ
نے اس کامیاب **جہاد** کا تذکرہ اپنے نیک لوگوں کی
زبانوں پہ ہمیشہ زندہ رکھا۔

جب سے

یہ دنیا معرضِ وجود میں آئی، اسی وقت سے لے کر آج تک گنتی
کے چند جوان مرد ہیں، جنہوں نے اس راہ میں شیطان کو پچھاڑا،

ہر صالح عمل

جس میں تسلسل ہو، شیطان کے حملے کی پوری روک کرتا ہے

شیطان کے بے شمار حربوں میں سے سب سے مہلک حربہ

سالک کے عمل کو باطل کرنا ہے!

اِس لئے

جب تک کوئی عمل قائم رہتا ہے، اس کی برکت سے شیطان کا کوئی حملہ اس پہ کارگر نہیں ہوتا۔ صالح عمل جس طرح اپنے عامل کو قبر میں قبر کے عذاب سے بچاتا ہے، اسی طرح دنیا میں بھی اسے شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتا ہے، اور عمل کا تسلسل اللہ کی عین رحمت ہے، اللہ جس پہ راضی ہو جاتے ہیں، اسے صالح عمل کی توفیق بخشتے ہیں — ساری دنیا میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں میں سے

چند سَو صاحبِ منزل ہیں!

طریقت میں ایک امر ایک منزل ہے

اور صاحبِ منزل وہ ہے

جو جب کسی امر پہ کمر باندھ لیتا ہے، اسے جیتے جی کبھی ترک نہیں کرتا — جب تک دم میں دم باقی رہتا ہے، اپنے مقام پہ ڈٹا رہتا ہے — یعنی جہاں قدم رکھ دیتا ہے پیچھے نہیں ہٹاتا اور نہ ہی کبھی ہار کر بیٹھتا ہے۔ سالک جب شوق کی سواری پہ چڑھ کر اپنی منزل میں اترتا ہے، کوئی ناکامی اسے ناکام نہیں کرسکتی — حتیٰ کہ کامیاب ہوجاتا ہے

علم منزل نہیں عمل منزل ہے

تقریریں درکار نہیں — نمونہ درکار ہے!

سلوک کی بنیاد عمل پہ ہے

محض علم پہ نہیں!

اب آپ اپنے ہی دل سے پوچھیں — کیا آپ

صاحبِ منزل ہیں — اگر نہیں، تو کیوں نہیں؟

جب تک

کوئی کسی منزل پہ گامزن نہیں ہوتا۔ اس کا علم اسکے کسی کام نہیں آتا — شیطان کا تختۂ مشق بنا رہتا ہے، اور وہ اُسے اپنا ایک کھلونا سمجھ کر اس سے طرح طرح کی کھیلیں کھیلتا رہتا ہے،

منزل کے چند عملی نمونے

مثلاً

* کسی سے جو وعدہ کرے، پورا کرے، کبھی وعدہ خلافی نہ کرے، یہ ایک منزل ہے، اگر کوئی اس پہ کاربند رہے، اس ایک عمل ہی کی برکت سے پورا کامیاب ہو۔
* اسی طرح سچ بولنا ایک منزل ہے — اگر کوئی کبھی جھوٹ نہ بولے — جب بولے سچ بولے — یہ اس کی ایک منزل ہے اگر وہ اس پہ ہمیشہ کاربند رہے۔ اس ایک عمل کی برکت سے تمام ضروری برکات حاصل ہوں۔

* ترکِ غیبت ایک منزل ہے، اگر کوئی کبھی کسی کی غیبت نہ کرے، غیبت سے اپنی زبان کو ہمیشہ پاک رکھے، یہ ایک منزل ہے، اس ایک ہی منزل کی برکت سے ہر جا مقبول ہو، اور کوئی بھی اس کی کبھی غیبت نہ کرے، کسی کو یہ جرأت ہی نہ رہے، کہ اسکی غیبت کرے — جو خود کسی کی غیبت نہیں کرتا، پھر اس کی بھی کوئی غیبت نہیں کرتا — غیبت کرنے والے کی ہی لوگ غیبت کرتے ہیں — آج ہم سب ایک دوسرے کی غیبت کرنے میں مصروف ہیں، کوئی بھی اس سے بچا ہوا نہیں، آپ اسے ترک کرکے دیکھیں، آپ کی کبھی کوئی غیبت نہیں کرے گا۔

* اِسی طرح چُغلی سے باز رہنا ایک منزل ہے۔

جو کسی کی چغلی نہیں کرتا۔ اس کی بھی کوئی چغلی نہیں کرتا۔ جو چغلی نہیں کرتا، وہ کسی کی چغلی سنتا بھی نہیں، اگر کوئی اس سے کسی کی چغلی کرنے لگتا ہے، یہ کہہ کر روک دیتا ہے — کہ بھئی — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔ اسے مت کرو — اور نہ ہی میں نے اسے سُننا ہے، جب دو چار چغل خوروں سے اس طرح آپ نے سوال وجواب کیا پھر کوئی آپ کے پاس کسی کی چغلی نہیں کرے گا۔ یہ آپ کی بہترین تبلیغ ہے — اس کا اس سے بھی ایک مؤثر علاج یہ ہے — کہ چغلی کرنے والے سے کہیں، کہ چلو۔ ہم دونوں

اس بندے کے پاس چلتے ہیں، جس بندے کی بابت آپ مجھے کچھ کہہ رہے ہیں۔ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو، اس کے سامنے ہو کر کہنا یقیناً وہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکے گا۔

★ **حسد ترک کرنا ایک منزل ہے۔**

حسد تقریباً ہر کسی میں پوری طرح جلوہ گر ہے، کسی میں خفی کسی میں جلی — کسی میں دونوں — جب آپ کے دل میں کسی کا حسد پیدا ہو، تو یوں سوچا کریں، کہ حسد نیکیوں کو یوں جلا دیتا ہے، جیسے آگ خشک لکڑیوں کو — اور اس سے نادان اور کون ہو سکتا ہے، جو اپنی کمائی ہوئی نیکیوں کو اپنے ہی ہاتھوں جلا کر بھسم کر دے، پھر اسے حاصل بھی کچھ نہ ہو۔ ایک آدمی سارا دن کوئی چیز کماتا رہا، شام کو اسے دریا میں بہا آیا، اسے اس کمائی سے کیا حاصل ہوا۔ کوئی دوسرا اسے خراب کر دیتا، تو اتنا رنج نہ ہوتا، جتنا کہ اپنی کمائی کو اپنے ہاتھوں ضائع کرنے کا رنج ہوتا ہے، نیکیاں ھی تو ہماری زندگی کا حاصل۔ اور بہترین قیمتی متاع ہیں — انہیں ہم بلا وجہ جلا کر بھسم کئے جا رہے ہیں

اگر کوئی

آپ سے حسد کرے، تو اسے اللہ کے حوالے کر دیں — اور وہ آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا۔

★ **حیا ایک منزل ہے** ۔ یہ اسلام کی ایک بہترین صفت ہے

اللہ اپنے لطف و کرم سے ہمیں حیا کا ایسا لبادہ اوڑھائیں جسے اوڑھ کر ہم بے حیائی کا کوئی بھی کام نہ کر سکیں۔ جہاں حیا اسلام کی بہترین صفت ہے، وہاں مشکل ترین بھی ہے۔! ہر جا بے حیائی کا جال پھیلا ہوا ہے، اس سے کوئی بھی خالی نہیں۔ نہ معلّم۔ نہ متعلّم۔ نہ پیر۔ نہ مُرید۔ نہ سالک۔ نہ درویش، نہ صُوفی نگہ وہ۔ اور صرف وہ۔ جس کو حیا تیری عنایت سے عطا ہو

یاحیی یاقیوم

حیا تن کے ہر حصے سے تعلق رکھتی ہے، حقیقت یہ ہے، کہ ہر کسی کے کسی نہ کسی جگہ کوئی نہ کوئی بیحیائی موجود رہتی ہے

(۱)

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

قرآن کریم متقیوں کو راہ دکھاتا ہے، صرف متقی ہی اس کتاب سے ہدایت پا سکتے ہیں، بحث تقویٰ کے منافی ہے، متقی کبھی بحث نہیں کرتے، کسی سے بھی اور کسی بھی مسئلے پہ بحث نہیں کرتے، کسی مسئلے کو ایک بار سمجھا کر، یہ کہہ کر " کہ اس سے زیادہ کی مجھے خبر نہیں۔ چپ ہو جاتے ہیں۔ امر و نہی۔ جو دین کی اصل ہیں، ان کی تو کوئی پرواہ نہیں کی جاتی،

اور ایسے فقہی مسائل — جو فروعی ہیں، ان پہ اتنی شدت سے
کلام کی جاتی ہے، کہ سننے والے بیزار ہو جاتے ہیں — کیا تمام
اختلافی مسائل کو سلجھانے کے لئے یہ ایک کلیہ قاعدہ کافی نہیں
کہ دین کے چاروں مجتہدین — اور ان چاروں ہی کے مقلدین
اپنی اپنی جگہ سیدھی راہ پہ ہیں! جو جس امام کی تقلید کرتا
ہے، حق پر ہے، جب ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈالتے ہیں
تو دیکھتے ہیں، کہ ہماری کوئی بھی شے قرآن اور سنّت کے مطابق
نہیں — نہ ظاہری — نہ باطنی،

عقائد کی نظریاتی جنگ

کوئی منزل نہیں — دین کی کوئی خدمت نہیں — نہ ہی اس کا
کوئی ثواب — اسی طرح

بحث و مباحثہ بھی کوئی منزل نہیں

مباحثہ تو ہے ہی تضیعِ اوقات

بے جا قیل و قال اور کثرتِ سوال سے خود حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے، اور یہ بھی بتایا ہے — کہ
اللہ تعالےٰ کو بھی یہ ناپسند ہے۔

علم و عمل لازم و ملزوم ہیں

علم اپنے عالم سے عمل کا تقاضا کرتا ہے!

محض علمی مجالس، جو اعمال صالح پر منتج نہ ہوں، ایک بے روح جسم

کی مانند ہیں ۔۔۔ یہ علمی مجالس اخلاق سے گرے ہوئے طعنوں فتووں اور قلبی بغض وعناد پر ختم ہوتی ہیں۔

یہ کوئی منزل نہیں،

نہ ہی یہ دینِ اسلام کی کوئی خدمت ہے،

اِس سے ملت کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچتا

اللہ تعالیٰ

اور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات اخلاق وکردار کی اصلاح وتعمیر ۔ اور عملی طور پر اسلام کی تکمیل و تعلیم پر زور دیتی ہیں

اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ترغیب بڑے پیارے انداز میں طرح طرح کی مثالیں دے دے کر ذہن نشین کرانے کی پوری کوشش کی ہے۔

ان تمام تعلیمات کو

پسِ پشت ڈال کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو نشانۂ بحث بنانا ۔۔۔ ایک دوسرے پر شرک وکفر کے فتوے لگاتے رہنا ۔۔۔ مختلف وغیر متفق مسلمانوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے اختلاف ونفاق کی دیواروں کو پختہ کرتے رہنا کوئی منزل نہیں ۔۔۔ اس سے اسلام

کو کوئی تر و تازگی نہیں پہنچتی — اور نہ ہی اس کا کوئی ثواب ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے

کفارِ عرب کو توحید کا پیغام دینے میں بڑے

خُلق عظیم کا مظاہرہ فرمایا

مختلف الخیال احباب کو اپنے ہمخیال بنانے کے لئے

محبّت بہترین حربہ ہے'!

محبّت کی بجائے شدت اختیار کرنا کوئی منزل نہیں، دین اسلام کی کوئی خدمت نہیں، اس سے ملّت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا — قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان میں

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

فرمایا ہے۔ کہ "وہ آپس میں بڑے رحیم و حلیم تھے، ان کی شدت اسلام کے دشمنوں کے خلاف استعمال ہوتی تھی۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں، — وہ اپنے کسی بھی بھائی کی معمولی سی تکلیف دیکھ کر تلملا اٹھتے تھے، اگر آپس میں کبھی اختلاف ہو بھی جاتا تھا — تو جب تک ایک دوسرے کو راضی نہ کر لیتے، چین نہ پاتے، لیکن ہمارا حال اس کے

بالکل برعکس ہے — دین کا علم حاصل کر چکنے کے بعد ہم میں آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی اور محبت پیدا ہونی چاہیئے تھی —

یہی دین کا علم حاصل کرنیکا مُدّعا ہے

نہ معلوم ! یہ کیا وجہ ہے — کہ علم حاصل کر چکنے کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے اس قدر نفرت ہو جاتی ہے ، کہ سلام تک کہنا پسند نہیں کرتے ، سلام کا جواب نہیں دیتے ، ایک دوسرے کو اپنا نہیں — غیر سمجھ کر اور دور ہونے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ، اگر کوئی مر جائے ، تو جنازے کے ساتھ شامل نہیں ہوتے — اگر کوئی دعوت کرے تو قبول نہیں کرتے - اگر کوئی بیمار ہو جائے ، تو عیادت کے لئے نہیں جاتے — اگر کوئی مصالحت کی کوشش کرتا ہے ، تو اس کا خیر مقدم کرنے کی بجائے استہزاء کرتے ہیں — اور یہ کوئی منزل نہیں ! — اس سے اسلام کو کبھی ترو تازگی نہیں پہنچ سکتی !

اِسلام سراسر خیر خواہی ، محبت اور سلامتی کا پیغام ہے

لیکن

ہم نے اپنی فکر کی بے لگامی سے اسے اپنے لئے باعثِ نفاق و اختلافات بنا لیا ہے — بجائے اس کے — کہ ہم امن و سلامتی

کی پیاسی دنیا کو اسلام پیش کر کے محبت و اخوت اور باہمی ہمدردی سے ہمکنار کرتے ۔ ہم اسلام کے نام لیوا ہو کر اسلام کی ان عطا کردہ بنیادی اور لازوال نعمتوں کو ترس گئے ہیں

اِسُلام

نمونہ سے پھیلا ہے!

نہ تقریر سے پھیلا ہے، نہ تلوار سے

تقریر

نمونہ کی طلب گار ہے، جب تک تقریر کے ساتھ نمونہ نہیں ہوتا کوئی تقریر اور کسی بھی قسم کی تقریر کوئی اثر نہیں رکھتی!

دین کے ۲ دو عالم

جب ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے دین کے کسی معاملہ میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ دونوں کے دلوں سے دین کی حلاوت ختم کر دی جاتی ہے، علم کی برکت اڑ جاتی ہے ۔ محبت

جو دین کی روح ہے ـــ وحشت میں تبدیل ہو جاتی ہے؛
اور فساد کے سوا کوئی شے باقی نہیں رہتی

اللہ نے

اپنی کتاب کی ابتداء میں ایمان و کفر و نفاق کے بعد سب سے پہلی یہی تنبیہہ فرمائی ـــ

لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ (البقرہ)

"یعنی نہ فساد کرو بیچ (میری) زمین کے ـــ!"

اور فساد سے مراد ہر بات ہے، جو فساد کی موجب ہو؛

فساد دلوں کے اطمینان کی موت ہے، فساد اور امن دو متضاد چیزیں ہیں، جہاں فساد ہوگا، امن نہیں رہتا، اور امن ہی سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے،

ہمارا حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بالکل خلاف ہے، ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بالکل پرواہ نہیں کی۔

○

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ ذِئْبٌ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسا

الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَاخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِیَةَ وَالنَّاحِیَةَ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

بکری کا بھیڑیا ہوتا ہے۔ جو اس بکری کو اٹھائے جاتا ہے۔ جو ریوڑ سے بھاگ نکلی ہو۔ یا ریوڑ سے دور چلی گئی ہو۔ یا ریوڑ کے کنارے پر ہو۔ اور بچو تم پہاڑ کی گھاٹیوں (یعنی گمراہی) سے اور جماعت اور مجمع کے ساتھ رہو۔ (احمد)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ)

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص جماعت سے بالشت بھر (یعنی ایک ساعت کے لئے) جدا ہوا۔ اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیا
(احمد / ابوداؤد)

فرقہ فرق سے ہے

اور

کسی شے کی تکمیل کے بعد اس میں فرق ڈالنا سالمیت کے منافی ہے

فرقہ جماعت کی ضد ہے، اور جماعت — اسلام و ملت کی روح ہے۔ فقہی مسائل میں —

آئمہ کرام کا اختلاف

قابلِ تحسین و داد ہے —!

دین کی محفل

میں جب سے بحث نے قدم رکھا، اعمال رخصت ہوئے، اعمال کے ساتھ ساتھ باہمی محبت بھی اُڑ گئی، ہر شئے کا نام باقی ہے، کام باقی نہیں، نہ حمیت رہی، نہ محبت — نہ حال باقی رہا، نہ مقام — نہ تڑپ نہ جستجو، نہ سوز، نہ گداز — من کے تمتمے بجھ گئے۔

تن من کا پروردہ ہے

من کے ساتھ ہی تن کی رونق بھی عنقا ہو گئی، نہ زبان میں کوئی تاثیر رہی — نہ ہی نگاہ میں

وہ بھی کیا دن تھے،

جب کہ تیری زبان موتی بکھیرا کرتی تھی، تیری نگاہ جس طرف اٹھ جاتی — دم میں دم آجاتا — دلوں کی دوری دور کر دیتی دلوں کو شاد کر دیتی، مخمور کر دیتی، مسرور کر دیتی — تیری نگاہ ہی سے دل سینوں میں زندہ و بیدار رہتے — اور یہی نگاہ دلوں کے قرار چھین لیتی — دل اس کی تاب نہ لا سکتے،

لرزنے لگ جاتے

یہ تھا ہماری ترقی کا دور

جو گذر چکا

ایک یاد باقی رہ گئی — لوگوں کے قصے سنانا کوئی جوانمردی نہیں، اگر کوئی ہے، تو اپنا سنائیں، جگ بیتی بیت چکی، وہ ماضی تھا — گذر گیا — تو حال ہے — اپنا حال سنا! حال ماضی کی تصدیق کرتا ہے،

اے او جینے والے مسلم!

اپنے حال سے ماضی کی تصدیق کر — یہ جوانمردی ہے، اسی میں تاثیر، اسی میں برکت، اور یہی وقت کی پکار ہے

جب

کوئی ہم سے پوچھے، کہ تم کون ہو؟ ہم اپنے دوستوں کو یہ تلقین کیا کرتے ہیں، کہ یوں کہو — کہ "ہم مسلمان ہیں، سادہ مسلمان"! لیکن اب ہم یہ کہتے ہیں — کہ

ہم کچھ بھی نہیں، کبھی ہوا کرتے تھے، لیکن اب کچھ بھی نہیں!

ہم اپنی نااہلی کی بدولت ہر شے کھو چکے ہیں!

بکرے کی یہ تمثیل ہمارے حال پہ عین لاگو ہے —

۷ کبر بکرے نے کیا میرے سوا کوئی نہیں
میں ہی میں ہوں اس جہاں میں دوسرا کوئی نہیں
جب نہ میں مَیں ترک کی ناپائیہ اسباب نے
پھیر دی آکر چھُری تب حلق پر قصاب نے
گوشت ہڈی اور چمڑا جو تھا جسمِ زار میں
کچھ بکا اور کچھ لُٹا کچھ پس گیا بازار میں
رہ گئیں آنتیں فقط مَیں مَیں سنانے کے لئے
لے گیا نداف انہیں دُھنکی بنانے کے لئے
ضرب سونٹے کی پڑی تب تانت گھبرانے لگی!
مَیں کے بدلے تُوہی تُو کی بس صدا آنے لگی!

ہمارے پاس

صرف قال باقی ہے، حال باقی نہیں، اور حال کے بغیر محض قال کی کہیں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہوتی، حال کے بغیر قال زیب ہی نہیں دیتا۔ اگر کہنے والے کو نہیں، سننے والے کو تو ضرور شرم آتی ہے،

ہم میں

کوئی بھی حس باقی نہیں رہی، ہمیں یہ احساس تک نہیں، کہ ہم جو کہتے ہیں اسے سننے والے کیا محسوس کرتے ہوں گے، سننے والوں کے دلوں میں سُنانے والے کی کیا قدر ہوتی ہوگی؟ کچھ بھی نہیں! لوگ ہماری باتوں

کو سُن سُن کر اکتا چکے ہیں، ہم اسلام کے مرجھائے ہوئے پودے
کو تروتازگی پہنچانے کے لئے دین کے میدان میں آئے تھے، اور
یہ ارادہ لے کر آئے تھے، کہ

اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے

اپنی زندگی کی بازی لگا دینگے — اسلام کے وقار و عظمت کو
بلند کرنے کے لئے کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے —

لیکن

فرقوں کی لپیٹ میں آکر

ہم کچھ بھی نہ کر سکے — ہم نے اسلام کے وقار کو بڑی ٹھیس
پہنچائی، اپنی عظمت کو اسلام پہ ترجیح دی۔ اور جو کام بھی کیا
اس میں اپنا ہی ذاتی مفاد مدنظر رکھا۔ دین کی خاطر کوئی بھی قربانی
نہیں دی۔ اور اپنی خاطر دین کی ہر شئے قربان کر دی، چاہیئے
یوں تھا — کہ دین باقی رہتا، اگرچہ ہم باقی نہ رہتے — خود گر
جاتے، لیکن دین کی کسی بھی بات کو کبھی گرنے نہ دیتے — دین کو
زندہ رکھنے کے لئے اپنی زندگی قربان کر دیتے — دین
زندہ رکھتے — اگرچہ خود زندہ نہ رہتے — زہے قسمت — گر
یہ زندگی دین کی زندگی پہ قربان ہوتی۔

یاحیی یاقیوم

ہم دین کی خدمت کا جذبہ لے کر دین کی طرف آئے تھے،

لیکن

ہم سے دین کی کوئی بھی خدمت نہ ہو سکی ، البتہ دین نے ہماری بڑی خدمت کی ، دین ہی کے نام پہ تو ہم نے اس دنیا کو کمایا۔ ورنہ اگر دین کا نام ہمارے اور مخلوق کے درمیان نہ ہو ، ہمیں کوئی پوچھے تک نہ ــــ دین کی آڑ میں ہم نے بہت کچھ کمایا

دین نے

ہمارے سر پر عزت کا تاج رکھا۔ دین ہی کے نام پہ ہم نے وہ دنیا ـــ جس سے کہ دین بیزار ہے ۔ جس کا کہ دین میں جواز ہی نہیں ـــ کمائی ـــ **ہمیں** کیسے کیسے القابات سے نوازا گیا ـــ جن کے کہ ہم قطعی مستحق نہیں ۔ **ہمیں** دین کا لبادہ اوڑھے دیکھ کر لوگوں نے تعریفوں کے پل باندھ دیئے ، گویا کہ ہم نے دین سے ناجائز فائدہ اٹھایا

ہم سے یہ صرف اس لئے ہوا

شاید کہ ہم اس سے عبرت حاصل کریں

لیکن کر نہ سکے !

○

میں نہیں ـــ امت کے والی صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی امت کو اتحاد کی یوں تاکید فرماتے ہیں ـــ کہ

" سارے مومن ایک شخص واحد کی مانند ہیں (یعنی ایک شخص

کے جسم کے اعضا کی مانند) جب اس کی آنکھ دکھتی ہے، تو سارا
جسم دکھتا ہے، اور سر میں درد ہوتا ہے، تو سارا جسم اس کی
تکلیف محسوس کرتا ہے" (مسلم)

○

حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے:" مسلمان مسلمان کے لئے مانند مکان
کے ہے، یعنی سارے مسلمان ایک مکان کے مانند ہیں ـــ کہ
مکان کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط رکھتا ہے ـــ یہ کہہ کر
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی
انگلیوں میں داخل کر کے بتایا۔ کہ سارے مسلمان اس طرح سے
ملے اور جکڑے ہوتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

○

ہمیں یہ انتہائی افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ
زمانۂ حال میں ہم مسلمان ایک دوسرے سے علیحدہ اور دور ہیں،
اگر ہم ان احادیث کی روشنی میں اپنے آپ کو جانچیں ـــ تو ہمیں
یہ ماننا پڑے گا۔ کہ ہم مسلمان تو ہیں ـــ لیکن مومن کہلانے
کے قطعاً مستحق نہیں ـــ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کی احادیث کے مطابق ہاتھ کی انگلیوں کی طرح ملے اور جکڑے
ہوئے نہیں ہیں ـــ اور زمانہ حال میں ملنا اور جکڑے رہنا

تو در کنار ـــ دوری اور بچھڑنا ہمارا شیوہ بن گیا ہے ـ !

اللہ تبارک و تعالیٰ عز وجل ذوالجلال والاکرام

اپنے لطف وکرم سے

ہمارے وہ گناہ ـــ جن کے باعث ہم ایک دوسرے سے

متنفر و بیزار ہیں ـــ بخش دے ـ اور ہمارے دلوں میں

ایک دوسرے کی الفت و محبت بھر دے، تاکہ ایک بار پھر ـ

جیسے کہ کبھی ہوا کرتے تھے ـــ متحد ہو جائیں

یاحیّی یاقیوم ۔ آمین

اپنے اپنے مسلک پہ ہر کوئی سیدھی راہ پہ ہے ۔ اتحاد

میں کیا کچھ نہیں ـــ راحت ہے، عزت ہے ـــ

قوّت ہے، عظمت ہے ـ رفعت ہے ـــ

بلندی ہے ـــ نصرت ہے، فتح ہے ـ ہر

شے ہے اور سب کچھ ہے،

یا اللہ، یا رحمٰن! یا حیّ یا قیّوم!

ہم سب

کی تیرے حضور میں یہی ایک دعا ہے ـــ کہ تو ہمارے مولائے کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کو ایک مرکز پہ متحد کر دے،

اور تیرے سوا کون ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے، یا حیٌّ یا قیوم!

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

ساری خدائی کے دل تیرے قبضۂ قدرت میں مقدور و محکوم ہیں۔ اور تو جیسے چاہتا ہے، دلوں کو پھیرتا رہتا ہے، ہمارے دلوں کو ایک بار پھر سے پھیر کہ ان میں ایک دوسرے کی محبت بھر دے۔ سچی اور پکی محبت

یا حیّی یا قیّوم - آمین!

خدمت

خدمت ایک جامع اور کثیر الاستعمال لفظ ہے، جو ہر معاملہ میں ہر روز بکثرت بولا جاتا ہے۔ جب ہم کسی سے یہ سنتے ہیں، کہ فلاں نے فلاں کی بڑی خدمت کی، تو اسے سُن کر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس نے اس کو بڑا آرام پہنچایا جو کام خود اس نے اپنے لئے کرنے تھے، دوسرے نے اس کے لئے کئے۔ اپنے آرام و آسائش پہ اسے ترجیح دی

خود کو خادم اور اُسے مخدوم بنایا!

اُس کے لئے اپنے راحت و آرام کو قربان کیا۔ اُسے بلند کیا۔ اس کی عزت کو اپنی عزت پہ مقدم جانا۔ جو چیز اس کے لئے چاہیئے تھی، کی۔ اسے راضی رکھنے کے لئے

ہر کوشش کی، جس بھی چیز کی اسے ضرورت ہوئی، پہنچائی، کسی بھی معاملے میں اسے اس کی ضرورت سے محروم نہ رکھا، اس کے ہر حکم کی تعمیل کی، جو بھی کہا ــ مانا ــ جہاں بھیجا گیا

ہر معاملہ

میں اس کے حکم کا محکوم رہا۔ اپنی کسی مرضی کو اس کی مرضی کے خلاف نہ کیا۔ اس کی کسی رائے کی تردید نہ کی، اس کے حضور میں نیستی کا لبادہ اوڑھ کر حاضر ہوا۔ اُس نے جیسے بھی چاہا۔ اُسے استعمال کیا ــ کبھی منکر نہ ہُوا۔ نہ ہی کسی بھی سوال کا نفی میں جواب دیا ــ جو کہا ــ جب کہا ــ ویسے ہی اسی وقت مانا ــ اسے کبھی ملول ہونے نہ دیا۔ ہر وقت خوش رکھا۔ اگرچہ

اہلِ خدمت

ہی خدمت کے صحیح مفہوم کو سمجھ سکتے ہیں ــــ پھر بھی یہ

چند تشریحات

خدمت کی وضاحت کرتی ہیں!

دین کی خِدمت

دین کو زندہ کرنا ہے، یعنی اسے تر و تازگی پہنچانا ہے ــ دین کا جاری کرنا ہی دین کو زندہ کرنا ہے ــ پہلے اپنی

جان پہ نافذ کرنا — اور پھر ساری دنیا میں دین جاری کرنے کی کوشش میں ہمہ تن و من محو و منہمک رہنا ہی دین کی اصل خدمت ہے، — جو دین کہے کرے — جس سے باز رہنے کا حکم دے، باز رہے — دین کے کسی معاملے میں اپنی رائے کو کبھی دخل انداز ہونے نہ دے — دین کو اپنی رائے کے مطابق بدلنے کے بجائے اپنی رائے کو دین کے مطابق بدلے،

دین متین اکمل ہے!

اس کا کوئی بھی معاملہ قابلِ تردید نہیں،

دین اللہ کا ہے!

کوئی بھی مخلوق اللہ کے دین کو تبدیل کرنے کا کیونکہ حق رکھ سکتی ہے۔ دین فطرت کے عین مطابق ہے!

دین کی نشر و اشاعت

دین کی ایک خدمت ہے

یعنی جو دین کسی کو آتا ہے، اُسے وہ قلم سے لکھ کر دوسروں تک پہنچائے،

تقریر دین کی ایک خدمت ہے

دین کی جو بات کسی کو آتی ہو، زبان سے لوگوں کو سمجھائے،

دین کی کسی بات کا

عملی نمونہ

دے کر دین کا مظاہرہ ان دونوں سے

افضل

ہے۔ اور دین کی سب سے بڑی خدمت دین کا خدائی قاصد بن کر ملک ملک پھرنا، اور اسے لوگوں تک پہنچانا — اپنے آرام و آسائش کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اللہ کا برکت والا نام لے کر اللہ ہی کے توکل پہ اللہ کے ملک میں گشت کرتے کو اپنی منزل مقصود ٹھہرانا ہے،

مسافروں کی طرح

ایک منزل پہ اترنا — اور دین کے پورے اثرات لوگوں کے دلوں میں چھوڑ کر کوچ کر جانا ہے — مسافر بھی کبھی کسی سے بحث و مباحثہ کیا کرتے ہیں؟ — ایک منزل پہ اترے — اللہ کا حکم بندوں کو سنایا، اور کوچ کر گئے۔ مسافر کی کسی سے نہ کوئی دوستی ہوتی ہے، نہ دشمنی — اللہ کے بھیجے ہوئے آئے — اور اللہ کا پیغام سنا کر چل دیئے،

صحابہ کرامؓ

کی زندگیاں اسلام کی خدمت کے لئے وقف تھیں۔ اس

سلسلے میں ان کی پوری زندگیاں ہمارے لئے مکمل اور

بے نظیر نمونہ

کی حیثیت رکھتی ہیں — دینِ اسلام کی خاطر انہوں نے مال و جان و ترکِ وطن — غرضیکہ کوئی قربانی دینے سے گریز نہ کیا!

اسی نسبت اور خدمت سے وہ

عظمت کے مینار

بن کر چمکے — ان کا کردار قیامت تک دینِ اسلام کے خادموں کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے، انہوں نے اللہ کے ملک میں اللہ کے توکل پہ اللہ کا پیغام گھوم پھر کر پہنچایا اور جہاں گئے — اسلام کے سکے جما دیئے، اُن کے

نقوشِ پا

سے ہٹ کر جو کوئی خدمت اسلام کا دعوٰے کرتا ہے۔ اس کا دعوٰے خود اپنی تکذیب آپ کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ ساتھ اپنے صحابہؓ کی سنت پر بھی مہر تصدیق ثبت فرمائی — اس کی پیروی کا بھی حکم فرمایا — صحابہ کرامؓ کے بعد دین کی تبلیغ کا پورا ذمہ

صوفیائے عظام

کو عطا ہوا۔ جسے انہوں نے کما حقہٗ ادا فرمایا۔ اور

دینے کا پیغام

عملی نمونہ دے کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ ہم خدمتِ اسلام کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر ہماری خدمتِ اسلام میں صحابہ کرامؓ اور صوفیائے عظام کے کردار کی ہلکی سی جھلک بھی نہیں ملتی،

اگر ہم

اپنے عزم اور دعوے میں خلوص رکھتے ہیں، تو ہمیں عظمت کے ان میناروں کی روشن کردہ شاہراہوں پر چل کر۔ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی راہنمائی میں کام کرتے ہم آئندہ کے لئے نمونہ بن سکیں۔ اور آئندہ وقتوں میں خدمتِ اسلام کرنے والے ہماری پیروی کر کے ہمارے لئے دعائے خیر کریں۔ تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو کر ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے

وما علینا الّا البلاغ

حضور اقدس واکمل جناب رسولِ اکرم واجمل

اطیب واطہر مولائے کریم رؤف الرحیم

روحی فدا صلی اللہ علیہ وسلّم

کی

شان اقدس میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے توسب ناموں کے

معنی کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ذات کی شان

کو کیسے سمجھ سکتا ہے ــــــــ

اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو

ایسی ایسی رمزوں میں بیان کیا ہوا ہے کہ

خالق کے بغیر کوئی بھی مخلوق اس سے

باخبر نہیں۔ مثلاً

طٰہٰ یٰس حٰم طٰس

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ سُبْحَانَ
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اٰمِيْن

امروز سعید : جمعۃ المبارک ۱۴ ذیقعدۃ النجیب ۱۳۸۹ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد و آلہ و عترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم
و اتوب الیہ
سلسلہ اشاعت
٦١
دعوت و تبلیغ
الاسلام
نگاہ
از قلم محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام التجاف الصحاف المقبول المصطفین ◎ دار الاحسان
فیصل آباد
پاکستان
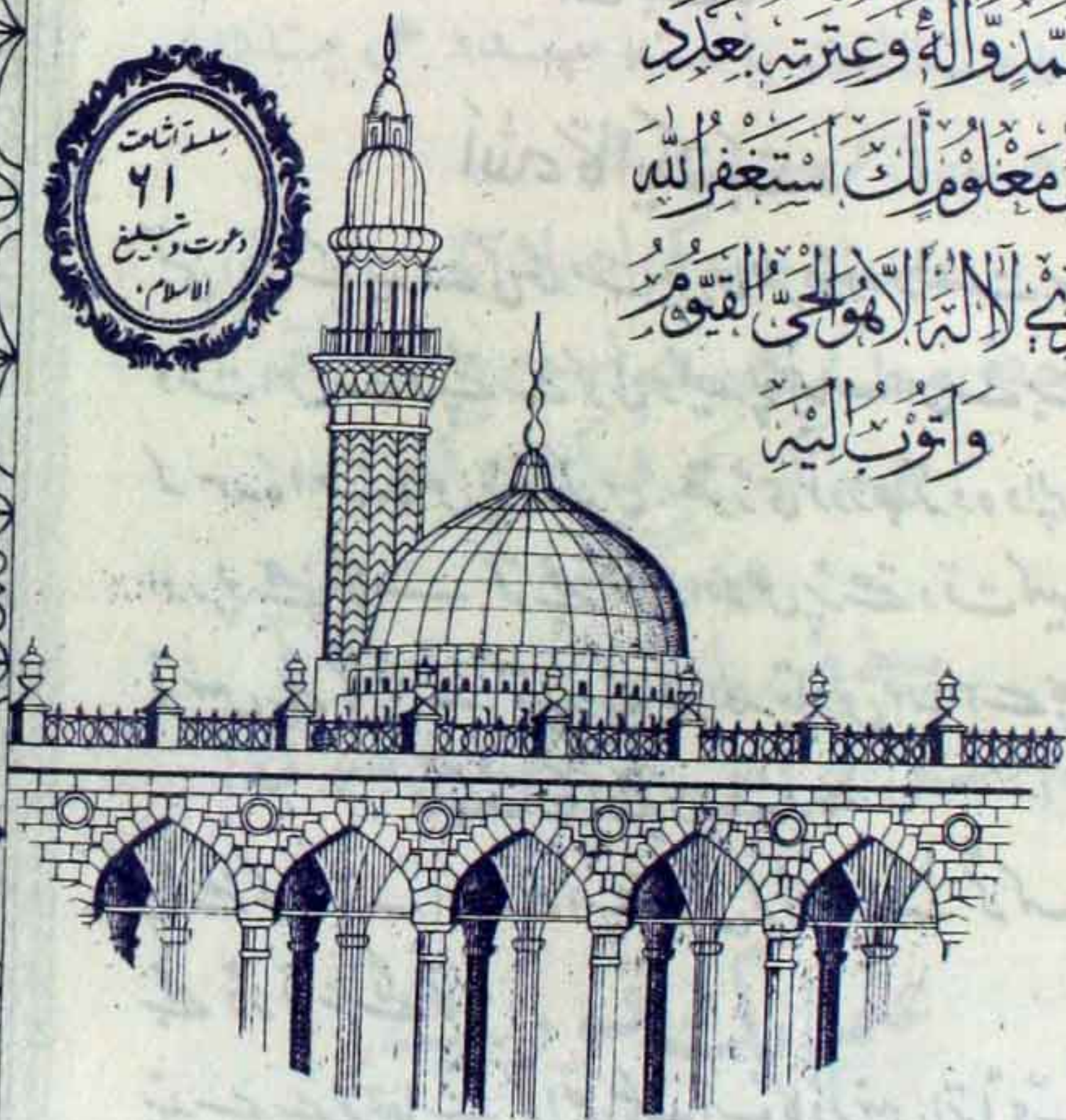
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط
اَمَّا بَعْدُ

اللہ کا ایک بندہ

کسی اللہ کے بندے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رخصت ہوتے وقت اس نے اپنے لئے کوئی وظیفہ پوچھا۔ اس نے بتایا۔ کہ سورۂ اخلاص پڑھا کریں۔ تھوڑی دور جاکر وہ واپس آیا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ "مجھے سورہ اخلاص پڑھتے وقت کہیں ڈر تو نہیں لگے گا"؟۔ "آپ مجھے کچھ اور بتادیں"!۔ اسے پھر

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

پڑھنے کو بتایا۔ اس نے اپنے سوال کو دُہرایا۔ کہ "کہیں مجھے ڈر تو نہ لگے گا"؟

بندے نے پوچھا۔ کہ "ابھی تک آپ کا ڈر نہیں اترا"؟۔ "اگر آپ نے کسی بندے کی غلامی کی ہوتی، تو آپ کو کبھی ڈر نہ لگتا"

اللہ تعالیٰ کا قرب

حاصل کرنے کے لئے کسی اللہ کے بندے کو اپنا رہنما تسلیم کرنا ضروری ہے، اس کی رہنمائی میں اللہ رب العالمین پر کامل بھروسہ کرکے اپنی

منزلِ مقصود کی طرف بے خوف و خطر گامزن رہے

یہ حق ہے۔ کہ

حقیقی ھادی اَللہ ربّ العالمین ہے۔

اللہ کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق

اللہ کا ھدایت یافتہ بندہ ھی بندوں

کی راھنمائی کرسکتا ہے

بندے کی اصلاح

محض مطالعے سے نہیں ہوسکتی

جب تک کوئی کِسی کی

نِگاہ

سے فیض یاب نہیں ہوتا

اُس کی اصلاح نہیں ہوتی!

٭

علم ایک نور ہے

علم سے انسان اچھے بُرے، نیک وبد

جائز و ناجائز، حرام وحلال اور

پاک و ناپاک میں تمیز کرتا ہے۔

علم انسان کو تاریکی سے روشنی میں

اور گمراہی سے ہدایت کی طرف
آنے کا سبب بنتا ہے

ہر علم کا ایک سرچشمہ ہوتا ہے

علم سے فیضیاب ہونے والا بلا واسطہ یا بالواسطہ اس سرچشمے سے متعلق ہوتا ہے، اور جیسی نسبت اور تعلق ہو، اتنا ہی فیض پاتا ہے، منبع سے جتنا گہرا تعلق ہو، اتنا ہی فیض زیادہ نصیب ہوتا ہے۔

لیکن

کتابیں، تحریریں اور تقریریں
محض الفاظ تک راہنمائی کرسکتی ہیں
منزل نما ہیں۔ منزل رسا نہیں

منزل

تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے، کہ کسی واقفِ اسرار و رموز سے راہنمائی حاصل کی جائے، ظاہری علم دانائی اور حکمت کی باتیں ذہن اور دماغ تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن اطمینانِ قلب کے لئے یہ کافی نہیں۔ چونکہ قلب کا تعلق دماغ سے بہت گہرا ہے، اس لئے دماغ علم کے غیر محدود ذخیرے سے روشنی حاصل کرنے کے باوجود تشنگی محسوس کرتا ہے۔

یہ تشنگی
دماغ کی نہیں، قلب کی ہوتی ہے

قلب

علم باطنی کا مقام ہے — جب تک قلب کی پیاس نہ بجھے
اس وقت تک اطمینان نصیب نہیں ہوتا

علم باطنی

کتابوں اور تقریروں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اکتسابی علم کی روشنی دماغ تک ہی پہنچ سکتی ہے۔ جس طرح دماغ کو نورِ علم سے منوّر کرنے کے لئے اسی قسم کے کسی سرچشمے کی تلاش کی جاتی تھی، کسی استاد سے تقریر یا تحریر کے ذریعے دماغ کو علم کی دولت ملتی ہے، بعینہٖ دل کو منوّر کرنے کے لئے کسی منوّرہ دل کے ساتھ متعلق ہونا ضروری ہے عین ممکن ہے — کہ ظاہری علم رکھنے والا دماغ اس حقیقت سے انکار کرے — اور باوجود علمی پیاس ہونے کے اپنے آپ کو مکمل سیراب اور مطمئن ظاہر کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن — اگر خلوص کے ساتھ غور کیا جائے — تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ دل جب تک کسی منبعِ نور و فیض سے فیضیاب نہ ہو۔ اطمینان حاصل کرنا ممکن نہیں — اس تشنگی اور پیاس کو فیضیافتہ قلب ہی بجھا سکتا ہے — اور — اس کے لئے کسی کتاب یا تقریر کی ضرورت نہیں۔

اک نگاہِ کرم (توجہ) آن کی آن میں قلبِ تاریک پر
علم وعرفان کی نورانی بجلیاں بن کر اس کو منوّر کر دیتی ہے
بہت کم لوگ دنیاوی مصروفیتوں اور عیش وعشرت سے توجہ
ہٹاکر دلِ بینا کی طلب میں منبعِ فیوض وانوار کی تلاش
کیا کرتے ہیں ۔یہی وجہ ہے ۔ اس راہ کے راہی بہت کم
ہیں ۔ اور ناآشنا اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں

لیکن

نور سے منور ہونے کے لئے منبع نور سے دُوری کو ختم کرکے
قرب میں آنا پڑتا ہے ۔ اپنے اور منبع کے درمیان جو پردے
حائل ہوں ۔ ان کو درمیان سے ہٹانا پڑتا ہے ۔

اکتسابِ نُور

کے لئے ہر سعی کرنے کے باوجود اگر امید بر نہ آئے ، اور تسکین نہ ہو ۔
تو بھی اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ، کہ اس علم کا سرے سے انکار کر دیا جائے ۔

علم ظاہری وباطنی

کا اصل سرچشمہ خود ذاتِ باری تعالیٰ ہے

اللہ کے بعد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معلمِ اعظم ہیں ،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ کرامؓ ، تابعینؒ ، تبع تابعینؒ ، اور

لا محدود صوفیائے عظامؒ
اسی منبع علم و عرفان سے بالواسطہ فیضیاب ہوئے
اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

جب تک

کوئی دل اس سلسلہ سے منسلک اور متعلق نہیں ہوتا۔ انوارِ حقیقی سے محروم رہتا ہے — اور یہ محرومی ہی انکار کا باعث ہے

علمِ باطنی کے لئے

نگاہ (توجہ) ذریعہ تعلیم ہے۔ مومن کامل کی نگاہ میں بڑی تاثیر ہوتی ہے، نگاہ کا فیصلہ قطعی اور حتمی ہوتا ہے۔ دل کی ساری دنیا مکمل طور پہ نگاہ (توجہ) کی ہی پروردہ ہے۔ نگاہِ کرم جس پہ جیسی پڑتی ہے، اسی قسم کا پورا اثر رکھتی ہے۔ حال بدل دیتی ہے — کیف و سرور سے آشنا کر دیتی ہے۔

قلب کی اصلاح

نگاہ (توجہ) ہی سے ہو سکتی ہے۔ آپ اس حدیث کو غور سے پڑھیں:
"حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ سانپوں کو مار ڈالو، اور خصوصاً اس سانپ کو، جس کی پشت پہ دو دھاریاں ہوں اور سیاہ رنگ کا ہو۔ اور اس سانپ کو بھی — جس کا نام "ابتر" ہے (یعنی وہ سانپ — جس کی دم چھوٹی ہو) اس لئے — کہ یہ

دونوں بینائی کو زائل کر دیتے ہیں (یعنی ان کے دیکھتے ہی آدمی اندھا ہو جاتا ہے) اور حمل کو گرا دیتے ہیں (یعنی حاملہ عورت اس کو دیکھے، تو اس کا حمل گر جاتا ہے)

(بخاریؒ ومسلمؒ / عن ابن عمرؓ)

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ ۱۲۶ شمار ۳۹۱۶)

اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ کہ ایک موذی کی نگاہ میں یہ تاثیر ہے۔ کہ نظر سے نظر ملا کر بینائی کھینچ لیتا ہے۔ اور نگاہ ہی سے عورتوں کے حمل گرا دیتا ہے ـــ تو ایسی تاثیر رکھنے والی نظر بھی ضرور ہونا چاہیے۔ جو چھنی ہوئی بینائی لوٹا دے

اس حدیث کا اصل مدعا یہ ہے ـــ کہ

نگاہ میں بڑی تاثیر ہوتی ہے

فقر

کی ساری دنیا نگاہ ہی کی محتاج ہے ـــ نگاہوں کا مارا کبھی نہ بچا اور نگاہوں کا تارا کبھی نہ مرا ـــ کیا آپ نہیں دیکھتے ـــــ

ہپناٹزم کا سارا کھیل نگاہوں ہی کا کرشمہ ہے۔!

موسمِ سرما

کے شروع میں کونجیں ایشیا کے پہاڑوں کے غاروں میں انڈے دے کر پاکستان میں تشریف لے آتی ہیں۔ لیکن ان کی نگاہ (توجہ) اپنے اپنے انڈوں پہ رہتی ہے (ان کی توجہ سے پہاڑوں کے غاروں میں

انڈوں سے بچے نکل آتے ہیں۔ جس انڈے سے کونج کی توجہ اٹھ جاتی

ہے۔ سڑ جاتا ہے۔ پھر اس میں کبھی بچہ نہیں بنتا۔

کونجیں

جب لوٹ کر وطن جاتی ہیں، تو غاروں میں ان کے بچے ان کا

استقبال کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے انڈوں سے نکلے ہوئے

بچوں کو پہچان لیتی ہیں۔ کہ وہ انہی کے بچے ہیں۔

یہ تو ایک کونج کا قصہ ہے

فقر کی ساری داستان نظروں ہی کی داستان ہے

آپ اس پہ غور کیوں نہیں فرماتے۔ کہ

جب

ایک موذی جانور کی نظروں میں یہ تاثیر ہے۔ کہ ایک

اشرف المخلوقات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آنکھوں کی

بینائی زائل کر دیتا ہے۔ تو ایسی نظروں کا دنیا میں ہونا بھی

ضروری ہے۔ جو۔ چھنی ہوئی بینائی کو واپس لوٹا دے،

ایک سانپ

کی نظروں کی یہ تاثیر تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آنکھوں کی بینائی

سلب کر لیتا ہے۔ تو کیا اللہ کے مقبول بندوں کی

نظروں میں یہ تاثیر نہیں۔ کہ ہم کسی اللہ کے مقبول بندے سے کہیں

"کرد مہر کی نگاہ۔ کھولو کرم کی گلی!"

نہ معلوم

بندے بندوں کے پاس کیا لینے جایا کرتے ہیں ؟ بندے گناہگار کے پاس ایسے بے شمار آئے — جنہوں نے یہ شکایت کی — کہ وہ فلاں بندے کے پاس اتنی مدت حاضر ہوتے رہے لیکن ان کی وہاں سے مراد پوری نہیں ہوئی" بندہ ان سے صرف

ایک ہی سوال

کیا کرتا ہے ! — کہ آپ وہاں کیا لینے جایا کرتے تھے ؟ جو آپ کو نہیں ملا" — میرے اس سوال کا کسی نے بھی کوئی تسلی بخش جواب کبھی نہیں دیا — عموماً لوگ یہ کہتے ہیں — " کہ یہ ہمیں خود بھی معلوم نہیں ، کہ ہم وہاں کیا لینے اور کیوں جایا کرتے تھے

ہر جگہ سے

حاصل کرنے والی ایک ہی چیز ہے

اور وہ ھدایت ہے

جسے ھدایت ملی — گویا ہر شے مِلی

ھدایت

ہی کے لئے اللہ نے رسول بھیجے — دنیا کو پیدا فرما کر دین کی راہنمائی کے لئے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا — اور ہر رسول علیہ السلام نے ہر سوال کے جواب میں یہی کہا — کہ

آن (کہ آماتی) باتوں کا علم ۔۔۔ جو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں
میرے اللہ ہی کے پاس ہے ۔ میں تو آپ کو

صراطِ مستقیم کی ہدایت دینے والا ہوں!

ہدایت کے سوا کسی اور امر پہ مجھے کوئی قدرت نہیں !

ھدایت کا طالب

جس کے پاس ہدایت کی طلب کے لئے جاتا ہے، فیضیاب
ہوتا ہے ۔۔۔ یہ کبھی ہو سکتا ہے! کہ کوئی اللہ کا طالب کسی
اللہ کے طالب کی بارگاہ سے خالی لوٹے ؟ ۔۔۔ ہرگز نہیں !
جو کسی کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا ۔۔۔ مِل کر بھی نہیں ہوتا
جو کسی کا جمال کر کے سیر نہیں ہوتا ۔ باتوں سے بھی نہیں ہوتا
جو دل، دل سے مل کر مطمئن نہیں ہوتا ۔ وظیفہ پڑھکر بھی نہیں ہوتا !

دُور دراز

سے سفر کر کے آنے والے یہی سوال کرتے ہیں ۔ کہ :
میرا لڑکا امتحان میں پاس ہو ! اعلیٰ نمبروں میں ہو !
۔۔۔۔ میں امتحان میں پاس ہو جاؤں ! مجھے وظیفہ ملے !
۔۔۔۔ مجھے فلاں درس گاہ میں داخلہ ملے !
۔۔۔۔ میری ترقی ہو !
۔۔۔۔ میری بھینس، بکری، گائے، گھوڑی، اونٹ بیمار

ہے، اُسے صحت ہو!

— بھینس کل سے دودھ نہیں دے رہی، فوراً دودھ دے!

— میرا گھوڑا اچھی طرح تانگے میں نہیں چلتا — چلے!

— میری شادی کو کئی برس گذر چکے ہیں، کوئی اولاد نہیں، بچہ پیدا ہو!

— میرے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہیں! — اب نہ مریں!

— مجھے اٹھرا کی مرض ہے اس سے صحت ہو!

— میرے نرینہ اولاد نہیں، اللہ مجھے نرینہ اولاد عنایت فرمائے!

— میری بھینس، گھوڑی، گائے چوری ہو گئی۔ چور کا پتہ ملے، مسروقہ مال بھی ملے!

— میرے گھر میں نقب زنی ہوئی، میرا لوٹا ہوا مال واپس ہو!

— میرا لڑکا، بھائی، بہنوئی قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہیں، اللہ انہیں بری کر دے!

— میرے مکان کے مقدمہ کی تاریخ ہے، میرے حق میں فیصلہ ہو،

— کسی صاحب کے نام کوئی رقعہ لکھ دیں — کہ وہ مقدمے کا فیصلہ ان کے حق میں کرے!

— میری کہیں بدلی ہو رہی ہے — فوراً رک جائے!

— میرے سر قرضہ چڑھا ہوا ہے، فوراً اتر جائے۔!

— میرے کاروبار میں برکت نہیں — اس میں برکت ہو!

— ہمارے گھر میں ایک دوسرے کا اتفاق نہیں!

— میرے سسرال میری بیوی کو نہیں بھیجتے!

— میرے فلاں رشتہ دار نے مجھے رشتہ دینے کا وعدہ کیا تھا، اب نہیں دیتا!

— ملک سے باہر جانے کیلئے پاسپورٹ بنا رہا ہوں، جلدی بنے!

— اس سال تجارت میں کافی نفع ہو!

— میری ماں، بہن، بیوی، لڑکا، لڑکی بیمار ہیں، انہیں صحت ہو، !

— مجھے کہیں نوکری ملے!

— کسی صاحب کے نام میری نوکری کیلئے سفارش لکھ دیں۔ جگہ نہ ہو، مجھے ضرور رکھ لیں!

— میرا ٹریکٹر اچھی طرح نہیں چلتا۔ مشینری میں کوئی نہ کوئی نقص پڑ جاتا ہے

— میرے لڑکے لڑکی کا کسی اچھی جگہ رشتہ ہو جائے، !

— میں کوئی جنس خرید رہا ہوں، اس میں نفع ہو۔ !

— نہر میں پانی کا ایک نیا موگا لگوا دیں!

— محکمہ میں ترقی ہونے والی ہے۔ مجھے ترقی ملے۔ !

— ہمارے گھر سے بیماری نہیں نکلتی، کوئی نہ کوئی فرد ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔!

— میرے خاوند مجھ سے ناخوش رہتے ہیں۔ دوسری شادی نہ کریں!

— مجھے فلاں مرض سے شفا ہو۔ !

— بچہ اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتا!

— بچہ مٹی کھاتا ہے، !

— بچہ کو سوکھے کی مرض ہے، دن بہ دن کمزور ہوتا جا رہا ہے!

— رات کو ڈراؤنے خواب آتے ہیں!

— میرا مکان کرایہ پہ چڑھے ، !

— کرایہ دار میرا مکان خالی نہیں کرتا !

— میری اولاد میری نافرمان ہے !

یہ سب باتیں مقدر ہیں

آپ کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے لوح پہ لکھی جا چکی ہیں ، جیسے جیسے کسی کی قسمت میں جو کچھ ہونا لکھا ہوتا ہے ، ہو کر رہتا ہے ، کائنات کا یہ نظام ارادت ازلی کے ماتحت چل رہا ہے

بندے کا بندے کے پاس جانا

اللہ

کے لئے ہو !

کئی بار دھرایا جا چکا ہے

کہ بندہ اللہ کا طالب ہے ، اللہ کے طالب کا بھی طالب ہے — جو اللہ کا طالب نہیں — وہ میرا ، اور بندہ اس کا کیونکہ طالب ہو سکتا ہے ؟

جو دین دار حاضر ہوتے ہیں — وہ یہ سوال کرتے ہیں :

— مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو !

— میرا قلب جاری ہو ! (قلب تو جاری ہی ہے ! اور کیسے ہو ؟)

— میری باطن کی آنکھیں کھل جائیں !

— میرا دل روشن ہو !

— مجھے کشف عطا ہو !

— علمِ لدنی نصیب ہو !

— میرا فیض کھلے !

— میرا حصہ کہاں ہے ؟ تاکہ وہاں سے جا کر لوں !

— میرا تصوّر پکے

— فناہ فی الشیخ ، فناہ فی الرّسول ، فناہ فی اللہ کی منازل ایک نظر میں طے ہوں !

— جو میں کہوں — اسی طرح ہو — اور

— جو چاہوں — ہو !

اِس قسم کے خیالات

لے کر بندے بندہ کے پاس تشریف لاتے ہیں — اور ان میں سے کوئی ایک بات بھی ضروری نہیں !

اِس حال میں

کسی کی بھی — اور کسی پہ بھی کیا نظر ہو ؟

بندے کے پاس اِصلاحِ نفس کے لئے حاضر ہوں — اگر پھر بھی اصلاح نہ ہو — پھر جو چاہو کہو — !

اِس کی مثال یوں ہے:-

جیسے کہ کوئی کپڑے کی دوکان سے لوہے کا خریدار ہو!

ہر شہر

میں ہر قسم کا سودا بِکا کرتا ہے — لیکن ہر شہر ایک خاص سودے کے لئے مخصوص ہوتا ہے! ہمارے اس شہر کا مخصوص سودا **ذکرِ الٰہی** ہے۔ جو شے یہاں موجود ہے — اس کا کبھی بھی کسی نے سوال نہیں کیا — **مثلاً**

- کہ — ہمیں کوئی ایسا عمل بتایا جائے، جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اللہ تبارک تعالےٰ کے مقربِ بارگاہ بن سکیں:
- ہمارا نامۂ اعمال بد کرداریوں سے پاک اور صاف ہو جائے!
- ہمیں اللہ تبارک تعالےٰ کا عرفان نصیب ہو — اور ہدایت و رُشد کا وہ راستہ، جس کی حدیں صراطِ مستقیم سے ملتی ہوں، ہمیں نصیب ہو!
- ہمیں اللہ کا خوف عطا ہو!
- ہماری سنگدلی رقیق القلبی میں تبدیل ہو جائے -!
- ہماری بے باک اور گستاخ نگاہیں اللہ کے خوف سے مرعوب ہو کر حق پسند اور حق بین بن جائیں!
- ہمارے قدم اللہ کی راہ میں اٹھیں — اور ان قدموں کو — جو اللہ کے ملک میں اللہ کے لئے اٹھیں — انہیں پورا پورا ثبات و

ایقان نصیب ہو، اور کوئی بھی دشواری انہیں متزلزل نہ کر سکے !

* ہمیں ایسا وجدان عطا ہو. کہ جس کا خمار دائمی ہو — اور دنیا کی کوئی بھی لذت ہمارے وجدان کو کسی وقت بھی اتار نہ سکے۔

* ہمیں ایسا سوز عطا ہو — کہ اس کی تپش عارضی لذائذ کے خس و خاشاک کو یکسر خاکستر بنا کر رکھ دے !

* ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نُور — وہ سرور — وہ کیف — وہ درد — وہ داغ — وہ سوز و گداز عطا ہو — کہ ساکنانِ ملائے اعلیٰ یعنی قدسی مخلوق حیرت و استعجاب کے بحرِ ناپیدا کنار میں ڈبکیاں لینے پر مجبور ہو جائے۔ اور — وہ ہمارے محبت و ایثار — کردار اور اطوار کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جائیں — جیسا کہ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

فرشتے فرطِ حیرت سے کلیجہ تھام لیتے ہیں
سِناں کی نوک پر عاشق ترا جب نام لیتے ہیں !

کاش

بندے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بھیک مانگتے — یاد رکھنا چاہئے — کہ

ساری دنیا کی ساری نعمتیں — اللہ کے حبیب — حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نعمت کے مقابلہ میں کُلیتاً حقیر اور نہایت ہی کم قیمت ہیں — جسے اللہ اور

اللہ کے حبیبؐ کی محبت عطا ہوئی۔ گویا اُسے
سب کچھ عطا ہوا۔۔۔ جو اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہا
اگرچہ اس کے پاس رہنے کے لئے سر بفلک محلات۔ اور لذتِ کام و
دہن کے لیے اعلیٰ قسم کے لذیذ ثمرات ہوں۔ اور حدِ نگاہ تک پھیلے
ہوئے وسیع و عریض باغات کے علاوہ نقرئی اور طلائی سکوں کے
انبار اور ان کی جھنکار کے ناپائیدار، نیز۔۔ نہایت ہی کم وقت کے
لئے دل خوش کن نغمات پر وہ بلا شرکتِ غیرے دعویدار کیوں نہ ہو۔ مگر
اس سے بڑھ کر کوئی کنگال۔ تہی دست اور مفلس نہیں،

کیونکہ

انسان کی سیرابی اور کامیابی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبّت صادقہ

پر موقوف ہے۔۔ قابلِ مبارکباد ہیں وہ لوگ۔۔ جو
اللہ اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے
سرفراز ہیں۔۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔۔ کہ بندے
اللہ کی طلب میں نکلتے

هر ایسا وہ قدم

جو طالبِ حق کا جستجوئے حق میں اٹھتا ہے، اس کی گردشوں
کے لئے سرمۂ عقیدت بن جایا کرتی ہے۔۔ نیز سینۂ زمین پر

اس کا نقش دائمی آب و تاب کا روپ دھار لیتا ہے ۔ قدرت اس کو وہ ثبات عطا کرتی ہے، کہ گردشِ ایام کا غبار اس کی تابانی ۔۔ اور صداقت آفریں درخشانی کو دھندلا نہیں سکتا ۔۔ کیسا قابلِ فخر ہے

وُہ نظامِ فکر

جو قبر کے گڑھے کی ہولناک اور اذیت کوش تاریکی کو سراپا نورانیت بنانے کے لئے شب بیداریاں کرتا ہے ۔ ہر بندہ

عارضی قیام

کے لئے شب و روز کوشاں نظر آتا ہے ۔ اس کے شب و روز دنیا میں عارضی زندگی کے کچھ دن گذارنے کے لئے وقف تو ہو گئے ۔ مگر ۔۔

قبر کا گڑھا

جو انسان کا دائمی گھر اور محل ہے، اس کی زیب و زینت کے لئے کبھی حرکت میں نہ آسکا ۔ حالانکہ ۔ دنیا سے جانا ہے اور پھر لوٹ کر کبھی نہیں آنا ۔۔ قبر کا تنگ و تاریک گڑھا

ہمارا دائمی اور آخری محل

ہے، کاش ! اُس گڑھے کی آرائش و زیبائش کا فکر بندوں کو بندے کے پاس لے جاتا، تو بات بن جاتی

شام ہوتے ہی

حیوان جنگل سے دن بھر پھرنے پھرانے کے بعد اپنے اپنے مسکنوں کو

واپس لوٹ آتے ہیں!

آہ غافل انسان!

کہ تجھے اپنا گھر یاد نہیں ـــ تیری زندگی کی شام ہونے کو ہے۔ بازارِ حیات میں اندھیرا بڑھ رہا ہے، دھڑا دھڑ دکانیں بند ہو رہی ہیں ـــ بے شمار اور بے حساب دوکاندار اپنی دکانیں بڑھا چکے ہیں ـــ **مگر تُو** ـــ جو سودا خریدنا تھا۔ خرید نہ سکا ـــ **کاش**! تیری آنکھ کھلتی ـــ اور تو اِن عارضی ہنگاموں میں ایک سراپا صداقت اور مبنی برحقیقت آواز سُن سکتا کہ ؎

ہوش کر اے خوابِ غفلت سے ذرا اور سوچ تو
گور منہ کھولے ہوئے تیرے لئے تیار ہے!

اے ابنِ آدم

تیری عظمت اسی میں ہے،

کہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کا مخلص اور محبوب بندہ بن جائے۔ ورنہ زندگی نہیں۔ بلکہ زندگی گذارنے کی توہین ہے،

جو بندہ

اللہ کے کسی بندے کے پاس تلاشِ حق کے قواعد وضوابط اصول اور قوانین سیکھنے کے لئے جاتا ہے، اللہ کی قسم!

ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ اس کی راہیں ہموار ہوتی چلی جاتی ہیں ۔۔ اس کی منزلیں سمٹ کر خود اس کے قدم بوس ہو جایا کرتی ہیں۔ قضا و قدر خود اس کا خضرِ راہ ہوتا ہے ۔۔ راستے کے صدمات اور تکلیفات اس کے

راہوارِ شوق

کو تیز سے تیز تر بناتے ہیں۔ وہ طالبِ حق ان تمام صعوبات سے مردانہ وار گذر جاتا ہے، مشیت اس کی یار۔ قدرت اس کی غمخوار و غمگسار ۔۔ گویا ایک خاص کیف و سرور لئے اپنی منزلوں کو سر کرتا ہوا

فناہ فی الذات

ہو جاتا ہے ۔ اور ہر فکر سے بے فکر ہو کر ایک ابدی حقیقت بن جایا کرتا ہے۔

درویش لاہوری حضرت اقبالؒ کہتے ہیں ؎

کی ترک تگ و دو قطرے نے تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگیٔ فطرت بھی گئی اور کشمکشِ دریا بھی گئی!

مگر بندے

دنیاوی تگ و دو میں محو منہمک ہیں ۔ جو تگ و دو عاقبت کے لئے موجبِ خیر و برکت ہے اس کے لئے یہ سستی یہ کاہلی ۔۔ یہ بے اعتنائی ۔۔ افسوس صد افسوس!

بندے کا بندے کے پاس

جانا اسی صورت میں باعثِ برکت اور ذریعۂ نجات ہو سکتا ہے، کہ وہ طالبِ حق بن کر آئے۔ اللہ کے لئے تگ و دَو کرو۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ تو کیا فائدہ آنے جانے کا۔ جس کپڑے نے رنگریز کے رنگ کو قبول نہ کیا۔ اُس سے رنگ اور رنگریز۔ دونوں کی قدر نہ ہوئی ــــ اور خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہ ہو سکا!

پس

بندہ بندے کے پاس اللہ کا طالب بن کر آئے اس کے علاوہ اس کی کوئی دوسری تمنا نہ ہو۔ پھر دیکھیں، کہ اس کو کیا کچھ عطا نہیں ہوتا! ــ اور وہ عطا ــ اس کے لئے یقیناً خیر و برکت کا بیّن ثبوت ہو گی!

مگر

لوگ آتے ہیں حوائجِ دنیا کے حصول کے لئے ــ کسی ایک کا بھی مقصد خالصتہً لِلّٰہ نہیں ہوتا۔

اِسی لئے

بندے اللہ کے بندے کے پاس جا کر حقیقتاً کامیاب و کامران نہیں ہوتے!

انسان کی کامیابی اور فلاح جستجوئے حق میں ہے ۔ علاوہ ازیں تمام باتیں مکاری اور عیاری پر دال ہیں ۔ اور بس !

اللہ تعالیٰ

جُستجُوئے حق کی خالص توفیق اپنے بندوں کو بحقِ محمّد رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم عطا فرمادیں ۔ آمین ثم آمین !۔ جو طالبِ حق بنکر آتے ہیں ۔ واللہ فیضانِ نظر سے فیضیاب ہوتے ہیں ۔ جو کسی کے پاس اللہ کی طلب لیکر جاتے ہیں ۔ پوری مراد پاتے ہیں ۔ کبھی خالی نہیں آتے ۔

ـــــ اللہ کے بندے اللہ کے طالب کے طالب ہیں

ـــــ اللہ کے بندوں کی نظر کیمیائی اثر رکھتی ہے

مردِ حق کی نظرِ کیمیا اثر ۔ طالبِ حق کے لئے سونے پہ سہاگے کا کام کرتی ہے ۔ آنِ واحد میں زنگ آلود دل صیقل بن جایا کرتا ہے اسیہ کاریوں سے آئینہ قلب جو مکدر ہو چکا ہے ۔ مردِ خود آگاہ کی

ایک نگاہ

اُسے تاباں اور درخشاں بناتی ہے ۔ کہ اس کی درخشانی اور

تابانی آفتاب و ماہتاب کے لئے باعثِ صدر شک و افتخار ہوا کرتی ہے، مگر — جہاں دل کا آئینہ گوناگوں دنیاوی تاریکیوں اور کوتاہیوں سے منبع ظلمت بن چکا ہو۔ اور پھر ایسی حالت میں — جب اُسے کسی اللہ کے بندے کی حاضری کا موقع ملے — تو وہ فرسودہ اور بیہودہ قصہ — یعنی

ہوسِ دنیا۔ ہوسِ اقتدار۔ ہوسِ زر و مال ہوسِ عز و جاہ — ایسے بیش قیمت اور صد غنیمت موقعہ پر بھی وہ دنیاوی چکر سے باہر نہ نکل سکا۔ اور دامن حصولِ دنیا کی خاردار جھاڑیوں سے بچا نہ سکا۔

تو پھر نگاہ کیا کرے

نگاہ

اُسی صورت میں کارگر ہوگی۔ کہ

دل میں جستجوئے حق کا جذبہ موجزن ہو — اور اس راہ میں اس کی طلب بالکل ہی مبنی بر صداقت ہو — سوائے

تلاشِ حق

اس کی خواہش اور دوسری کوئی تمنا نہ ہو۔ پھر دیکھیں۔

نگاہ کیا کام کرتی ہے؟

مردِ خود آگاہ کی نِگاہ

آج بھی اپنے اندر وہی صبح نمایاں لئے ہوئے ہے۔ اُس

میں آج بھی وہ برق پاشیاں موجود ہیں — اس کی شعلہ سامانیاں

اب بھی بدستور قائم ہیں — مگر — کمی ہے تو صرف

جویائے راہِ حق کی !

چنانچہ حضرت اقبالؒ کہتے ہیں ؎

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے

طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوۂ ساقی !

پس

بندہ فیضانِ نظر سے تب ہی مستفیض و

مستفید ہو سکتا ہے — کہ وہ تلاشِ حق کا خالص

متلاشی ہو۔ اور اللہ کے بندے کے پاس

سراپا خلوص و عقیدت بن کر حاضری دے

کسی مردِ حق آگاہ کی نظرِ کیمیا اُسے قعرِ مذلّت

سے اٹھا کر ہمدوشِ ثریّا بنا دے گی۔ کیونکہ

مُرشدِ رُومؒ فرماتے ہیں ؎

از نگاہِ عشق خارا شق شوَد

مردِ حق آخر سراپا حق شوَد

یعنی

سخت ترین پتھر نگاہِ عشق سے توڑا جا سکتا ہے

اور — بالآخر مردِ حق — سراپا حق بن جاتا ہے !

اللہ

جب کسی کے دل میں اپنی طلب پیدا کرتا ہے
تو اُسے طلب کا طالب بنا کر اپنے کسی بندے کے
پاس بھیجا کرتا ہے — آپ ہی اپنا طالب بناتا ہے
اور آپ ہی اپنے طالب کو اپنے بندے کے
حضور میں حاضر ہونے کی توفیق بخشا کرتا ہے —
اور خود ہی اُسے اس کی مراد دیا کرتا ہے !

اللہ

کے بندے کے پاس حاضر ہونے والا اللہ کا طالب ہرگز

خالی نہیں لوٹتا

اُسے دین و دنیا کی ہر نعمت سے سرفراز کیا جاتا
ہے، اُسے کسی کا محتاج نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ دیگر مخلوق بہت
سے امور میں اس کی محتاج ہوا کرتی ہے — گویا —

اللہ کے طالب کی مثال

الیسی ہے، جیسے کہ ایک مہمان کسی میزبان کے ہاں جاتا ہے، تو میزبان کی غیرت ہرگز گوارا نہیں کرتی ۔ کہ اس کا مہمان اٹھ کر کسی اور کے دسترخوان پہ جائے ۔ اور نہ ہی مہمان کو یہ زیب دیتا ہے، کہ کسی غیر کے خوانِ نعما سے آس لگائے

جب

دنیاوی مہمان اور میزبان کا یہ عالم ہے

تو چہ جائیکہ ۔ اللہ کا طالب ۔ جو کہ بمنزلہ مہمان کے ہے ۔ اللہ اُسے اپنی تمام تر نعمتوں سے نہ نوازے!۔

اللہ تو اپنے طالب کو یہاں تک نوازتے ہیں ۔ کہ وہ ماسوا اللہ سے کلیتہً بے نیاز ہو جاتا ہے، اور ہر فکر سے بے فکر ہو کر اپنے سمندِ شوق کو طلب و تلاش کی راہوں پہ سرپٹ دوڑاتا ہوا اپنے ہمعصروں سے کہیں دور نکل جاتا ہے ۔

اقبالؒ نے ایسے ہی اللہ کے طالب کے متعلق کہا ہے ؎

ہر کہ در اقلیم لا آباد شُد
فارغ از بندِ زن و اولاد شُد

می کُند از ماسوا قطعِ نظر
می نہد ساطور بر حلقِ پسر

اللہ کا طالب

اللہ کے طالب سے کبھی مایوس و ناکام نہ لوٹا — جس کسی طالب نے بھی پایا — اللہ ہی کے طالب سے پایا۔ جس نے اللہ کی طلب کی دولت نہ پائی — گویا اس نے کچھ بھی نہ پایا — اللہ کے طالب کا — اللہ کی طلب میں مرنا — حیاتِ سرمدی اور بقائے دائمی پانا ہے — اللہ کے طالب کو محبوب کی تلاش میں مرنے سے وہ حظ نصیب ہوتا ہے۔ کہ وہ بار بار یہی چاہتا ہے، کہ ہر بار زندگی پاؤں — اور — ہر بار ہی اُسے اللہ کے لئے قربان کرتا رہوں ۔ اللہ کے طالب کی اس شاندار موت پر لکھو کھا زندگیاں قربان، چنانچہ ایک اللہ کا طالب موت سے ہمکنار ہونے کے بعد بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ؎

تجھے کیا بتاؤں میں ہمنشیں مجھے موت میں جو مزہ ملا
نہ ملا مسیحا و خضر کو وہ حیاتِ عمر دراز میں !

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

نعت

سرورِ کائناتؐ

نسیما جانبِ بطحا گذر کُن
ز احوالم محمدؐ را خبر کُن

بحالِ مبتلائے غم نظر کُن
دوائے دردِ دل اے چارہ گر کُن

توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
زِ روئے لطف سُوئے من نظر کُن

ببر ایں جانِ مُشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیر البشرؐ کُن

مشرّف گرچہ شُد جامی زِ لُطفش
خدایا! ایں کرم بارِ دگر کُن!

جامیؒ

چہار شنبہ ۲۶ ذی قعدۃ النجیب ۱۳۸۹ ہجری المقدّس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد و آلہ و عترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم
و اتوب الیہ
سلسلۂ اشاعت
۶۲
دعوت و تبلیغ
الاسلام
قلب
از فقیر محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ◎ دار الاحسان
فیصل آباد
پاکستان
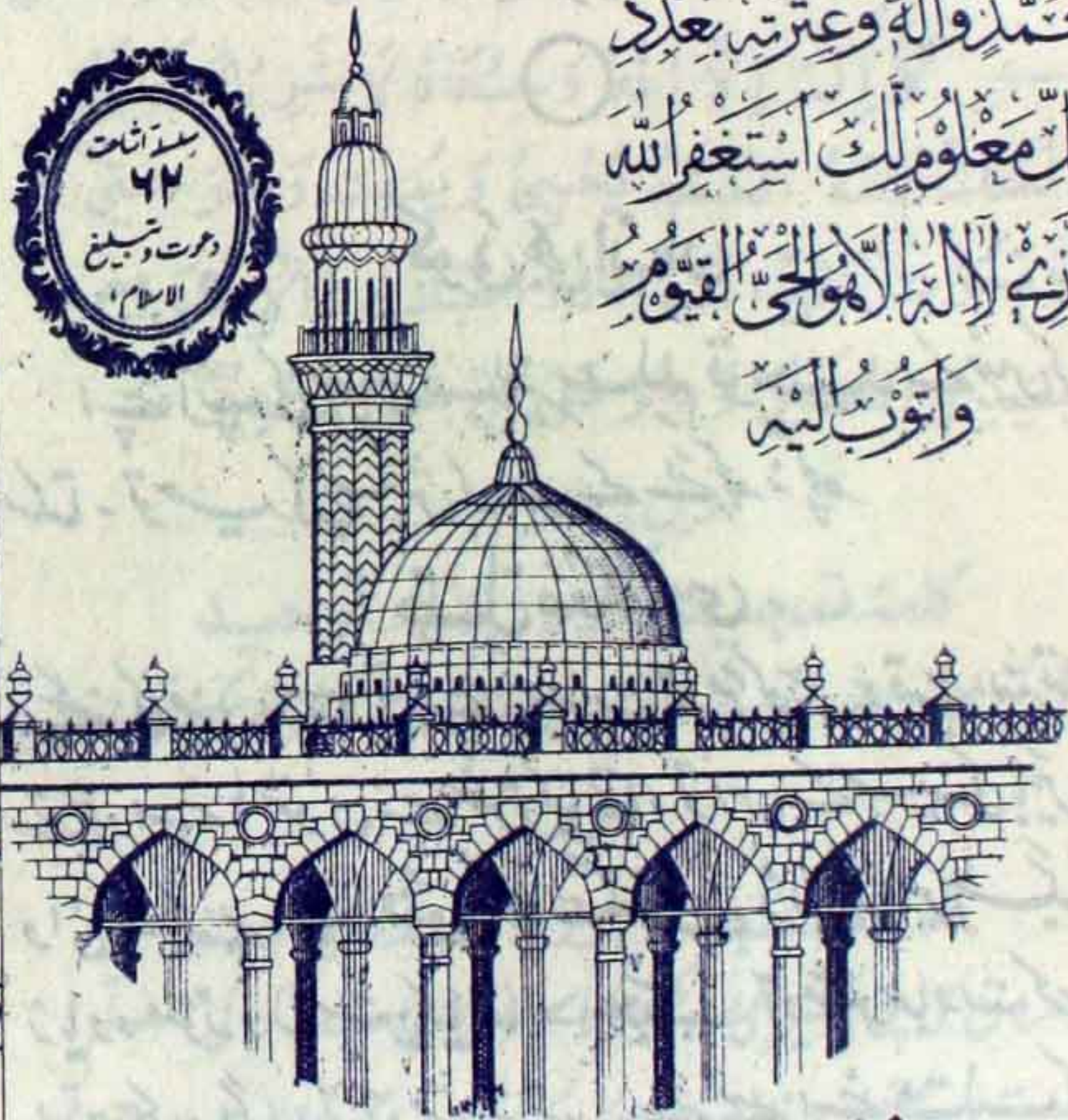
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ الرَّحِیْمُ۔ سُبْحَانَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمُ۔ مِنْ فَوْقَ عِبَادِہٖ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ!

○

کوئی بھی اِنسان

اپنے آپ کی پہچان ـــ بغیرِ علمِ توحید کے نہیں کر سکتا۔ توحید کی پرستش کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ

ظلِّ معکوسی

دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے حضرت آدمؑ کو جس وقت اللہ تعالےٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے خلق کیا تھا، تو اس کے سینہ کی بائیں پسلی والی جگہ پہ اپنے نور کا عکس ڈال کر اس جگہ کو اور زیادہ منوّر و روشن کیا تھا ـــ جب آدمؑ کو عبادت کرنے کی بابت حکم دیا گیا، تو آدمؑ نے سب سے پہلے اپنے قلب کو پکار کر یہ کلمہ کہا تھا :

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰہُ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ ط

حضرت آدمؑ صفی اللہ

نے جب اس کلمہ کو اپنی زبان کے نطق سے ادا کیا۔ تو اس وقت ان کے دل سے یہ آواز خود بخود نکل کر ان کی سماعت کو سنائی دی — لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ط ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ ط وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ط

دینِ اسلام کا

کلمۂ تمجید اور کلمۂ توحید

بنی آدم کو اللہ تعالٰے کی صحیح عبادت کرنے کا طریقہ سکھلاتا ہے

اور

کلمۂ طیّب اور کلمۂ شہادت

انسان کو اپنی پاکیزگی رکھنے کا سبق دیتا ہے اکوئی معلّم اپنا سبق اس متعلم پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ جس کے خیالات میں اس قسم کا خوف نہ ہو — کہ اگر اس نے اس سبق کو یاد نہ کیا۔ تو اس کا معلّم اُس سے خفا و ناراض ہو کر اس کو کسی قسم کی سزا دے گا۔ اب انسان اگر کلمۂ طیّب اور کلمۂ شہادت کو اپنا معلم نہ سمجھ کر اللہ تعالٰے کی صحیح عبادت کرنا چاہے، تو وہ اِنسان نے اپنی عبادت کا صحیح مقصد

معلوم نہیں کر سکتا ۔ انسان نے آدمؑ کو اپنی بشریت کا
ویسا نسیان ظاہر کر کے ظلِ الٰہی دیکھنے کے لئے ہدایت
کی تھی ۔ جس نسیان سے انسان نے اپنے اللہ کی اُلوہیت
کو اپنے سینہ سے خارج کر دیا تھا

یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہی تو تھا ۔ جو آدمؑ کے دِل
میں اپنے نور کی روشنی ڈال کر اس کی تصویر اس مقام پر
نقش و کندہ کر دی تھی

اب اگر انسان

اپنے قلب کی روشنی میں اللہ تعالےٰ کی ویسی

توحیدِ افعالی

کو نہ دیکھ سکے ۔ تو اس کے **قلب کا شیشہ** اپنی کدورت کی
کثافت سے اس قدر کثیف اور مدھم نظر ہو جاتا ہے ۔ کہ وہ اپنی
خلقیت کے عناصر و لطائف کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتا ۔ اگر
کوئی انسان اپنی حقیقت کی اصلیت کو نہ سمجھ سکے ۔ تو پھر وہ انسان
اپنی بشریت سے کماحقہٗ واقف نہیں ہو سکتا ۔

اللہ تعالیٰ کی مجدیّت

نے انسان کو جب اپنے امر و حکم سے پیدا کیا تھا
تو اس وقت انسان کے قلب نے اللہ تعالیٰ کی
ذاتِ حق کو اپنی لطافت سے دیکھا تھا ۔ مگر جب

انسان نے اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنی ایسی حقیقت کی پہچان نہ کی ۔ کہ اس کے وجود میں اللہ تعالےٰ نے کس نُور کی روشنی کو اس وقت داخل کیا تھا ۔ جب اس کو اپنے امروحکم سے خلق کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے نُور کے حجابوں

میں جو سب سے زیادہ عظمت وجلال کا نور ہے، اس نور کی شعاع نے انسان کے سینہ کی دائیں پسلی کے اس مقام میں اپنا مسکن بنایا تھا ۔ جو آدمؑ کی بائیں پسلی میں اس کے قلب ودل کا مقام ہے

انسان کی بشریت

کا نور اسی مقام میں محجوب ہوتا ہے ۔ جس کو خفی کے لطیفہ کا مقام کہا جاتا ہے، انسان کی بشریت نے جب اپنے نور کو اپنی حقیقت سے مستور و محجوب کر لیا، تو اس کو

خفی کا مقام

کہا جانے لگا ۔ آدمؑ نے اپنے قلب و دل کے مقام میں جب ایسی روشنی کی لطافت کو دیکھا ۔ جس روشنی میں اس کو اللہ تعالےٰ کی ویسی حقیقت کی اصلیت اس وقت نظر آئی تھی ،جس وقت اس کو اللہ تعالےٰ کی ذاتِ وحدت نے خلق کر کے اپنی رُوح اس میں پھونکی تھی ۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ وحدت کو دیکھ کر آدمؑ نے اپنی عبادت کرنی اس طرح شروع کر دی ۔

کہ وہ اپنی زبان سے — سُبْحَانَ اللہ کہتا تھا — تو اس کا قلب اپنی آواز سے — ھُوَ اللہُ اَحَدٌ کہتا تھا!

مگر

آدمؑ کی عقل کو اس بات کی اس وقت سمجھ نہ آتی تھی، کہ غیب کے صیغہ میں وہ کس کو پکار کر یہ ایسا کلمہ کہہ رہا ہے۔

آدم کی عقل کو "سِرّ" اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ اس کے سینہ کے کسی خفیہ مقام میں مستور و محجوب ہوتی ہے — بعض لوگ اس کو سینہ کے وسط کے مقام کو کہتے ہیں — اور بعض لوگ اس کو سینہ کے زیریں حصہ معدہ کے منہ سے متصل قریبی مقام میں محجوب و مستور سمجھتے ہیں!

اللہ تعالیٰ نے

انسان کی پیشانی میں اپنی مجدیت و جلالت کا نور مستور و محجوب کر رکھا ہے — آدمؑ کی عبادت نے جب اللہ تعالےٰ کی

توحیدِ صفاتی

کو اپنے قریب — اپنے چہرہ کے سامنے دیکھا — تو اس وقت اللہ تعالےٰ کی ذاتِ حق نے آدمؑ کو اپنی عاطفیت و کرم کی نظر سے دیکھ کہ اس پر اپنے احسان کا سلوک اس طریق سے ظاہر کیا — کہ اس کے سرّ کے دماغ میں ایک حکمت کا علم اس کی روحِ طاھرہ پر ظاہر کر دیا۔ کہ اس کو دنیا میں کس لئے

بھیجا گیا ہے ۔ اور ۔ انسان کے وجود کو اُس کے وجود سے کس احسانی سلوک سے مرکب کر کے لطائف عشرہ کے عناصر اس پر ظاہر کر دیئے گئے ۔

پھر آدمؑ

انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر اپنی قلبی واردات کو خدائی عالم میں اس طرح ظاہر کرنے لگا ۔ کہ اس کو شیطانِ ابلیس نے جنت سے اپنی ریاکاری کے فریب کی دشمنی سے کس طرح خارج ———— کیا تھا ۔ اور وہاں سے اُس کے نفس الشیطان نے عزازیل کی دشمنی کا خوف کھا کر اپنے آپ کو دوبارہ جنت میں داخل ہونے کی اپنی دُعا کی مناجات کی تھی ۔ مگر عزازیل کی عداوت نے آدمؑ کو زمین پر مبعوث ہونے کے لئے مجبور کر دیا ۔ تاکہ وہ خدائی عتاب کو اپنے سے آدمؑ کی توبہ انابت سے دور کر سکے

انسان و آدمؑ

آپس میں مرکب ہو کر دس عناصر کے اجزا ظاہر کرنے لگے ۔ جن میں سے پانچ عالمِ خلق سے اپنا تعلق رکھتے تھے ۔ اور باقی پانچ اپنا تعلق عالمِ امر سے رکھتے ہیں ۔

عالمِ خلق کے عناصر

آتش ۔ باد ۔ آب ، خاک و نفسِ کلتیہ لطائف خمسہ کہلاتے ہیں

اور

عالمِ امر کے عناصر

قلب و روح۔ سِر، خفی، اخفیٰ لطائف خمسہ کہلاتے ہیں!

عالمِ خلق کو خلق اس لئے کہتے ہیں کہ

یہ اللہ تعالےٰ کی توحید افعالی کے اسباب اور مسببات کی تقدیر خاص کے ساتھ تدریجاً پیدا ہوا ہے — اور عالمِ امر صرف اللہ تعالیٰ کے ذاتِ حق کے حکم دینے سے ظاھر ہوا ہے — اس کے وجود میں اسباب اور وسائل کو دخل نہیں ہے — بلا کسی تدریج کے صرف "امر "کن" سے ظہور میں آیا ہے۔

عالم امر کا ظہور فوق العرش ھوا ہے۔

اور عالم خلق کا ظہور تحت العرش ھوا ہے

انسان نے

اپنے قلب کی روشنی سے اللہ تعالیٰ کی تجلی افعالی کو دیکھا تھا، اور — آدمؑ نے اپنے لطائفِ ستّہ کی روشنی سے تجلی صفاتی شیوناتی کو دیکھا تھا — انسان و آدمؑ کے وجود کا اس دنیا میں مرکب ہونا اس لئے ضروری تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی توحید افعالی، توحید صفاتی اور توحید ذاتی اپنی اصلیت کی حقیقت سے عالمِ خدائی میں ظاہر ہو سکیں۔ تاکہ اس دنیا میں پیدا ہونے والی سب مخلوق اللہ تعالیٰ کی وحدت کی

ذات کی اپنے ذکر و اشغال سے عبادت کر سکے ۔

انسان کے قلب میں

اللہ تعالٰے نے اپنی توحید صفاتی کو اپنے شیونا تی طریق سے ظاہر کیا ہے۔ کبھی عالمِ اسباب کی تدبیر سے، اور کبھی اپنی حکمت کی رضائی سے ۔

انسان کا دِل

ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اس کے اردگرد اپنے محل کی حدود سے روشنی کی ضیاء اور تاریکی کی ظلمات بھی موجود ہوتی ہیں۔ گوشت کا لوتھڑا اپنی حرکت قائم رکھتا ہے، جس وقت روشنی والا گوشت کے لوتھڑے کا کنارہ معمولی سی جنبش سے تاریکی کی حدود کی طرف اپنی نگاہ ڈالتا ہے، تو اس کو ظلمات کی تاریکی میں ویسی تحت الثریٰ کی مخلوقِ خدائی نظر نہیں آتی ۔ جو خدا تعالے کی ذاتِ حق کے عتاب سے ھلاک ہو کر زمین کے زیریں حصہ کی آخری تہہ کے پردہ میں روپوش ہو گئی ہے ۔

انسان کا وجود

کائناتی تخلیق ہے ۔ اس میں دنیا کی ہر چیز نظر آسکتی ہے مگر ۔ اس کے قلب اور روح النفس کا شیشہ اپنی کدورتوں سے صاف وشفاف ۔ منزّہ و پاک و لطیف ہونا چاہیئے ۔ انسان کے قلب میں اللہ تعالٰے کی ذات ربانی ۔ ذات الوہیت

ذاتِ مجدیّت اور ذاتِ صمدیت کی فردیّت کا عکس منعکس ہو سکتا ہے

اِسی طرح

انسان کی روح اس کی ازلی حقیقت کا وجود اس کے نفس کی پاکیزگی و لطافت پر ظاہر کر سکتی ہے۔ انسان کا نفس جب اپنی کثافت سے انسان کے قلب کی ظلمات میں اپنی "انا" کا اثر ظاہر کیا کرتا ہے۔ تو اس وقت انسان کی نظر اپنی لطافت سے کثیف وخبیثہ ہو جاتی ہے۔ جس کے دیکھنے سے دوسرے وجود پر کسی قسم کے نقصان کا اثر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے — اس وقت انسان کے وجود میں کسی غیریت کا مادہ داخل ہو کر انسانی نفس کی ظلمات کی کثافت میں محجوب و مستور ہو جاتا ہے :— اور —

جس وقت

انسان کے نفس کی کثافت — غیریّت کے مادہ سے پاک وصاف ہو جاتی ہے، تو اس وقت انسان کی نظر پاک و منزّہ ہو جاتی ہے

انسان کی نظر کا تعلّق

اُس کے نفس و قلب سے وابستہ ہوتا ہے!

انسان کے قلب میں جس قدر زیادہ لطافت ہو گی۔ اسی قدر اس کی نظر بھی تسخیر الخیر ہو گی — قلب کی اپنی نظر — بصیرت کہلاتی ہے،

اور نفس کی اپنی نظر — ادراک عینی کہلاتی ہے!
انسان کی آنکھوں کی نظر کا تعلق انسان کے قلب اور
نفس دونوں کی بصیرت اور ادراک سے وابستہ رہتا ہے —
انسان اپنے قلب کی ظلمات اور نفس کی کثافت کے خیالات میں
الجھ کر شیطانی وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے، یہ انسان کے

خفی و اخفیٰ

دونوں مقامات میں حیوانی روح اور خناس النفس کی شیطانیت
کا اثر ہوتا ہے۔ انسان کے دائیں پسلی میں دل کے متوازی خفی
مقام میں حیوانی روح کا مقام ہے — جس کو انسان کی بشریت
اپنے دائرۂ امکان میں نیکی کی دعوت دیتی رہتی ہے، اور انسان
کے بائیں پہلو میں — یعنی بائیں پسلی میں

دل کے مقام کے دائیں طرف

خدائی نور کی جھلک سے لطافت کی روشنی موجود ہوتی ہے!

اور

دل کے بائیں طرف کی محدود جگہ
میں خنّاس کی شیطانیت کی کثافت ہوتی ہے

خنّاس کی شیطانیت

کو کائنات کے عالم کا ہی نور اپنی لطافت و صباحت سے پاک و
منزہ کر سکتا ہے۔ جس نور سے اللہ تعالے نے اپنے —

حبیب النبی رسول المرتضیٰ محمد المصطفیٰ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ

صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

کی قبرِ معلیٰ کو روشن کر رکھا ہے

چونکہ انسان کے قلب کا لطیفہ

"امر"

سبز روشنی کی لطافت و ضیار کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلئے

حبیب النبی رسول المرتضیٰ محمدن المصطفیٰ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وبارک وسلم

اپنی نبوت و رسالت کی عظمت کو

اور اس کی بقاء کو قیامت تک اسی طرح ظاہر کرتے رہیں گے،

کہ اللہ تعالےٰ کی جلالت کو اُن کے نفس و قلب کا نورُ اپنی

سبز صباحت کی لطافت کی عافیت سے ملائم و نرم اور حلیم و

مہربان کرتا رہے گا۔

انسان کے لطیفۂ قلب

نے اللہ تعالےٰ کی تجلی افعالی اور تجلی شیوناتی صفاتی کو دیکھ کر

اپنے وجود میں تمام کائناتِ عالم کی سب پیدا کردہ چیز کو دیکھنے کی

اپنی خواہش کو ظاہر کیا تھا۔ انسان کے قلب نے خود اپنی حقیقت

کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی ذاتِ حق کو دیکھ پایا ہے ۔ اور انسان اپنی " اَنا " میں کسی وقت خود خُدا ہو جاتا ہے ۔ وَاللہُ اعلم بالصّواب

وَمَا علینا الّا البلاغ

نوٹ :۔ قلب و نفس اور روح النفس کی صراحت اپنی تشریح کی محتاج ہے ۔ اس پر اگر توکّل نے اپنی رہبری ظاہر کی ۔ تو پھر انشاء اللہ تعالےٰ ویسے خیالات کو ظاہر کیا جاسکتا ہے ۔

وَاللہ اعلم بالصّواب

وَمَا علینا الّا البلاغ

انسان کا وُجود
دو عالم کی دنیا کا خلاصہ ہے

خلاصہ سے ہی تمام حقیقتوں کا علم ظاہر ہو سکتا ہے ۔!

اگر علم کی جہالت اللہ تعالےٰ کی وحدت اور وحدت کی کثرت اور فنا و بقار کے سب مقامات اور سلوک کی منازل کے حال و مقام ظاہر نہ کر سکے ، تو پھر متضاد حقیقت کا حال اپنے مقامات سے کیسے تبدیل ہو سکتا ہے ؟ کسی کی تقدیر کا زوال کس طرح اس کی تقدیر کے کمال میں ظاہر ہو سکتا ہے ۔ زوال و کمال کا سلسلۂ دہر اپنی رفتار گردش سے ظاہر کرتا رہتا ہے ۔ اگر دہر کو دیہار اپنے حکم سے اپنی گردش کی رفتار تیز اور مدھم ظاہر کرنے کے لئے

اپنی مختاری کا فعل ظاہر نہ کرے، تو پھر دیوور دپ العالمین
کی حکمتِ مجددی کس طرح ظاہر ہو سکے — کہ اللہ تعالیٰ
نے خیر کے مادہ کے ساتھ شر کا مادہ بھی اُسی تناسب کی تقسیم
سے پیدا کیا ہے — جس سے شیطانیت کی برائی اور صالحیت
کی نیکی کا ظہور ہو سکے۔ اللہ تعالےٰ کی الوہیت نے اپنی تقسیم کی ایسی
ضرب مجدی کو نفی و ثبات کے طریقہ سے ظاہر کیا ہے۔ کہ انسان
اپنی موت کے بعد بھی اللہ تعالےٰ کی شیونانی صفات کا مجموعہ
دیکھ کر اُسی طرح اپنے حجابِ ممات میں زندہ رہتا
ہے۔ زندہ انسان ہی نبوت و رسالت کی وراثت کی خلافت
کے تمکینی عہدہ جات کے درجات پر مامور و متعین ہو سکتے ہیں

یہی ولایت کبریٰ کی عظمت ہے

وَاللہُ اعلم بالصواب

وَمَا علینا الا البلاغ

○

تشریح

دِل

بندوں کے دِل اللہ کی دو انگلیوں میں ہیں — اور اللہ جیسے چاہتے ہیں — دلوں کو پھیرتے رہتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ

"اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پہ جمائے رکھ!"

○

دِل سارے تن کا بادشاہ ہے !

دِل جب درست ہو جاتا ہے ہر شئے درست ہو جاتی ہے۔

دِل ربّ العالمین کا عرش ہے

دِل تن نگری کا ایک خاص محلّہ ہے

دِل ایک حجرہ ہے۔

شیطان ہر وقت دِل کی گھات میں رہتا ہے

جونہی دِل اللہ کے ذکر سے خالی ہوا — پھر اس میں طرح طرح کے وساوس ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔

دِل ہی میں نیکی اور دل ہی میں بدی پیدا ہوتی ہے ،

نیکی اللہ کی طرف سے اور بدی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے ، !

نیکی کر کے دل خوش ہوتا ہے ۔ اور۔
بدی کر کے پچھتاتا ہے۔ اپنے تئیں ملامت کرتا ہے ۔
کہ کیوں ایسے کیا ؟
جس کام کو کرنے کے بعد دل خوش ہو جائے ۔ نیکی ہے۔
اور جسے کرنے کے بعد ملامت کرے ۔ بدی ہے ،
نیکی سے دل گداز اور بدی سے سخت ہو جاتا ہے !
نیکی سے دل روشن اور بدی سے سیاہ ہو جاتا ہے !
ایک بدی ایک سیاہ نقطہ ہے ۔ جب تک نیکی سے وہ
نقطہ مٹا نہیں دیا جاتا ۔ قائم رہتا ہے ۔
کثرتِ گناہ سے دل میں زنگ لگ جاتا ہے ۔ یہ
زنگ ذکر کی ہی کثرت سے اتر سکتا ہے ۔
دل کبھی خوش ہوتا ہے ۔ کبھی مغموم !
نیکی کر کے خوش ہوتا ہے اور بدی کر کے مغموم
ذکر دل کی زندگی اور غفلت دل کی موت ہے ،
محویت ذکر کا حاصل اور اصل مطلوب ہے ۔
لسانی (زبان کا) ذکر عام آدمیوں کا ذکر ہے
قلبی (دل سے) ذکر خاص آدمیوں کا ذکر ہے
رُوحی ذکر ۔ اصل ذکر ہے !

روحی ذِکر

کا اصطلاحی نام محویت ہے — جس میں روح محو ہو جاتی ہے

اور

اس کا مقام دو ابروؤں کے درمیان ہے

بندہ جب اللہ میں محو ہو جاتا ہے، دل خاموش ہو جاتا ہے۔

کوئی شئے دل میں باقی نہیں رہتی — !

اُسے کسی حال و مقام کی کوئی خبر نہیں رہتی !

قال و مقال سے گذر جاتا ہے۔ اُس سے پھر کوئی

فعل سرزد نہیں ہوتا — اسوقت اسے کوئی علم و کلام یاد

نہیں رہتا۔

محویت غیر اختیاری ہے — جسے اللہ چاہتے ہیں۔ اپنی ذات

میں محو کر لیتے ہیں ! — نہ کوئی خوشی باقی رہتی ہے۔ نہ غمی —

نہ کوئی تمنّا باقی رہتی ہے نہ جُستجو

اِسے حال میں اس سے جو اقوال و افعال سرزد ہوتے ہیں،

گویا اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں — اور —

کُنْ فَیَکُوْن کا مقام رکھتے ہیں۔

بندہ نیازمند ہے — اور — اللہ بے نیاز ہے — !

بندہ نیازمند کا — اللہ بے نیاز کے حضور میں محو ہونا نازہ

کا مقام ہے — اور — نازہ کا مقام — ہر مقام سے

ارفع و اعلیٰ ہے !

اللہ ہی اپنی مخلوق کا ھادیٔ مطلق ہے۔

اَللہ نے

اپنی کتاب قرآن کریم میں تین ہی باتوں کی ہدایت فرمائی

اور یہی تین باتیں دل کی زندگی کا موجب ہیں :-

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ط وَ لَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ ط

"وہ کتاب ہے جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔ اس کی تلاوت کرو۔ اور نماز کے پابند رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے!"

یہ تینوں چیزیں کثرت سے ہوں!

— قرآن کی تلاوت جاری رہے !

— فرض و نوافل باقاعدگی سے پڑھے جائیں !

— ہر وقت ہر حال میں زبان پہ ذکر جاری رہے۔ یہانتک کہ کوئی بھی سانس ذکر سے خالی نہ رہے۔

کیا کل آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ

دریائے چناب کے وسط میں کہیں بچے قلابازیاں لگا رہے ہیں

کہیں مویشی چل پھر رہے ہیں ۔ لیکن یہی دریا ۔ ساون
کے مہینے میں ایسی آب وتاب کے ساتھ بہا کرتا ہے ۔ کہ
بڑے سے بڑے تیراک کو بھی اسے عبور کرنے کی جراَت
نہیں ہوتی ، بعض اوقات ملاّح بیڑی تک گذارنے
سے کانپا کرتے ہیں ۔ گویا ۔ اس وقت دریا اپنے
ذکر میں محو ہوتا ہے ، اور یہی

مثال

آپ کے دل کی ہے ۔

دل جب اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے ، گویا مردہ ہوتا ہے
اُس میں کوئی کیف وسُرور باقی نہیں رہتا !
اللہ کرے ۔ کبھی ایسے نہ ہو !
کوئی ایسے نہ جیئے !
ذاکر ۔ ذکر کی بدولت مذکور میں ایسے محو ہو جاتا ہے ،
جیسے دودھ میں پانی ۔ اور

یہ وصل کی حد ہے !

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

رُوح

جب دل کے حجرے میں گوشہ نشین ہو جاتی ہے ۔ پھر
کوئی غیر دل کے قریب نہیں پھٹکتا !

ہماری اصطلاح میں

دِل سجادہ — اور

رُوح اُس میں سجادہ نشین ہے!

اگرچہ

دِل ایک گذرگاہ ہے — اور گذرگاہ پہ ہر کوئی گذرا کرتا ہے۔ لیکن جب کسی گذرگاہ پہ بادشاہ کی سواری گذرنی ہوتی ہے۔ عام آمدورفت روک دی جاتی ہے!

جس گذرگاہ پہ بادشاہ کا آنا جانا عام ہوجاتا ہے، وہ پھر شارعِ عام نہیں رہتی — شاہی سواری کیلئے مخصوص ہوجاتی ہے!

بعینہٖ

دل جب اللہ کے ذکر میں استقامت حاصل کر لیتا ہے، پھر کوئی اور شئے دل کے حجرے میں کبھی داخل نہیں ہوسکتی، بادشاہ کے محل میں — بادشاہ کی اجازت کے بغیر۔ کوئی دوسرا کبھی داخل نہیں ہوسکتا! — یہی حال دِل کا ہے دل کے حجرے میں بھی ان کے سوا کوئی دوسرا کبھی داخل نہیں ہوسکتا!

○

ذِکر کبھی کسی نے کیا ہی نہیں — پھر اس کی برکات سے کیونکر بہرہ ور ہوسکتا ہے؟ —

یہاں ذکر سے مراد وہ ذکر ہے، جو ہمیشہ ہو۔ مسلسل ہو۔ ذکر کی برکت سے ذاکر۔ مذکور میں محو ہو کر ایسی قربت حاصل کر لیتا ہے۔ جیسی کہ آگ میں لوہا۔ لوہا جب آگ میں ڈال دیا جاتا ہے چند منٹ آگ کی آغوش میں رہنے کے بعد وہی رنگ۔ وہی تاثیر اپنے آپ میں پیدا کر لیتا ہے، صرف نام کا فرق باقی رہتا ہے۔ کہ یہ آگ ہے۔ یہ لوہا۔ نام کے سوا کوئی اور فرق باقی نہیں رہتا۔ جس طرح آگ ہر شے کو جلا دیتی ہے اُسی طرح لوہا بھی جلا دیتا ہے۔

اللہ کے ذکر میں

ایسے محو ہو۔ جیسے کہ۔ آگ کی آغوش میں لوہا!۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

○

فقیر

ایک بار اجڑ کر ایسا بستا ہے۔ کہ پھر کبھی نہیں اُجڑتا!

اور۔ دنیادار۔ بس بس کر اجڑا کرتا ہے،

دِل کی دنیا

جب اللہ کے ذکر سے ایک بار آباد ہو جاتی ہے۔ پھر کبھی نہیں اجڑتی۔ سدا ہری بھری رہتی ہے

ذکر اس کا زیور۔!

ذکر اس کی زینت

ـــ ذکر اس کی ڈھال

ـــــ ذکر اس کی تیغ

ـــــ ذکر اس کی ضرورت

ـــــ ذکر اس کی حاجت

ـــــ ذکر اس کی جان۔ اور

ذکر ہی اس کی شان ہے،

ذکر ختم ـــ ہر شئے ختم!

آج

اُس کے پاس ہر شئے ہے۔ علم ہے۔ شکل ہے۔
لباس ہے۔ جُبّہ ہے۔ دستار ہے۔
عصا ہے۔ ہر شئے ہے۔ صرف ایک شئے نہیں،

اور

اس کے بغیر کوئی بھی شئے کام نہیں دیتی ـــ اور وہ۔

ذکر ہے

○

عَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكٰهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا نہ آگاہ کروں میں تم کو تمہارے ان اعمال سے جو بہترین اعمال ہیں اور بہت پاکیزہ اعمال ہیں تمہارے بادشاہوں کے خیال میں۔ اور بہت بلند اعمال ہیں تمہارے درجات میں اور بہتر ہیں تمہارے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے اور بہتر ہیں تمہارے لئے اس سے کہ ملو تم اپنے دشمن سے (یعنی لڑائی میں) اور مارو تم انکی گردنوں کو اور ماریں وہ تمہاری گردنوں کو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا۔ وہ اللہ کا ذکر ہے

(مالکؒ / احمدؒ / ترمذیؒ)

عَنْ اَبِي مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص ذکر الٰہی کرتا ہے اور جو شخص ذکر الٰہی نہیں کرتا وہ زندہ اور مردہ کی مانند ہیں

(بخاریؒ و مسلمؒ)

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ

وَ تُطَهِّرُ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِكَ

"اے اللہ! منور فرما دے میرے دل کو اپنی معرفت کے نور سے، اور پاک کر دے میرے دل کو غیر سے!"

○

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی

دِیْنِكَ ۝ اٰمِیْن!

"اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ ۔ آمین!"

○

نصیحت نامہ

(۱) اے فرزندِ آدم! میں تیری نماز اور خدمتِ روزمرّہ سے خوش ہوں، تو بھی میرے رزقِ روزمرّہ سے خوش ہو

(۲) اے فرزندِ آدم! آگے بھیج اپنے پاس جو کچھ رکھتا ہے اُس دن کے لئے۔

(۳) اے فرزندِ آدم! جس نے تجھ پر انعام کیا۔ تو اس کی شکر گذاری کر، اور انعام دے اس شخص کو جو تیری شکر گذاری کرے۔

(۴) اے فرزند آدم! تو نے ساری عمر دنیائے فانی کی تلاش میں کھوئی، آخرت کی تلاش کس وقت کرے گا؟

(۵) اے فرزند آدم! تیری آنکھوں پر غلاف اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ جو شئے نادیدنی تیرے سامنے آوے۔ اُسی وقت آنکھ بند کرے۔ اسی طرح منہ کے لئے ہونٹ

پیدا کئے، کہ ناگفتنی بات سے منہ بند کرے!

(۶) اے فرزندِ آدم — تو ایسا مت ہو، کہ دنیا کو بڑی امید سے چاہے — اور آخرت کو تھوڑے عمل سے

(۷) اے فرزندِ آدم! — میں نے تیری گردن پہ دو توبڑے لٹکائے ہیں — ایک میں تیرے عیب ہیں، اور دوسرے میں لوگوں کے عیب ہیں، ہمیشہ تو اپنے عیبوں سے آنکھ بند کر کے دوسرے کے عیب دیکھتا رہتا ہے، یہ کیا انصاف ہے تیرا!

(۸) اے فرزندِ آدم! — کوئی صرف ایمان لانے سے بہشت میں داخل نہ ہوگا — مگر چند باتیں اور بھی اس کے ساتھ ہوں

اوّل — میرے سامنے عاجزی کرے

دوسرے اپنی تمام عمر — میری یاد میں صرف کرے

اور — میرے حکم سے حرام چیزوں سے پرہیز کرے

اور — غریبوں کو اپنے پڑوس میں جو ہیں، ان کا خبر گیر رہے

اور — یتیموں پر مہربانی کرے

اور — مسافروں کی خاطر داری کرے

اور — اپنے ماں باپ کی اطاعت کرے

اور — اپنے خاوند کی خدمت کرے

اور — کسی سے مدد نہ چاہے — کہ مدد مانگنا سوائے میرے اوروں سے — شرک ہے!

(۹) اے فرزند آدم —— جب تیرے دل میں سختی ہو، یا جسم میں بیماری ہو، —— یا روزی میں کمی ہو —— تو جان لے۔ یہ سب برے فعل کی علامت ہے —— تو یہ کر!

(۱۰) اے فرزند آدم —— اگر تو بہشت کو دوست رکھتا ہے۔ تو خدائے تعالےٰ عبادت کو دوست رکھتا ہے —— تو نیک عمل کر —— میں تجھ کو بہشت دوں گا۔ اور اگر تو دوزخ کو بُرا جانتا ہے —— تو خدائے تعالےٰ گناہوں کو برا جانتا ہے —— اگر تو میری مرضی کے خلاف نہ کرے، تو میں دوزخ سے تجھ کو بچاؤں گا

(۱۱) اے فرزند آدم —— جو کوئی مجھ سے تھوڑے رزق سے راضی رہے گا —— میں اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاؤں گا!

(۱۲) اے فرزندِ آدم —— جس قدر تیرا دل دنیا کی خواہش کرتا ہے اُسی قدر تیرے دل میں سے میں اپنی محبت نکال لیتا ہوں جس قدر تو دنیا کی حرص کرتا ہے۔ اسی قدر میں ایمان کی حلاوت تیرے سینے سے نکال لیتا ہوں!

میں نے تجھے اس واسطے پیدا نہیں کیا ہے۔ کہ مظلوموں کی دعا مجھ تک نہ آنے دے —— کیونکہ میں مظلوم کی دُعا بیشک قبول کر لیتا ہوں —— اگرچہ عرصہ کے بعد نمود ہو۔

(۱۳) اے فرزند آدم —— دن نہیں نکلتا ہے، جو میں تیرے لیے رزق بھیجتا ہوں —— اور اس کے عوض میں فرشتے میرے تیرے

پاس سے عمل ناپسندیدہ لاتے ہیں — تو تُو میری روزی کھاتا ہے، اور نافرمانی کرتا ہے — اور باوجود اس کے دُعا مانگتا ہے — میں قبول کرتا ہوں — جو مانگتا ہے وہ دیتا ہوں — اور بہشت کی طرف بلاتا ہوں۔ تو منظور نہیں کرتا۔

(۱۴) اے فرزند آدم — تُو

نفل کے وسیلے سے میری نزدیکی حاصل کر۔

مسجدیں بنانے سے میرا پڑوس حاصل کر

اور عالموں کے پاس بیٹھنے سے میری رضامندی چاہ

اور — جھوٹ بولنا بالکل چھوڑ — تاکہ میرے فرشتے تجھ سے مصافحہ کریں۔

اور غیبت چھوڑ — تاکہ میری بہشت تیری مشتاق ہو۔

صبح کی نماز کے قبل و بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کیا کر!

(۱۵) اے فرزندِ آدم — !

کچھ توشہ ساتھ لے — سفر بہت بڑا ہے،

اور ہلکا ہو — منزل سخت ہے۔

اور عمل خالص کر — کہ حاکم برحق ہے

اور کہتے ہیں —

صحفِ ابراہیمؑ میں یہ نصیحت آخری تھی

اور بیان کرتے ہیں —

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے تعالےٰ سے عرض کیا۔ کہ خداوندا! ـــ

جو بندہ تیرے خوف سے آنسو بہا کر اپنے رخساروں کو تر کرے ـــ اُس کے واسطے عوض کیا ہے! حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ـــ کہ اے ابراہیم! اُسے کی جزا بہشت اور میری رضامندی ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ ـــ خداوندا! ـــ جو شخص یتیم اور بیوہ کی خبرگیری کرے ـــ اُس کی جزا کیا ہے۔؟

حق تعالےٰ نے فرمایا ـــ اے میرے دوست میں اُس کو قیامت کے دن اپنے عرش پر جگہ دوں گا ـــ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ـــ

الٰہی! تیرا شکر ہے!

الٰہی! تیرا شکر ہے!

(۱۶) اے فرزندِ آدم! ـــ

جس طرح تیری روزی میں نہیں رکتا ـــ اُسی طرح تو میری عبادت کو مت چھوڑ ـــ اور میرے حکم کے خلاف مت کر۔

(۱۷) اے فرزندِ آدم ——— !

جس قدر ہیں نے تیری قسمت ہیں لکھ دیا ہے ———
اُس پر راضی رہ ——— اور نفس و شیطان کی ———
خواہشوں سے دل کو مت پھیل

(۱۸) اے فرزندِ آدم ——— !

میں تیرا دوست ہوں ——— تو میرا دوست رہ !

اور
ہمیشہ میری محبت اور عشق کے
غم سے خالی مت رہ !

نعتِ مقدّس

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یارسول اللہ
دِلم پژمردہ آوارہ زعصیاں یارسول اللہ!

شب و روزاز شکیبائی زِحد گشتم تمنّائی
بخلوت سوئے من آئی خراماں یارسول اللہ!

چو سوئے من گذر آری منِ مسکیں زناداری
فدائے نقشِ نعلینت کُنم جاں یارسول اللہ!

زکردہ خویش حیرانم سیاہ شُد روزِ عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یارسول اللہ!

چو اندر نزع در مانم رود از تن بروں جانم
نگاه داری تو ایمانم زِ شیطاں یا رسول اللہؐ!

چو بازوئے شفاعت را گشائی بر گناہگاراں
مکن محروم جامی را دراں آں یا رسول اللہؐ!

○ جامیؒ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ سُبْحٰنَ
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اٰمِيْن

امروز سعید : چہارشنبہ ۲۶ ذیقعدۃ الخیب ۱۳۸۹ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
اللّٰھم صل علیٰ سیدنا
محمد و آلہٖ وعترتہٖ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
دار الاحسان
سلسلہ اشاعت
۶۳
دعوت و تبلیغ
الاسلام
اقرأ کتابک
از افادات محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ۔ دار الاحسان
فیصل آباد
پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ
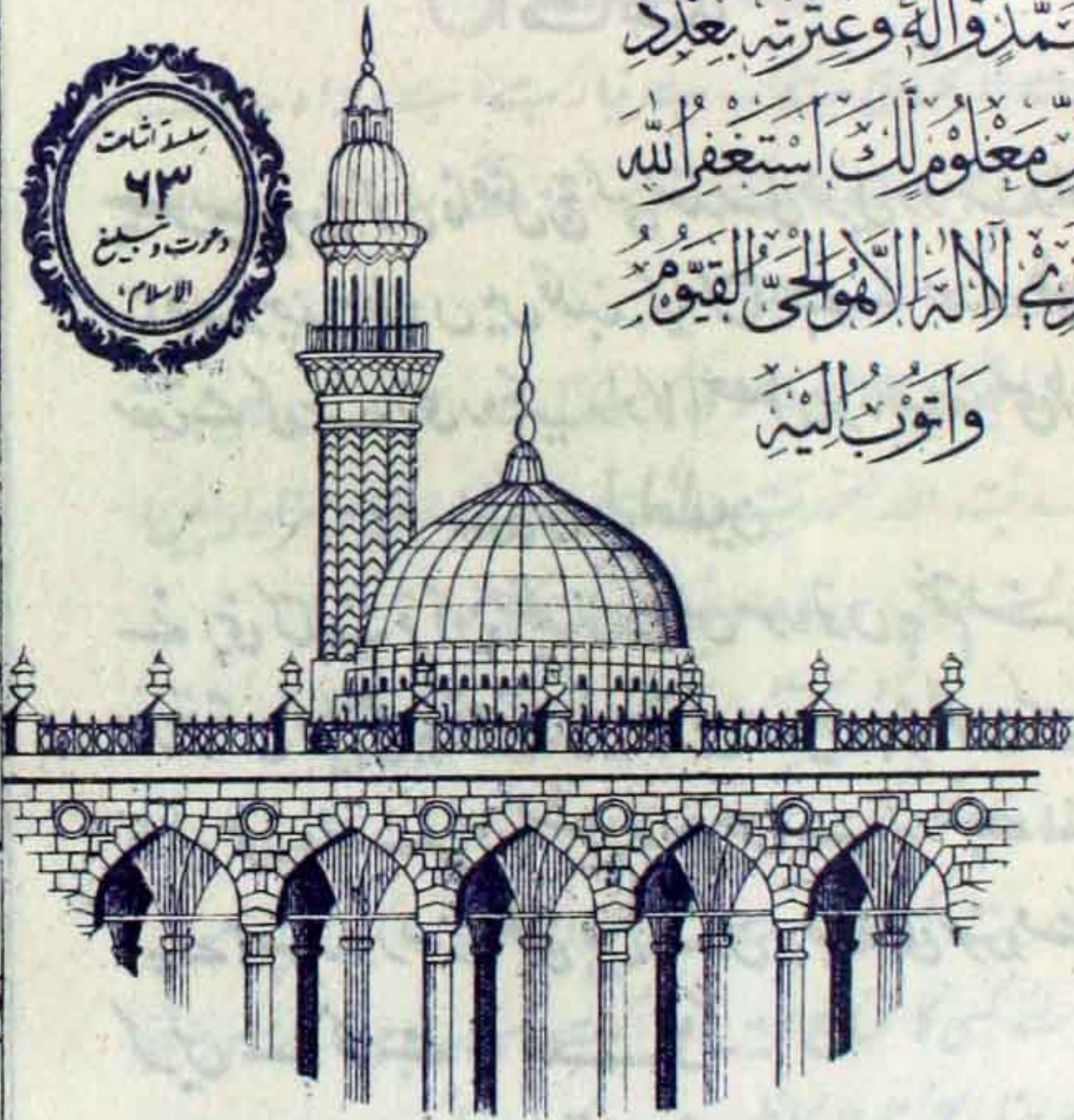
جس طرح کوئی فاضل جج کسی مقدمہ کی طویل روئیداد پہ اپنا فیصلہ چند سطروں میں قلمبند کیا کرتا ہے — اور وہ فیصلہ مقدمے کی ساری روئیداد کا ماحصل ہوتا ہے اسی طرح

اللہ ربّ العٰلمین

نے اپنی کتاب قرآن عظیم کو ان تین سورتوں پہ ختم فرمایا۔ اور قرآن کریم کی یہ آخری تینوں سورتیں ہر مسلمان کیلئے قابلِ غور و فکر اور مشعلِ راہ ہیں — یہ اپنے اندر ایسے اسرار و رموز رکھتی ہیں — جن پہ جتنا بھی غور و فکر کریں — کم ہے۔ مثلاً

سورۃ الاخلاص

اپنی ساری کتاب نازل فرما چکنے کے بعد فرمایا — کہ اس ساری کتاب کو پڑھ چکنے کے بعد یوں کہہ۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝

کہہ! اللہ ایک ہے۔

احد وہ ہے، جس کا کوئی ثانی نہ ہو۔ کوئی ہمسر نہ ہو، اور کوئی شریک نہ ہو۔ اور یہ اللہ کی بہت بڑی تعریف ہے جو اُسے بیحد پسند ہے۔ پھر فرمایا

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝

اللہ لایحتاج ہے۔ بے نیاز ہے، بے پرواہ ہے۔ قوت و جبروت کا مالک ہے، ہر شئے پہ غالب ہے، اس پہ کوئی شئے غالب نہیں۔

احدیّت کا وہی دعوٰی کر سکتا ہے، جو صمد بھی ہو، احدیّت اور صمدیّت اللہ ہی کے لئے لائق و سزاوار ہیں، کوئی مخلوق اس کا دعوٰی نہیں کر سکتی۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝

نہ اس نے کسی کو جنا، اور نہ ہی اسے کسی نے جنا! یہ صمدیت کی سب سے بڑی شان ہے۔ کہ وہ اپنی ہستی کے لئے کسی کا محتاج نہیں، نہ اُسے کسی نے جنا۔ نہ اس نے کسی کو جنا۔ کائنات کا ظہور اس کے امر کُن سے ہے۔ وہ کُن سے نہیں۔ کُن اس سے ہے۔ جس بھی کام کو کرنے کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ "کُن" کہتا ہے۔ اور اُسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے

پھر فرمایا

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

اور اس کی برابری کرنیوالا کوئی نہیں

ہر شئے اس کی مخلوق اور درجہ بدرجہ ہے۔ احدیت کا درجہ کسی کو بھی حاصل نہیں ـــــ جسے جو بھی درجہ بخشا۔ اللّٰہُ احد نے بخشا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ سورۃ ایک تہائی قرآن کریم کے برابر ہے"۔ گویا اسے تین بار پڑھنا پورا قرآن عظیم پڑھنے کے برابر ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ

جو شخص دس مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔ بنایا جاتا ہے اس کے لئے اس کے سبب سے ایک قصر جنت میں اور جو شخص پڑھے بیس۲۰ مرتبہ۔ بنائے جاتے ہیں اس کے لئے دو محل، اور جو شخص پڑھے تیس مرتبہ۔ بنائے جاتے ہیں اس کے لئے تین قصر جنت میں (یہ سنکر) حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا۔ قسم ہے اللہ کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس طرح تو ہم بہت سے محل جنت میں بنالیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ اللہ اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ یعنی اس کا فضل بہت زیادہ فراخ ہے"۔ (دارمیؒ)

(مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۳۶۷ شمار ۲۰۶۶)

جب کوئی گدا

کسی در پہ صدا کرتا ہے، تو صاحبِ خانہ کی یوں تعریف کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اس تعریف کے لائق نہیں ہوتا۔

"تُو ہے بر قرار — جوڑیاں قائم — سدا جھنڈے جُھلدے رہن — دوہیں جہانیں — بھاگ لگے رہن — میرا بادشاہ میرا لکھاں دا داتا — فلانے دا پوتا — باغ ہریا بھریا ہے"

وُہ

صرف تعریف کرتا ہے، کسی شئے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کی یہ تعریف سُن کر صاحبِ خانہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ اس کے دَر پہ کوئی سائل آیا ہے — اس کے بغیر مانگے صرف تعریف سن کر ہی کچھ نہ کچھ ضرور دیتا ہے۔ کبھی خالی نہیں لوٹاتا۔

یہ سُورۃ

اللہ کا نسب نامہ سورۃ اخلاص ہے۔ جب کوئی اسے اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے، اللہ اسے کبھی خالی نہیں لوٹاتے — اور وہ — وہ نعمتیں عنایت فرماتے ہیں، جس کا کہ اُسے گمان تک نہیں ہوتا۔ یہ سورت بلا شُبہ شیطان کو بھگاتی ہے۔ کوئی شیطان اس کے قاری کے قریب نہیں پھٹک سکتا۔ احد و صمد کے اقراری پہ شیطان کی سواری کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔

قرآن عظیم کی آخری دو سورتیں

فلق اور والناس ہے ہیں

ہر ملک کو ہمیشہ دو ہی خطرے در پیش ہوتے ہیں ـــ بیرونی اور اندرونی ـــ بیرونی حملہ آور سے حفاظت کیلئے سرحدوں پہ فوج رکھی جاتی ہے، اور اندرونی امن قائم رکھنے کے لئے ملک میں پولیس مقرر کی جاتی ہے،

اسی طرح

انسانی جسم الوجود کو بھی دو ہی خطرے ہیں ـــ

ایک بیرونی اور ایک اندرونی

تن کی اقلیم کو ان دونوں خطروں سے بچانے کے لئے قرآن کریم کی یہ دونوں سورتیں پوری طرح کفایت کرتی ہیں۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○

"کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ـــ جو رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر صبح کرتا ہے، ہر چیز کے شر سے جو اس نے بنائی۔"

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○

اور اندھیرے کے شر سے، جب سمٹ آئے۔

اندھیرے میں ہر قسم کی تاریکیاں شامل ہیں۔

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ○

"اور شر سے عورتوں کی، جو گرہوں میں پھونک ماریں"۔

اسے یوں سمجھیں — جیسے کہ کوئی ساحر کسی پہ کوئی افسوں کرتا رہتا ہے — بندے کے دل پہ یہ سحر ہوتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے، کہ انسان کا دل ہر وقت طرح طرح کے امراض میں مبتلا رہتا ہے — اُسے کبھی کلّی صحت عطا نہیں ہوتی —

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○

" اور حسد کرنے والے کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جب وہ حسد کرے"!

اللہ رب العالمین نے اِن چیزوں سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی —

خلق کے شر سے

اندھیرے سے، جب کہ وہ پھیل جائے

گرہوں میں پھونکیں مارنے والیوں کے شر سے

حسد کرنے والے کے شر سے، جب وہ حسد کرے

ف :- ہر آدمی کو جو بھی برائی پہنچتی ہے، عموماً خلق ہی سے پہنچتی ہے۔ بندہ جب اللہ سے خلق کے شر سے پناہ مانگتا ہے، (اللہ اسے خلق کے شر سے محفوظ فرما دیتے ہیں

اور جو خلق کے شر سے محفوظ ہوا ۔ سلامت ہوا ۔

اندھیرا ـــ اندھیرے سے مراد عام اندھیرا ہے برائی کے تمام کام اندھیرے ہی میں ہوتے ہیں۔ بندہ جو کام روشنی میں نہیں کر سکتا ـــ اندھیرے میں کرتا ہے۔ اندھیرے میں ایک دوسرے کی آنکھیں نہیں دکھائی دیتیں۔ اس سے انسان فطرتاً ایسے سمجھتا ہے، کہ اسے اب کوئی دیکھنے والا نہیں ـــ اندھیرے سے مراد گمراہی بھی ہے، جب گمراہی پھیل جاتی ہے، انسان بڑی سے بڑی برائی کرتے بھی نہیں ڈرتا۔ بالکل نہیں جھجکتا ـــ جیسے کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں ہوتا ـــ !

ظلمات کی روشنی

ظلمات کی تاریکی میں کوئی روشن چیز دیکھنے کے لئے باطنی بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ اس اصلی چیز کی حقیقت صاف طور پر نظر نہیں آسکتی ـــ انسانی عقل اس معاملہ میں اپنا خیال کچھ بھی ظاہر کرے ـــ لیکن یہ اصلی حقیقت ہے ـــ کہ برائی کی گانٹھیں اپنے ایمان کی روشنی سے کھولی جاسکتی ہیں انسان کی پیدائش نے آسمانی مخلوق کو اس قسم کا حاسد بنا دیا تھا ـــ کہ وہ اس کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسا کوئی

سامان تلاش کر رہی تھی، کہ جس سے اس کو اپنی جہالت کے سبب علم نہ ہو سکے ــــ انسان اپنے علم میں فاضل بھی ہے۔ اور گنوار قسم کا جاہل بھی ــــ
گنوار ایک قسم کا گرہ دار نشیبی زمین کا سبز پودا ہے، جس پہ اس قسم کے کانٹے ہوتے ہیں، کہ اگر وہ انسانی جسم میں اپنی ابھری ہوئی جگہ کے ساتھ یعنی گانٹھ کی نوکیلی جگہ کے داخل ہو جائیں۔ تو پھر کوئی طبیب اس کے ضرر رساں زہریلے مادہ کو اس جسم سے خارج نہیں کر سکتا۔ اور بالآخر انسانی جان ہلاکت میں پڑ جاتی ہے۔
جاہلیت کو اُس پودے سے اس لئے تشبیہہ دی جاتی ہے، کہ انسان اپنے علم کی روشنی سے اس کی ویسی حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ کہ اس پر گانٹھوں کی قسم کی ایسی نوکیلی گرہیں اور کانٹے کیوں ہیں؟ جبکہ وہ خود ہر قسم کے برے اثرات کو اپنے کسی احسن عمل سے دور کر سکتا ہے۔
اسی طرح آسمانی مخلوق میں اس قسم کی ایک ڈراؤنی اور خوفناک بھدی شکل کی جنس بھی تھی، جو کہ اپنی بدصورتی کی وجہ سے دوسری خوبصورت و حسین آسمانی مخلوق سے علیحدہ رہتی تھی۔ اس کو جو کچھ بھی اللہ تعالےٰ کی ذات نے اپنی حفاظت کا علم دیا تھا۔ اس کے مطابق وہ اپنی حفاظت کے

علاوہ اپنا غلبہ حاصل کرنے کے لئے ایسے کرتب اپنے معلمین سے سیکھتی رہتی تھی، جس سے وہ زمین پر رہنے والی دوسری مخلوق کو مغلوب کر سکے۔

مسلمانوں کے ایمان میں اس قسم کی روشنی موجود ہے، جس سے وہ ہر حقیقت کی اصلیت کو معلوم کر سکتا ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی برحق حضور اقدس محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہٖ وبارک وسلم کو اس برائی کی گانٹھوں اور گرہوں کی شر اور نقصان سے بچنے کے لئے اپنی امت کے لوگوں کو اس قسم کا علم ظاہر کرنے کے لئے اجازت دی تھی۔ جس سے اسلامی ایمان کی قوت کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

اُس سے آسمانی مخلوق میں سحر و طلسم کا علم جاننے والے ایسے افراد اس وقت موجود تھے، جو کہ کسی حقیقت کی اصلیت کو دوسروں کی نظروں سے چھپا کر اپنی ظلمت میں معدوم کر سکتے تھے۔ **سحر و طلسم** کا علم ہمیشہ ایسی تاریکی کی ظلمات میں سیکھا جا سکتا ہے، جہاں پر روشنی کی حقیقت آنکھوں کی بینائی پر اپنا اثر نہ کر سکے۔ اور پھر سحر و طلسم پڑھ کر کسی چیز پہ گانٹھ دی جاتی ہے۔ تاکہ اس گرہ کو کھول کر وہ شخص۔ جس پہ کہ اپنا غلبہ حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے،

اور اس کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا ہوتا ہے، اس نقصان سے محفوظ نہ رہ سکے۔

اس علم کو سب سے پہلے اُس آسمانی مخلوق کے افراد سے جنّات کی قوم اور ناری مخلوق کے افراد نے سیکھا تھا۔ اور وہ پھر انسانی مخلوق کو اس قسم کا نقصان پہنچانے لگے، جس کے سبب ان کے اپنے علم انسانی میں ایسی جہالت ظاہر ہونے لگی۔ کہ وہ اپنی حقیقت کو اپنے نسیان سے اس قسم کا حیوان سمجھنے لگے، جو اپنے آپ کو اپنے ظلم کرنے والوں سے رہائی نہیں دلا سکتے۔

انسان کی حیوانیت

شروع سے ہی اس پر ظاہر ہونے لگی تھی۔ جس سے آدمؑ کو اس کی شکل پر پیدا کیا گیا۔ آدم نے انسان کے نسیان سے جب یہ دریافت کیا، کہ تیری بشریّت کی لطافت کو کس چیز نے خراب کیا؟ تو انسان کی حیوانیت نے اس کو یہ جواب دیا ــــ کہ ــــ "میری بشریت کو میرے نفس کی تاریکی و ظلمات نے خراب کیا۔ اور اس تاریکی کی ظلمات میں، آسمانی مخلوق کی کسی مؤنث جنس کے افراد کے اجماع نے اپنی اپنی پھونکوں سے میرے کہد میں ایسی گرہیں پیدا کر دی ہیں کہ جو گانٹھوں کی مانند مجھے میری باطنی بصیرت

سے دکھائی دیتی تھیں ۔ مگر میں نے اپنے انسانی علم کو اس کے علاج میں درماندہ پایا ۔ پھر میں نے اپنی استغاثی فریاد سے جب اپنے ایمان کی روشنی کو اپنے قریب بلایا، تو اس وقت ان گانٹھوں کی گرہوں میں ان سحر وطلسم کرنے والے مؤنث افراد کی تصاویر دکھائی دیں ۔ جو کہ آسمانی مخلوق کی مؤنث جنس تھی،

آدم نے اس وقت اپنی رجالیت سے ان افراد کا نقشہ جب اپنی نظر کے سامنے کیا، تو اس نے اس وقت اس مخلوق کو اچھی طرح پہچان کر انسان پر یہ ظاہر کیا ۔ کہ یہ کوئی شیطانی مخلوق ہے ۔ جو کہ اپنے حسد کی بنا پر انسان کی

لطافت وصباحت

کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے ۔ اس نقصان کو اسلامی تعلیمات ہی نفع میں تبدیل کرسکتی ہے ۔ اور وہ

قرآن مجید کا فرقانی علم ہے

فرقانِ حمید نے سورۂ فلق اور سورہ کہف کی بعض آیات کو ظاہر کیا ہے ۔ جس سے سحر کا اثر معدوم و کافور ہو جاتا ہے ۔

واللہ اعلم بالصواب

○

فرقانی آیات کی عظمت

قرآنِ مجید نے اسلام کی سب حقیقت کو اپنی آیات
میں چھپایا ہوا ہے، تفسیر و تشریح کرنے والے اہل علم حضرات
اپنے کشف و بیان سے
جو کچھ حقائق ظاہر کیا کرتے ہیں۔ ان سے ایسا کچھ تو معلوم
ہو سکتا ہے۔ کہ۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے غیب کے خزانے کی دولت
کو دینِ اسلام کے مقبول انسانوں پر ظاہر
کر دیا ہے۔ مگر اسرارِ حکمت کو ظاہر کرنے
کی جب تک ان مقبول انسانوں کو انعام خدائی
کی الہامِ خدائی کی حقیقت سے اجازت نہ
موصول ہو، تب تک وہ فرقانی آیات کی
تشریح اپنے علم کی صراحتوں سے مکمل طور
پر نہیں کرتے۔

سورۂ کہف

کی یہ آیات بھی دین اسلام کا ایک خفیہ خزانہ ہیں، ان کی تشریح و
تفسیر تو علم خدائی ہی مکمل طور پر کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ
کے مقبول انسان اپنے کشف و الہام سے، جو کچھ اللہ تعالےٰ

کی ذاتِ حق سے ان مطلوبہ آیات و احادیث کی تفسیر حقانی
دریافت کرتے ہیں۔ اس کو اپنے توضیحی بیان سے اس طریقہ
سے ظاہر کیا کرتے ہیں، کہ ان آیات کے

سربستہ راز

کھلی نشانیوں سے ظاہر نہ ہونے پائیں۔ تاکہ۔
قیامت کی نزدیکی اور زیادہ قریب نہ ہو جائے
واللہ اعلم بالصواب

○

سحر و طلسم کا اثر دور

کرنے کیلئے قرآن مجید نے اپنی فرقانی آیات کو ظاہر کیا ہے!
جس میں سورۂ کہف کی کچھ آیات ھیں :۔
آیات نمبر ۲۲ سے لے کر نمبر ۲۵ کے آخر تک
اور
نمبر ۹۵ سے لے کر آخر سورہ تک۔ یعنی نمبر ۱۰۹ ختم کرنے
تک۔ یعنی سورہ کہف کے آخر تک
اِن آیات کو
فرقانی آیات بھی کہہ سکتے ہیں

اور ان کے عمل سے سحر و طلسم کے نقصان اور

برے اثر کو دور اور زائل بھی کر سکتے ہیں ۔ مگر ان

آیات کا عمل انسانی اتقا اور صالحیت سے کرنا ضروری ہے

تاکہ عامل کو آسمانی مخلوق اپنے علم کی کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے ،

واللہُ اعلم بالصّواب

یہ آیات بھی

خفیہ خزانہ کی ایک قسم کی دولت ہیں !

واللہ اعلم بالصّواب

اللہ تعالیٰ

اپنے احسان و کرم کی فضیلتوں سے مسلمانی ایمان کو قوی و مضبوط

کر کے اپنی نصرت کو اچھی طرح ظاہر کرے ۔ آمین

سورۂ فلق

کا عمل بھی انسانی اتقاء اور صالحیت رجالی سے پڑھنا

چاہیئے ۔ اسی طرح سورۂ والناس کا عمل ۔

انسانی نفس کی شیطانیت سے عزازیل اور ابلیس شیطان نے

بھی اپنی کمزوری کی پناہ مانگی تھی ۔ واللہ اعلم بالصّواب

انسانی نفس کی شیطانیت کو دور کرنے کیلئے اپنی صالحیت کا ایسا عمل

ظاہر کرنا چاہیئے ، کہ جس سے وہ غریب مسکین ظاہر ہو ۔

وما علینا الاّ البلاغ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○

"کہہ میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے پروردگار کی"

مَلِكِ النَّاسِ ○

"جو لوگوں کا مالک ہے!"

اِلٰهِ النَّاسِ ○

"جو لوگوں کا معبود ہے"

ربط :- جو رب ہے، وہی مالک ہے، جو مالک ہے وہی معبود ہے، یعنی خلق کا معبود وہی ہو سکتا ہے، جو خلق کو پیدا کرے، پالے۔ اور اس کا مالک بھی ہو۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○

"چھپ کر وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے!"

(اور وہ خنّاس ہے)

الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○

"جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے!"

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

"جنوں میں سے اور انسانوں میں سے۔"

○

موٹر

لوہے کی کلوں کا ایک ڈھانچہ ہے — بے جان ہے ۔ اپنے متعلق کچھ بول نہیں سکتی ، باوجود اس کے اپنے اندر کی ہر شئے کی تفصیل ہر وقت بتاتی رہتی ہے —

کب سے لی ہے ؟ کتنا فاصلہ طے کر چکی ہے ؟

اس وقت کس رفتار سے چل رہی ہے ؟

کتنا پٹرول ابھی باقی ہے ؟

ابھی تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی ہے ، اگر تیز کر دیں تو اسی وقت اپنی تیزی سے آگاہ کر دے گی ۔ کہ اب تیس میل فی گھنٹہ کی بجائے چالیس ۴۰ یا پچاس ۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی ہے — ہر میل طے کر چکنے کے بعد اپنے طے کردہ فاصلے میں اضافہ ظاہر کرتی رہتی ہے

یہ اللہ کے ایک بندے کی بنائی ہوئی کل کی استعداد ہے

کیا اللہ رب العلمین نے

اپنے اس سب سے بہترین شاہکار

انسان

کو پیدا فرما کر سب ایسی ضروری باتیں اس میں نہ رکھی ہونگی ؟ —

ضرور رکھی ہیں ! — اللہ رب العالمین نے انسان کو اپنی صورت پہ پیدا فرمایا — احسن تقویم (نہایت ہی خوبصورت) بنایا ۔

دینِ فطرت پہ اس کی تکمیل کی، اور اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا۔
اللہ نے انسان میں ایک ضمیر پیدا کی ہے۔ جو
ہر شئے سے واقف ہے، یہ ضمیر ہی تو بول رہی ہے۔ اگر
کوئی۔ کوئی کتاب نہ پڑھے۔ نہ ہی کسی سے کوئی تفصیل
پوچھے، پھر بھی جب وہ کوئی کام کرنے لگتا ہے، اس کی
اپنی ضمیر اس کی پوری رہنمائی کرتی ہے، کہ یہ کام کرنا اچھا
ہے یا بُرا۔ چھوٹے سے چھوٹے کام کی اچھائی یا برائی سے
مطلع کرتی رہتی ہے۔

ضمیر ایک میٹر ہے

جو اس کے تن میں لگا ہوا ہے، لیکن یہ اس کی پرواہ نہیں کرتا!
جب بھی کوئی برا کام کرنے لگتا ہے، ضمیر اُسے روکتی ہے۔ جب
باز نہیں رہتا، اور برائی کر بیٹھتا ہے، پھر اس کی اپنی ہی ضمیر اُسے
ملامت کرتی ہے

انسان کی ضمیر ہی تو اللہ کی کتابِ مکنون
(چھپی ہوئی کتاب) ہے، جو ہر بندے کے اندر
موجود ہے۔

انسان کو

جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، عموماً مخلوق ہی کے شر سے پہنچتی ہے۔ اور

مخلوق میں ہر کوئی شامل ہے ۔ ایمان والے بھی ، کافر بھی ، مشرک بھی ، منافق بھی ۔ جن بھی ، انسان بھی ، درند بھی ، خرند بھی چرند بھی اور پرند بھی ۔ کوئی ظاہر ہے ، کوئی باطن ۔ کوئی اسے سحر کی بدولت نقصان پہنچانے کے درپے رہتا ہے ، کوئی دل میں اس کے حال پہ حسد کی بنا پہ جلتا رہتا ہے ، اور حسد کے شر سے اسے گرانے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بناتا رہتا ہے ، اس کا سب سے بڑا دشمن اس کے اپنے ہی اندر خنّاس ہے ، جس کا کام اسے راہِ حق سے بھٹکانا اور برائی کی طرف لے جانا ہے وہ شب و روز ہمہ اوقات اسی گھات میں رہتا ہے ۔ یہ اس سے غافل ہے ۔ وہ اس سے غافل نہیں !

جب بھی

یہ کوئی کام کرنے لگتا ہے ، اسے روکنے کے لئے ایسے ایسے خیالات بندے کے دل میں ڈالتا ہے ، کہ آخر وہ اس کام سے رک جاتا ہے ، انسان اپنے خناس کی پوری ماہیت نہیں سمجھ سکا ۔ جب یہ کوئی بات کہتا ہے ، یا کوئی کام کرتا ہے ، اس کے ہر کام و کلام میں خنّاس پورا دخل دیتا ہے ۔ یہ اس کی مداخلت کے انداز نہیں سمجھ سکتا ۔

خنّاس اس کا سب سے بڑا دشمن ہے

اس کے تن ہی میں رہتا ہے ، دم بھر کے لئے بھی تن سے باہر نہیں جاتا ۔

اور ہمہ وقت اسے نیکی سے باز رکھنے ۔۔۔ اور ۔ برے کاموں کی ترغیب دینے میں مصروف رہتا ہے ۔۔۔ ہم نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ وہ کچھ نہیں کہتا، لیکن خود ہمیں نیکی اس انداز سے کرنے نہیں دیتا۔ جس سے کہ ہم لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں، یعنی ہم لوگوں کو برائی کے کاموں سے باز رہنے کی دعوت دیتے ہیں، لیکن وہ ہمیں کسی بھی برائی سے کلیتاً باز رہنے نہیں دیتا، جیسے ہم لوگوں کو باز رہنے کا حکم دیتے ہیں، ۔۔۔ نیکی کے کاموں سے روکنا اور برائی کے کاموں کی دعوت دینا اس کا صرف ایک ہی مدعا ہے

ہمیں نیکی کی برکات کا علم ہے!

ہم سارا دن نیکی کی فضیلت اور بدی کی نحوست کی لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں، لیکن ۔۔۔ اپنے تئیں بھول جاتے ہیں، خود نہیں بھولتے

ہمارے جسم میں

کوئی ایسی طاقت پوشیدہ ہے، جو ہمیں ہمارے ارادے کے مطابق کام کرنے نہیں دیتی، اور کسی کو بھی نہیں کرنے دیتی، اور وہ طاقت **خناس** ہے۔

پس معلوم ہوا

جب تک خناس کو مغلوب نہیں کیا جاتا، کوئی بھی انسان اپنی مرضی کے مطابق نہ نیکی کر سکتا ہے، نہ بدی سے بچ سکتا ہے۔ ساری عمر اسی کشمکش میں گذار دیتا ہے ۔۔۔ خناس خون کی طرح

انسان کی رگ رگ میں بستا ہے، اور ہم اس سے بے خبر ہیں

کماد میں خرگوش کو کتے نہیں مار

سکتے، اگر اُسے مارنا مقصود ہو، تو کماد سے باہر نکال کر اس کے پیچھے ذرا کتے چھوڑیں، پھر اس کے بچنے کا کوئی امکان نہیں، جب کماد سے باہر کھلے کھیتوں میں شکاری کُتے خرگوش کے پیچھے لگتے ہیں، تو خرگوش اپنی جان کو بچانے کے لئے کیا کیا قلابازیاں لگاتا ہے، موڑ موڑ پر مڑتا ہے، شکاری کُتے کبھی اپنے شکار کا پیچھا نہیں چھوڑا کرتے۔ خرگوش بے چارہ اپنی جان کے بچاؤ کی خاطر کبھی اِدھر آتا ہے۔ کبھی اُدھر جاتا ہے۔ کبھی کہیں چھُپنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن کھُلے کھیتوں میں اسے چھُپنے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں ملتی — شکاری اور سرکاری کتوں کے آگے اس کا کوئی بس نہیں چلتا۔ جب ہانپنے لگ جاتا ہے، کُتے اُسے آ دبوچتے ہیں۔ لیکن اُسے خود نہیں کھاتے۔ بلکہ مُنہ میں پکڑ کر اپنے مالک کے حضور میں پیش کر دیتے ہیں — کہ لیجئے۔ آپ کا شکار حاضر ہے!

جب تک
آپ اپنے خناس کے پیچھے

ایسے نہیں پڑتے — جیسے کہ خرگوش کے پیچھے شکاری کُتے پڑا کرتے ہیں — یہ آپ کو — کبھی بھی کچھ کرنے

نہیں دے گا۔ ساری عمر — دو تین مسائل کے گرد گھمتا رہے گا۔ آپ کو ھرادے گا۔

اور

خود بازی جیت جائے گا

بھولیو لوکو!

کدے پانی دِچوں وی کسے نے مکھن کڈھیا اے

ھماری

یہ موجودہ باتیں پانی میں مدھیانی کی مانند ہیں، اور اس سے کبھی مکھن نہیں نکلنا — اگرچہ کتنی دیر رڑکتے رہیں!

اللہ ربّ العلمین

ھمیں اپنے دشمن خناس سے

جو ھمارے اپنے ھی اندر موجود ھے

ایک باقاعدہ جنگ لڑنے کی توفیق عنایت فرمائے

آمین

ھم جیتیں اور وہ ھرے

ھم اُسے شکست فاش دیکر اپنا غلام بنالیں

ساری عمر

وہ ہمارا حاکم بنا رہا ہے۔ — مردانگی ... یہ ہے۔ کہ ہم اُسے

اپنا محکوم بنا کر اس پہ حکومت کریں — اور۔
یہ اللہ ھی کی توفیق و عنایت سے ھو سکتا ھے
یہ جنگ کوئی بچوں کا کھیل نہیں
بڑے بڑے جوانمرد اس میدان میں گھٹنے ٹیک گئے
اس نے بڑے بڑوں کو ہرا دیا، انکی ایک بھی چلنے نہ دی!
لیکن یہ کسی سے بھی نہ ہرا۔ ہر کسی کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پہ نچایا۔
یہ اللہ کی راہ کا صریح دشمن ھے!
اللہ کی راہ میں نکلنے والے
جب تک اپنے دشمن سے نپٹ نہیں لیتے
کیونکر اس راہ میں سلامتی سے چل سکتے ھیں
بادشاھو!
کیا آپ نہیں دیکھتے — یہ راہ روکے کھڑا ہے، جب تک
آپ اسے دور نہیں ہٹا دیتے — کیونکر آگے چل سکتے
ہیں؟ — اسے اللہ کی راہ سے دور ہٹانے کی ترکیب کو
اصطلاحِ فقر میں جہاد کہتے ھیں

"جہادِ اکبر"!

وما علینا الا البلاغ

روانگی کے وقت

جماعت سے

عزیز ساتھیو!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد۔

نبوّت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔!

لیکن

رسالت کا کام اسی طرح جاری ہے، اور قیامت تک جاری رہے گا، یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت کے سپرد ہے، اسی فرض کی ادائیگی کے لئے ہم صحابہ کرامؓ اور صوفیائے عظامؒ کی سنت کے مطابق روانہ ہو رہے ہیں، ہمارے اس سفر کا حقیقی مقصد ہماری اپنی اصلاح ہے، ہم دین سیکھنے کے لئے اپنا کچھ وقت دین کا فہم رکھنے والوں کے ساتھ گذارنا چاہتے ہیں تاکہ **ہماری اصلاح** ہو، اس کے ساتھ ساتھ جو باتیں ہم سیکھیں، انہیں دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کی کوشش کریں، تاکہ ——— دینِ اسلام پھیلے

امت کی اصلاح ہو ——— اور

باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کا حق ادا ہو ——— !

بھائیوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا ہمدردی اور خیر خواہی ہو سکتی ہے ——— کہ ہم اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان

کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کو سنوارنے کے لئے کوشش کریں،
مفید مشورے دیں، اور انہیں دین کا احساس اس انداز و ترغیب
سے دلائیں، کہ وہ خود

اپنی اِصلاح کیلئے بے چین ہوجائیں

اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دیگر بھائیوں کی اصلاح کا سبب بنیں،
اس طرح یہ عظیم کام ایک ہمہ گیر — اور

عالمگیر تحریک

کی صورت اختیار کرلے۔ — اس سلسلے میں ایک بات کا خیال
ضرور رکھنا چاہیئے، کہ ہمارا کام پیغام پہنچانا ہے، ہدایت دینا
اللہ ہی کے بس میں ہے، ساری مخلوق کے دل اللہ (کے دستِ
قدرت) کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جس دل کو جِس
طرف پھیرنا چاہتے ہیں، پھیر دیتے ہیں — ہم نے اپنے فرض کی
ادائیگی کے سلسلے میں لوگوں کے رویّے کا بالکل خیال نہیں
کرنا — ہمیں اپنا کام کرنا ہے، اور انجام اللہ تعالیٰ کے سُپرد ہے

ہم لوگ

محض اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں نکل رہے ہیں، اللہ
کی رضا کے سوا ہماری اور کوئی غرض و غایت نہیں، ہم اللہ
کی مخلوق کی طرف اللہ کا حکم لے کر نکلے ہیں۔ ہمارا کام ہر کسی
کو اللہ کے دینِ اسلام کی دعوت دینا ہے، ہم کسی ایک

فرقے کی تبلیغ

نہیں کرتے، سارے اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اگر ہمیں اس
راہ میں کوئی بُرا بھلا کہے، یا مذاق اڑائے، یا ہماری کسی
نقل و حرکت یا عمل پہ نکتہ چینی کرے — یا ہم پہ کوئی الزام لگائے
یا کسی مسجد میں داخل ہونے سے روک دے، کہ ہم نے اس
مسجد میں تمہیں داخل ہونے نہیں دینا — یا مسجد میں بیٹھے دیکھ کر
ہمیں کہے، کہ یہاں سے نکل جاؤ — یا جب ہم راستے میں
اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلیں، تو ہماری نقلیں اتارے،
یا تقریر کے دوران روک دے، کہ مت کرو۔ تو ہم نے ان
تمام باتوں کو نہایت تحمل مزاجی سے سن کر چپ ہو جانا ہے،
کسی بھی بات کا اور کسی کو بھی اور کوئی جواب نہیں دینا۔ ہر کسی
کی سن کر — اچھی ہو یا بُری — خاموش رہنا ہے — کوئی
جواب نہیں دینا — اور دل میں بھی بُرا نہیں منانا۔ بلکہ خوش
ہونا ہے — کہ —

اللہ کی راہ میں آپ کی ایسی بے قدری ہوئی، اللہ
اس کا بدلہ دے گا — جس نے بے قدری کی۔ اس کے
لئے دل سے دعا مانگیں — اللہ اس کا بھلا کرے!

اُس کی بے رُخی کی بدولت
نہ جانے اللہ ہمیں کیا بدلہ دے

گویا حقیقتاً وہ ہمارا محسن ہے

اُس کے اِحسان کا بدلہ دعامیں دیے

اگر کوئی مسجد میں داخل ہونے ہی نہ دے، تو اصرار نہ کریں، اس لئے۔ کہ تبلیغ صرف مسجد ہی میں نہیں ہوتی، جہاں بھی کوئی ہو، وہیں ہوسکتی ہے — ہم لوگ دین کی محبت کا ایک پیغام لے کر نکلے ہیں، ایک دوسرے سے لڑنے نہیں نکلے، ہم نے کسی سے بھی کبھی نہیں لڑنا۔ لڑنا تو درکنار کسی کے متعلق دل میں کوئی بھی بات نہیں آنے دینی۔ جس بھی انداز میں شیطان ہمیں مجبور کرے، کہ ہم کچھ بولیں — تاکہ ثواب کے اجر سے محروم رہیں، ہم نے شیطان کے کسی حربے کو کامیاب نہیں ہونے دینا — انشاء اللہ تعالیٰ العزیز!

ہم نے

جہاں بھی جانا ہے، اور جس کے پاس بھی جانا ہے — دین ہی کے لئے جانا ہے — دین کے سوا ہماری کوئی اور غرض و غایت نہیں — نہ ہم عالم ہیں، نہ صوفی — البتہ جو بات ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے، اس کو پہنچانے جانا ہے، — ہر کسی کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر دین کی جو بھی سمجھ ہمیں نصیب ہوئی ہے، اسے سمجھانے جانا ہے، — اگر کوئی ہمیں برا بھلا کہے، ہم نے اسے صبر

سے برداشت کرنا ہے — اور کہنے والے بھائی کو کوئی جواب نہیں دینا — نہ ہاں — نہ ہُوں

بالکل خاموش ہو جانا ہے !

ھم سے جس نے بھی جو کہنا ہے، حسد ہی کی بنا پہ کہنا ہے، اور ہم نے اس کا کوئی جواب نہیں دینا — دل میں بھی اُسے برا نہیں سمجھنا — یہ سمجھ کر — کہ ہم دین کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہیں کوئی تکلیف نہیں دی، پھر بھی انہوں نے ہم سے جو سلوک کیا ہے، عین حکمت پہ مبنی ہے، یقیناً ہم اسی لائق ہیں — اگر یہ ہماری تکریم کرتے — شاید ہم سُست ہو جاتے، اس تکریم سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہوتا — (اللہ ہمیں اس مختصر سی جدوجہد کا پورا اجر عنایت فرمانا چاہتے ہیں جس کے کہ ہم بے حد شکر گذار ہیں،

درا صل ھم

تحسین و تنقید سے بالکل بے نیاز ہیں

ھمیں کوئی کچھ کہے

ھمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں

اس لئے کہ

ہم اللہ کیلئے اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ہیں

آپ کے لئے نہیں

نہ ہی ہم آپ کو کسی بھی طرح خوش کر سکتے ہیں.

ہمارا یہ سارا معاملہ

اللہ کے ساتھ ہے

سفر کے شروع ہونے سے واپسی تک ان باتوں کا خصوصی خیال رکھیں

- سب ساتھی امیر کی اطاعت کا پورا خیال رکھیں،
- چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ اس سفر میں ہر نیکی سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے
- سب ساتھی اکٹھے بیٹھیں اور اکٹھے ہی رہیں
- ہر آدمی اپنے دل میں اس احساس کو بیدار رکھے، کہ میں نے اتنے وقت کے لئے اپنے آپ کو اور اپنی ہر صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اب اسکے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہونا خیانت ہے،
- جب کسی سے اپنا تعارف کروانا ہو، تو امیر کی طرف سے مقرر کردہ متکلم اپنا تعارف کرائے، اور باقی دوست سروں کو اللہ کے حضور میں جھکائے ذکر کرتے رہیں، اور ہر بات چیت پوری توجہ سے سُنیں

کوئی دوست کسی اور طرف متوجہ نہ ہو، چاہے کوئی کتنی ہی دلکش چیز ہو،

* اسی طرح — جب اجتماع میں کوئی دوست خطاب کرے، تو باقی دوست بالکل اسی طرح متوجہ رہیں، اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں، جس سے سامعین کی توجہ خطاب سے ہٹ جائے۔

* ہم سنتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں، ہمارا کوئی بھی کام سنت کے خلاف نہ ہو، ہر چھوٹے بڑے کام میں سُنّت کی اتباع کریں، تاکہ لوگ ہمارے عمل کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکیں،

* اگر کوئی صاحب ہمارے کسی عمل پہ مخلصانہ تنقید کرے، تو اس کی تجویز کو شکریہ کے ساتھ قبول کریں، اگر کوئی صاحب بلاوجہ اعتراض کرے، تو بھی ان سے نہ الجھیں، بلکہ نہایت نرمی سے اپنی کم علمی کا اعتراف کر کے ان کا شکریہ ادا کریں، تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو، اور انہیں ہمارے ساتھ الجھنے کا کوئی موقعہ نہ ملے۔

اَب ہم
اللہ سے دعا کرتے ہیں
کہ جس عظیم کام کے لئے
ہم

حقیر و ناچیز گناہگاروں نے اپنے آپکو پیش کیا ہے
ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے!

ہم اس قابل نہیں ہیں

محض اللہ اور اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کے

حکم کے پیشِ نظر — اور "لہو لگا کر شہیدوں میں نام" لکھوانے کے لئے چل رہے ہیں — اللہ تعالیٰ قبول فرمائے — آمین!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
آمین!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ سُبْحٰنَ
رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اٰمین

امروز سعید : پنجشنبہ ۲۷ ذیقعدۃ النجیب ۱۳۸۹ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حیّ
یا قیوم
دار الاحسان
اللّٰھم صلّ علٰی سیّدنا
محمد وآلہٖ وعترتہٖ بعدد
کلّ معلوم لّک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلۂ اشاعت
٦٣
دعوت و تبلیغ
الاسلام
جہاداً کبیراً
محمد برکت علی لودھیانوی مدنی
المقام التجاف الصحاف المقبول المصطفین ۰ دار الاحسان فیصل آباد
پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

اَمَّا بَعْدُ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا
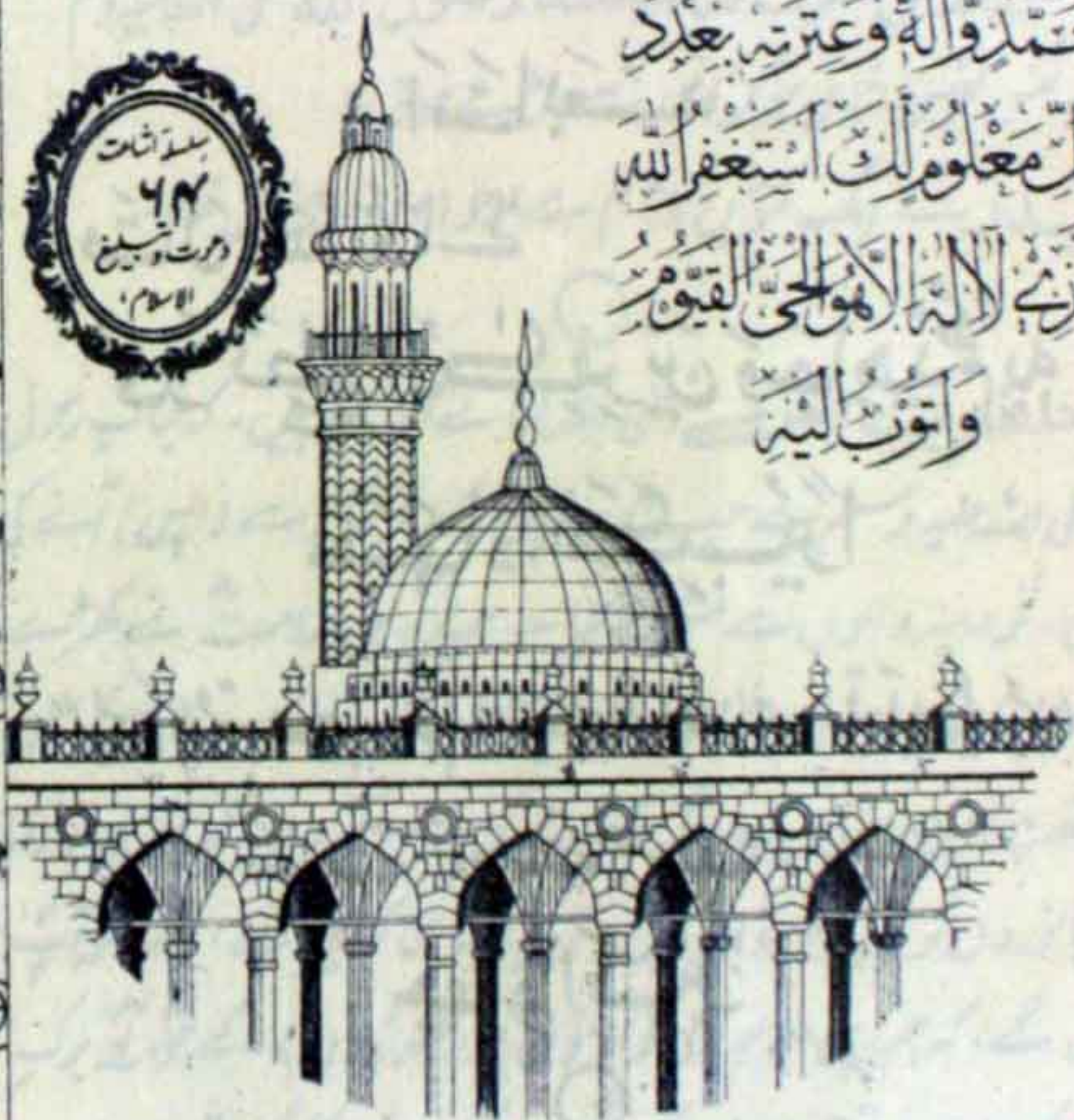
"پس کافروں کا کہا نہ مان، اور اس (قرآن کریم) کے ساتھ اُن سے جہاد کر —!

جہادِ اکبر!"

○

ف :-

"جو کافر (شیطان) انسان کے اپنے اندر ہے، وہ ان (کافروں) سے کہیں زیادہ سخت و خطرناک ہے"

○

غزوۂ بدر

غزوہ ــ جہاد کے اس معرکہ کو کہتے ہیں ــ جس میں کہ ــ
حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بہ نفس نفیس شامل ہو کر کفار سے لڑے ہوں!

بدر ــ ایک کنوئیں کا نام ہے، جو اس وادی میں تھا۔

○

حضرت انس سے رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابوسفیان کے (شام سے واپس) آنے کی خبر سُنی۔ تو مدینہ والوں سے مشورہ کیا ــ عبادہ بن صامتؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر آپؐ ہم کو یہ حکم دیں، کہ ہم اپنی سواری کے جانوروں کو دریا میں ڈال دیں، تو ہم ایسا ہی کریں گے، اور اگر آپؐ فرمائیں گے، کہ ہم اپنی سواریوں (اونٹوں اور گھوڑوں) کے جگر کو "برکِ غماد" تک ماریں، تو ہم ایسا ہی کرینگے (برکِ غماد یمن کا ایک شہر ہے) ــ (مطلب یہ ہے، کہ اگر آپؐ حکم دیں گے، کہ برک غماد تک اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو دوڑاتے چلے جائیں، تو ہم کو انکار نہ ہو گا۔)

حضرت انسؓ کا بیان ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو (جنگ کے لئے) تیار کیا۔ اور لوگ آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئے

اور بدر کے مقام پر پہنچے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو! دیکھو!) یہ جگہ فلاں شخص کی نعش کی ہے (یعنی وہ یہاں ہلاک ہو کر گریگا۔ اور یہ جگہ فلاں شخص کے قتل کی ہے، (اسی طرح آپؐ نے ستر کفار کے لئے جگہ مقرر کی) پھر جو مقامات آپؐ نے متعین کئے تھے، ان میں سے ایک بھی متجاوز نہ ہوا۔ جہاں آپؐ نے ہاتھ رکھا تھا۔ وہ کافر اسی جگہ ہلاک ہوا۔

(مسلمؒ / مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳۸۱ شمار ۵۵۹۱)

○

غزوہ بدر

دنیائے اسلام کی تاریخ میں حق و باطل کی جنگ کا سب سے پہلا معرکہ ہے۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گنتی کے چند صحابہ کرامؓ کے ساتھ ۔ جن کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی ۔ بہ نفس نفیس لڑے ۔ ایک طرف تین سو تیرہ صحابیؓ ۔ ستر اونٹ دو گھوڑے، چھ زرہیں اور کل آٹھ تلواریں تھیں ۔ کوئی اور ساز و سامان ساتھ نہ تھا۔ نہ ہی کوئی کھانے پینے کا سامان رکھتے تھے۔ اگر رکھتے تھے۔ تو ۔ صرف اللہ کو ۔ اللہ کے سوا کوئی اور شئے ان کے پاس نہ تھی ۔ تین سو تیرہ غازیوں کی ایک ننھی سی جماعت ۔ جب اللہ کے لئے اللہ کے بھروسے پر نکلی ۔ اللہ ان کے ساتھ تھا۔ جبرئیل ان کے

ساتھ تھا — جبرئیل کا گھوڑا ان کے ساتھ تھا۔ گویا ساری خدائی ان کے ساتھ تھی۔ پھر کیونکہ کوئی انہیں مغلوب کر سکتا تھا؟

اللہ کی یہ جماعت

جب اللہ کے بھروسے پہ بدر کی طرف روانہ ہوئی — دو سیاہ جھنڈے لئے ہوئے تھی — ایک جھنڈا حضرت علی المرتضےٰ اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھا۔

یہ لشکر

اللہ کے رسول مقبول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اللہ کے دشمن ابو جہل کے خلاف بدر کی طرف روانہ ہوا۔ نہ کسی کے پاس کوئی توپ تھی، نہ بندوق اگر کچھ تھا — تو صرف — آٹھ تلواریں اور چھ زرہیں پکھالوں میں پانی تک نہ تھا!

جب اللہ کی یہ ننھی سی جماعت پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس — پا برہنہ، پیاس کی شدت سے خشک لبوں کے ساتھ بدر کے صحرا میں اتری — دفعتاً رحمتِ باری جوش میں آئی — ابر کا ایک ٹکڑا ریگستان کی ساری وادی میں چھا گیا۔ اور رحمت کا مینہ برسنے لگا — سرد ہوائیں شروع ہوئیں — تھکن دور ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں — کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم غزدہ بدر کے دن خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی ۔

"اے اللہ! میں تجھ سے تیری امان اور تیرے وعدہ کا۔ (جو تو نے ہم سے کیا ہے) ایفار چاہتا ہوں ۔ اگر تو اے اللہ! یہ چاہتا ہے (کہ مومن ہلاک ہو جائیں) تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی"!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہی فرمانے پائے تھے، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بس اتنا ہی کافی ہے، آپ نے دعا میں اپنے پروردگار سے بہت مبالغہ کیا ہے ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی کے ساتھ خیمہ سے باہر آئے ۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے تھے ۔ اور (بلند آواز میں) یہ آیت پڑھی

سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرُ

" عنقریب ان جماعتوں کو شکست ہو گی ۔ اور پیٹھ دے کر بھاگ جائیں گی"!

○

سترہ رمضان المبارک

کی صبح کو سورج فتح المبین کا مژدہ لے کر طلوع ہوا۔ تو حق و باطل کی دونوں جماعتیں اس طرح میدان میں اتریں۔ کہ

عبدؓ اللہ ، معاذؓ اور عوفؓ ۔ اللہ کا برکت والا نام
لے کر اللہ کے دشمنوں کے خلاف میدانِ کارزار میں اترے ۔ جب
انہوں نے رجز پڑھا ۔ تو ابوجہل بول اٹھا" کہ یہ عرب کے
گڈریئے ہیں ۔ ہم ان سے لڑنا اپنی شان کے شایاں نہیں سمجھتے ۔!
ہمارے ساتھ لڑنے کے لئے ہم جیسوں کو بھیجا جائے"!

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرِ قوم، عمّ مصطفےٰ
والمرتضیٰ سیدنا حضرت حمزہؓ ۔ حضرت حیدرِ کرّار
علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت عبادہؓ بن
صامت کو لڑنے کے لئے مامور فرمایا۔

مولا علی کرم اللہ وجہہٗ اللہ کی تلوار تھے۔ پہلے ہی وار میں
ولید کو تہ تیغ کر دیا ۔ اس سے نپٹتے ہی شیبہ پہ جو
عبادہؓ بن صامت سے برسرِ پیکار تھا ۔ پلٹے ۔ اور ایک ہی
وار میں اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ اس کے بعد گھمسان کا رَن پڑا
عام جنگ شروع ہوئی ۔ اور آن کی آن میں کفار کا لشکر
بھاگ نکلا ۔

اس جنگ میں

حضرت جبریل علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار کفار سے لڑے،
حدیث ملاحظہ ہو:۔

" حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں، کہ جب اس روز (یعنی بدر کے دن)

ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ ناگہاں اس نے چابک کی آواز سُنی، جو اس کے سامنے بھاگا جارہا تھا۔ پھر اس نے ایک سوار کی آواز سُنی ۔ جو کہہ رہا تھا ۔ حیزوم (یہ حضرت جبریلؑ کے گھوڑے کا نام ہے) پھر اس مسلمان نے ۔ جو اس مشرک کا پیچھا کر رہا تھا ۔ دیکھا ۔ کہ وہ (مشرک) اس کے سامنے چت پڑا ہُوا ہے، اس کی ناک پر نشان ہے ۔ اور اس کا منہ پھٹ گیا ہے (یعنی کوڑے کی ضرب سے) اور جہاں کوڑا پڑا تھا ۔ وہ تمام جگہہ نیلی ہو گئی ہے۔ اور وہ مسلمان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا، اور واقعہ بیان کیا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

"تو سچ کہتا ہے!" ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"یہ فرشتہ (جس نے اس مشرک کے کوڑا مارا تھا) تیسرے آسمان کی امدادی فوج کا فرشتہ تھا!"

ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ کا بیان ہے، کہ جنگ بدر میں ستّر آدمی کافروں کے مسلمانوں نے قتل کئے اور ستّر کو گرفتار کیا۔"

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم صفحہ ۳۸۱ ۔ شمار ۵۵۹۴)

○

ہمارے لشکر کے تین سو تیرہ صحابہؓ میں سے ۔ جن میں ستتر مہاجر اور ۲۳۶ ۔ انصار تھے ۔ چھ مہاجر اور آٹھ انصار شہید ہوئے ۔ اس کے مقابل ۔

کفار کے ستّر سردار جہنم واصل ہوئے۔ ستّر قیدی بنائے گئے۔ باقی دم دبا کر بھاگ گئے۔

حضرت عمرؓ نے کہا ــ "ان قیدیوں کو قتل کیا جائے"

حضرت صدّیق اکبرؓ نے سفارش کی۔ "انہیں چھوڑ دیا جائے"۔ چنانچہ یہ سفارش قبول ہوئی ۔ اور ــ

اُنہیں چھوڑ دیا گیا!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن گذر جانے کے بعد مقتولینِ بدر کو خطاب اور عتاب کیا ــــ "کہ جس عذاب کی بابت میں تمہیں ڈرایا کرتا تھا ۔ ہے نا اس عذاب کو پہنچے"۔

مقتولینِ بدر کو بدر کے کنوئیں میں ڈالا گیا تھا ــــ

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خطاب و عتاب فرمایا ــ تو حضرت عمرؓ نے سوال کیا ــــ

"کہ آپ مُردوں سے کیا خطاب کر رہے ہیں؟"

اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــ

مَآ اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ لَهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے تم ان سے بہتر نہیں سن رہے ۔ البتہ یہ جواب نہیں دے سکتے"!

جہادِ اکبر

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم جب غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے، تو صحابہ کرام ؓ سے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں!

— یعنی —

ہمارا کفار سے لڑنا، انہیں قتل کرنا، قیدی بنانا، ہمارے اصحاب کا اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں شہید ہونا، اگرچہ ایک اہم کارنامہ ہے پھر بھی یہ جہاد — جہادِ اصغر ہے — جہادِ اکبر نہیں — اور اب ہمارا اللہ کے دشمن کفّار کو پچھاڑ کر اپنے اپنے گھروں میں واپس آنا گویا

جہادِ اکبر

کی طرف واپس لوٹنا ہے

جہاد فی سبیل اللہ کا حقیقی مفہوم

اللہ رب العلمین نے

اس عالمِ فنا کو کُن کہہ کر تخلیق فرمایا — پھر بنی نوعِ انسان کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ اور اولوالعزم انبیاء و مرسلین کو فریضۂ نبوّت و رسالت کی تعمیل کے لئے بھیجا اور فرمایا — "کہ میرے یہ رسولؐ میرے مقبول نمائندے ہیں یہ جو کچھ بھی کہتے ہیں — میری ہی طرف سے کہتے ہیں۔ جب تک میں ان کو کسی بات کا حکم نہیں دیتا — کچھ نہیں کہتے۔"

پھر حکم دیا —

"ان پہ ایمان لاؤ — جو یہ کہیں کرو — اور جن کاموں سے باز رہنے کا حکم دیں — باز رہو!"

پھر فرمایا —

"ان کی اطاعت میری اطاعت — اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے!"

○

تمام انبیاء و مرسلین نے

اس عالمِ وجود میں — تین ہی باتوں کی تبلیغ کی۔

— ★ اللہ کی توحید پہ ایمان لاؤ!

- ★ دنیا و آخرت کے لئے صالح اعمال کرو
- ★ میرے بعد جو رسول آئے، اس کی رسالت پہ ایمان لاؤ

لیکن

ہمارے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو باتوں کی تبلیغ کی ——

- ★ اللہ کی توحید پہ ایمان لاؤ !
- ★ دنیا و آخرت کے لئے صالح اعمال کرو

تیسری بات

کی تبلیغ میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے خطبہ میں اس طرح فرمائی ——

لوگو! نہ میرے بعد کوئی نبی ہے — اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت — یعنی میں آخری نبی اور تُم آخری امت ہو - اور اب قیامت تک کسی دوسرے رسول اور نبی مرسل نے نہیں آنا — اور نہ ہی کوئی اور امت پیدا ہونی ہے"!

اللہ ربّ العٰلمین نے تمہیں خیر اُمّۃ یعنی امتوں میں چُنی ہوئی امت - ایک برگزیدہ اُمت کے لقب سے ملقب کیا ہے"!

ہمیں کیوں چُنا گیا — ؟

ہم میں وہ کونسی خوبی ہے — جس کی بدولت ہمیں ہمارے اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار امتوں میں سے چُنا ہے ؟

جو بندہ

بندوں میں سے چُنا جاتا ہے، اس سے ہم یہ مراد لیا کرتے ہیں۔ کہ اسے کسی خاص ذمہ داری کی اسامی پہ مامور کیا جائے گا — تبھی اسے چنا گیا ہے !

کیا آپ نے

کبھی اس بات پہ بھی غور فرمایا ہے — کہ اللہ رب العلمین نے آپؐ کی امت کو تمام سابقہ اُمتوں میں سے کیوں چُنا ہے ؟

اِس لئے۔

اور صرف اِسی لئے۔

کہ — دین مکمّل ہو چکا — انبیاءؑ و مرسلین کا آنا ختم ہو چکا — اب قیامت تک کسی بھی نبی یا مرسل نے اس دنیا میں تشریف نہیں لانی، اور — منصبِ

رسالت و نبوّتُ

کے تمام فرائض — جنہیں سر انجام دینے کیلئے اللہ اپنے رسولوںؑ کو بھیجا کرتا تھا۔ اب اِس

امّت کے بندوں نے ادا کرنے ھیں۔ ان بندوں
میں سے آپ ایک بندے ھیں، یہ ذمّہ داری
ساری اُمّت کے ذِمّہ ہے۔ میرے ذمّہ ہے۔
آپ کے ذمّہ ہے۔ اُن کے ذِمّہ ہے۔ اِن
کے ذمّہ ہے۔ اور کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نھیں،

○

مومن

جب جماعت کی شکل میں اللہ کے لئے اللہ کے ملک میں
اللہ کے بندوں کو اللہ کے دینِ اسلام کی ——

دعوت وتبلیغ

کے لئے نکلتے ہیں —— خواہ وہ لاؤلشکر سمیت ہوں —— جیسے
کہ خالدؓ و طارقؒ کے جیوش ——

خواہ تنہا —— جیسے ——

سیدّنا علی حسن ھجویریؒ

اور —— خواجہ اجمیریؒ

تو اصطلاحِ دین میں اسے ——

جھاد فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ !

اللہ رب العالمین نے ہمیں حکم دیا ہے ——
کہ میرے بندوں کو احسن طریقہ سے میری طرف بلاؤ۔ انہیں

نہایت علم و حکمت سے میری توحید اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دعوت دو - اگر وہ کسی بھی نصیحت کو نہ مانیں ـــ ایمان لانے پر رضامند نہ ہوں - بلکہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں ـــ پھر ان سے لڑو"!

گویا ـــ لڑائی جہاد کا ابتدائی نہیں - انتہائی قدم ہے

جہاد فی سبیل اللہ کا مدعا جدال وقتال نہیں

دعوت وتبلیغ ہے

جہاد فی سبیل اللہ سے قتال مقصود نہیں - دعوتِ ایمان مقصود ہے!

چونکہ

بندوں کا اللہ کے لئے اللہ کے ملک ہیں اللہ کے پیغام کو لے کر اللہ کی مخلوق کی طرف نکلنا - اللہ کا پسندیدہ کام ہے - اس لئے اللہ نے اپنی راہ میں نکلنے والوں کے لئے بڑے بڑے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ـــ ایسا وعدہ ـــ جو کسی بھی اور کام کرنے والے کے لئے نہیں فرمایا۔

○

جہاد کے لغوی معنی ہیں ـــ کسی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش کرنا ـــ یہاں تک - کہ اگر جان قربان کرنے کی بھی ضرورت پڑے، تو دریغ نہ کرنا ـــ

اللہ کی راہ میں نکلنے والے بندوں کو اصطلاحِ دین میں

مُجاہدین

کہتے ہیں — مجاہدین اپنی جان کو ہتھیلی پہ رکھ کر نکلا کرتے ہیں، قدم قدم پہ — اور بات بات پہ اللہ کے لئے۔ اللہ کی دی ہوئی جان وار دینے کو — سعادتِ عظمیٰ سمجھا کرتے ہیں — اپنی جان کبھی بھی بچا کر نہیں رکھا کرتے — جب وہ اپنی جان کو تن سے نکال کر اپنی ہتھیلی پہ رکھ لیتے ہیں — ہر خوف و خطر سے بے خطر ہو جایا کرتے ہیں۔ موت و حیات کے عقدوں سے کلیتہً بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہستی کی ساری دکان لٹا دیا کرتے ہیں۔

جان

ہستی کی دکان کا محبوب ترین سامان ہے، سامان جان کے لئے ہے، جان سامان کے لئے نہیں — جب وہ اللہ کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کا تہیہ کر لیتے ہیں — پھر کائنات کی کسی بھی اور شئے کی طرف خیال نہیں کرتے۔ **جان** بندے کی بڑی پیاری چیز ہے — بندہ ہر شئے قربان کر دیتا ہے، جان قربان نہیں کرتا — جان کی قربانی حد درجہ کی قربانی ہے۔ جس نے بھی اللہ کے لئے اپنی جان قربان کی — حیاتِ جاوداں پائی — مر کر

بھی زندہ رہا — جان کی قربانی ہی — جان کی ابدی زندگی
کا ذریعہ بن جاتی ہے — حیاتِ فانی کی قربانی کا انعام
حیاتِ جاودانی
ہے۔ بندے کا اللہ کے لئے — اللہ کی راہ میں قربان
ہونا ایسا ہے — جیسا کہ آبِ حیات پینا — (اللہ
نے اپنی راہ میں جان قربان کرنے والوں کی شان میں اپنی
کتاب قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے :

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

"یعنی جو (لوگ) اللہ کی راہ میں مارے جائیں — انہیں مردہ
مت کہو — وہ تو زندہ ہیں۔ لیکن تم نہیں سمجھتے" (البقرہ : ۱۵۴)

۝

اللہ ربّ العٰلمین

اپنی راہ میں جان قربان کرنے والوں کو اپنے مقبول بندوں کی
زبان پر ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں — ان کا نام زندہ رہتا ہے — کام زندہ
رہتا ہے — وہ زندہ رہتے ہیں — اور ہمیشہ زندہ رہتے ہیں — اللہ
انہیں روزی عنایت فرماتے ہیں۔

نیز واضح ہو — کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے
والوں کو کوئی بھی اذیت محسوس نہیں ہوتی — اگرچہ ان کا

بدن چھلنی کر دیا جائے ۔۔۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔۔۔

"شہید کو صرف اتنی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے ۔ جتنی کہ کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے"!

یعنی ۔۔۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والے کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی ۔۔۔ شہادت کا شوق موت کی اذیت پہ غالب ہوتا ہے ۔۔۔ اور وہ ہنستا کھیلتا جان کی بازی لگا دیتا ہے ۔

اللہ کی راہ میں

اللہ کے لئے نکلنے والوں کے دلوں میں یہ **حق الیقین** ضرور ہو ۔ کہ ہر کوئی اپنے حمایتی کا حمایتی ہوتا ہے ۔۔۔ اگر کوئی اللہ کے دین کی حمایت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے ۔۔۔ (اللہ) اس کی حمایت کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے !

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝

اے ایمان والو ! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے ا تو وہ تمہاری مدد کرے گا ۔ اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۔

(محمد : ۷)

بے شک کسی کا اللہ کے دینِ اسلام کی حمایت میں کھڑا ہونا ۔۔۔ گویا اللہ کی حمایت میں کھڑا ہونا ہے ۔۔۔ اور

جو اللہ کے دین کی حمایت میں کھڑا ہوا۔ اللہ کی قسم — اللہ اسکی حمایت میں کھڑا ہوا۔ اللہ کی حمایت سے بڑھ کر اور کس کی حمایت ہو سکتی ہے؟ — اور۔ جس کا (اللہ) حمایتی ہوتا ہے۔ اللہ کی ساری خدائی بھی اس کی حمایتی ہوتی ہے

جہاں رب — وہاں سب

○

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے ہجرت کی، اور جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

○ التوبہ

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا

پس کافروں کا کہا نہ مان، اور اس (قرآن) کے ساتھ ان سے جہاد کر۔ بڑا جہاد

○

جہادِ اکبرؔ کا حقیقی مفہوم

اللہ ربّ العالمین نے فرمایا :

وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَھَی النَّفۡسَ عَنِ الۡھَوٰی فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ھِیَ الۡمَاۡوٰی (النّٰزِعٰت : ۴۰-۴۱)

اور جو کوئی اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اور جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہش سے روکا۔ پس بیشک (اس کیلئے) بہشت ہے جگہ رہنے کی۔

یعنی کسی کا اپنے نفس کو اللہ اور اللہ کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر مجبور کرنے، اور ہر بات میں اس کی خواہشات کی مخالفت کرنیکی جدوجہد کو

جہاد اکبر

کہتے ہیں — اور یہ ساری عمر جاری رہتا ہے!

جب تک روح نفس کو اپنا مرید نہیں بنا لیتی — یہ جنگ جاری رہتی ہے!۔

واضح ہو — کہ جب تک اللہ کے طالب سے اس کا نفس اور اس کی عقل بیعت نہیں کرتی — اس کی بیعت معتبر نہیں۔!

طریقت میں

اہلِ سلوک اپنے نفس کو اپنا مرید بنایا کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی

عقل کو ۔ جب تک کسی صاحبِ سلوک سے اس کا نفس اور اس کی عقل بیعت نہیں کرتی ۔ اس کا کسی کو بیعت کرنا رواجی ہے حقیقی نہیں ۔

اِنسان کے

جسم الوجود میں جو طاقتیں جلوہ گر ہیں ۔ جب تک کوئی سالک ان کا عارف نہیں ہوتا ۔ کبھی اللہ کا عارف نہیں ہو سکتا :

بندہ جب اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے، تو اس نتیجہ پر پہنچتا ہے ۔ کہ حقیقتاً اس کا کوئی بھی عمل صالح نہیں ۔ ہر عمل میں کوئی نہ کوئی نقص ۔ اور کوئی نہ کوئی کمی پائی جاتی ہے ۔ اس نقص و کمی کو دور کرنے کی مہم ہی کا نام جہادِ اکبر ہے ۔

جب بندہ

اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کا تہیہ کر کے اپنے اعمال کا جائزہ لیتا ہے، تو اسے پتہ چلتا ہے ۔ کہ اس کے اعمال ملے جلے ہیں ۔ صالح بھی ہیں ۔ اور سوء بھی ۔ یعنی نیک بھی ہیں ۔ اور بد بھی ۔ اور یہ ۔ کہ ۔ جو نیک ہیں، ان میں بھی کسی نہ کسی انداز میں برائی کی آمیزش پائی جاتی ہے ۔

بندہ جب اپنے حال پہ غور و فکر کرتا ہے، تو اس گُفدے پہ متحیر ہو جاتا ہے ۔ یہ اللہ پہ ایمان بھی لاتا ہے، اور کلمہ بھی

پڑھتا ہے، نماز بھی ادا کرتا ہے ــ روزے بھی رکھتا ہے ــ زکوٰۃ بھی دیتا ہے ــ حج بھی کرتا ہے ــ نیکی کے کام بھی کرتا ہے ــ ذکر و فکر میں بھی مشغول رہتا ہے ــ باوجود ان سب کے، اُسے کسی بھی چیز میں کوئی روحانی لذّت محسوس نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا دل اللہ کے ذکر سے قرار پکڑتا ہے!

یہاں تک

کہ جب نماز میں مشغول ہوتا ہے، تو بدن اس کا تمام دنیاوی مشاغل ترک کر کے اللہ کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن دل بالکل اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ــ: واہیات خیالات میں مشغول رہتا ہے۔ نماز کی نیت کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ زبان سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے ــ لیکن دل بالکل اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے۔ اس کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا ــ گویا ــ تَن تو نماز میں ہوتا ہے ــ مَن نماز میں نہیں ہوتا۔ تَن نے نماز پڑھی ــ مَن نے نہیں پڑھی۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد دل کی حالت جوں کی توں رہی ــ چاہیئے یوں تھا ــ کہ نماز سے فارغ ہو چکنے کے بعد فرض کی ادائیگی کی برکت سے دل شاد ہو جاتا، لیکن دل کی حالت جیسی نماز پڑھنے سے پہلے تھی ــ پڑھ چکنے کے بعد بھی ویسی ہی رہی ــ بندہ جب ان باتوں پہ گہرا غور و فکر کرتا ہے۔ تو اس نتیجے پر پہنچتا ہے ــ کہ

بندے کے تن میں کوئی ایسی طاقت ہے، جو من کی موافقت

نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے، کہ باوجود ایسی اور اتنی جدوجہد

کے ـــ نہ مَن مومن ہے ـــ نہ تَن ـــ نہ میرا۔ نہ تیرا۔

نہ اِس کا ـــ نہ اُس کا ـــ !

بندہ اپنے سے باہر رہ کر زندگی گذارنے کا عادی ہے

اپنی طرف نہیں ـــ اوروں کی طرف دیکھتا ہے ـــ اپنے اعمال

پہ نکتہ چینی نہیں کرتا، دوسروں پہ کرتا ہے

اپنی اصلاح کی پرواہ نہیں کرتا،

دوسروں کی اصلاح کے پیچھے پڑا رہتا ہے!

اپنی تحسین کرتا ہے ـــ دوسروں کی تنقیص کرتا ہے

اپنے کسی بھی عمل پہ نکتہ چینی نہیں کرتا ـــ اور ـــ نہ ہی

اُسے یہ بات پسند ہے ـــ کہ کوئی اس پہ ذرا سی بھی نکتہ چینی

کرے ـــ اِسی حجاب میں ـــ اس کی

ساری عمر کٹ جاتی ہے :

اس عقدے کو

حل کرنے کے لئے بندہ جب اپنے مَن

کی دنیا میں داخل ہوتا ہے، تو اسے پتہ چلتا

ہے کہ اس تن میں کیسی کیسی چیزیں کیا کیا کام کر رہی ہیں!

ہو سکتا ہے، کہ ہر کوئی اس حقیقت سے متفق نہ ہو۔ لیکن ہے یہ سچ!

مَیں

اپنے دوستوں کی راہنمائی کے لئے

تن کی حقیقت کا جو راز مجھ پہ مُنکشف ہوا

اس قرطاسِ سعید پہ قلم بند کرتا ہوں — اور

اللہ سے دُعا کرتا ہوں — کہ تیری مخلوق اس سے استفادہ

کرے — یاحیُّ یاقیوم۔ آمین :- اور تیرے ہاں یہ

مقبول ہو — آمین ! — تو بندہ کی راہنمائی فرما۔ بیشک

تو ہی ہادی — اور تو ہی حق ہے —!

اَنتَ الھُادی اَنتَ الحق

لَیسَ الھُادی اِلاّ ھُوَ!

○

انسانی جسم الوجود

میں دوؔ طاقتیں جلوہ گر ہیں۔

ایک روحانی — دوسری نفسانی

ان کی تشکیل تفصیلاً یوں ہے :—

تلاوۃ الوجود

یعنی

اقلیمِ قلبوت کی سیر و سیاحت

۱	سلطان — رُوح	سلطان — نفس
۲	رُوح — امرِ ربّی	نفس — امرِ عزازیل
۳	روح کا وزیر — عقلِ سلیم	نفس کا وزیر — شیطان
۴	روح کا سفیر — سکینہ	نفس کا سفیر — خنّاس
۵	سکینہ — موجبِ اطمینان	خنّاس — موجبِ وساوس

یہ ہے سارے تن کی مملکت کی حکومت

ایک طاقت دوسرے کو مغلوب کرنے کے درپے رہتی

ہے — کبھی کوئی ایک — دوسرے سے —

موافقت نہیں کرتی !

جب تک

اپنے تن میں کوئی ایسے نہیں لڑتا — جیسے کہ پانی پت کے
میدان میں "دہ" لڑے تھے — شیطان کو کبھی ھرایا
نہیں جاسکتا — !

جب تک اس تن میں شیطان باقی ہے۔ نفس کا روح سے

— اِتحاد — و
—— اِتصال — و
—— اِرتباط

ھرگز ممکن نہیں۔ اور نفس کا روح سے

— اتحاد و
—— اِتصال و
—— ارتباط

اُتنا ہی ضروری ہے

جتنا کہ جان کے لئے تن

○

خطابات

سُلطانِ رُوح کا سُلطانِ نفس سے خطاب

تو سُست ہے، کاہل ہے، غافل ہے، بزدل ہے، بخیل ہے، نکما ہے۔ جھوٹا ہے۔ فاحش ہے، زبان دراز ہے، بدخُو ہے۔ بدگو ہے۔ حاسد ہے، فاسد ہے، چغلخور ہے۔ ریاکار ہے، عیش پرست ہے، راحت پرست ہے، بدگمان ہے، نافرمان ہے۔ سارا دن بے کار پڑا رہتا ہے۔ جو میں کہتا ہوں، کبھی نہیں کرتا۔ جو تو چاہتا ہے، فوراً کر لیتا ہے۔ جس کام کے لئے اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے، نہیں کرتا۔ تیرا معاملہ ہی عجب ہے، ہمیشہ الٹ چلتا ہے۔ کبھی سیدھی راہ پہ نہیں آتا۔ جس کام کے کرنے کو کہا جاتا ہے۔ نہیں کرتا۔ لیکن۔ جس بات سے روکا جاتا ہے۔ اسے ضرور کرتا ہے۔ ہرگز نہیں رکتا۔ کیا میں (سلطانِ روح) اس اقلیم قلبوت کا فرمانروا۔ اور تو (سلطان نفس) میرا فرمانبردار نہیں ؟

تو — آزاد ہے۔ سرکش ہے — باغی ہے — !
کسی حکم کی پرواہ نہیں کرتا — کبھی نہیں کرتا !
ہر کام میں اپنی مرضی کرتا ہے — اور ایسے کرتا ہے
جیسے کہ تجھ پہ کسی کا بھی — اور کوئی حکم نہیں ہوتا — !
جبکہ تیرا یہ حال ہے !
پھر کیوں نہ تُجھے —

شریعت الاسلام

کی کڑی زنجیروں میں جکڑ کر

طریقت الاسلام

کے مضبوط قلعے میں

بند کر دیا جائے
کیا تُجھے
حضرتِ خواجۂ خواجگان **بایزیدؒ** کا قصہ یاد نہیں؟

اور یہ یاد نہیں؟۔ کہ

فقر

اپنی روایات دھراتا رہتا ہے!

○

سلطانِ رُوح نے جب اپنے اقلیمِ قلب کا معائنہ کیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس قول کی صدق دل سے تصدیق کی۔ کہ بے شک ہمارے قائدالعرفان حضرت مُحمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر سے واپسی پر یہ بجا فرمایا تھا۔

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرُ

دِل کا مورچہ

اقلیم قلبوت کا سب سے خطرناک مورچہ ہے، دل کے گرد شیطان ڈیرے ڈالے بیٹھا ہے۔ اور دم بھر کے لئے بھی دل کی نقل و حرکت سے غافل نہیں ہوتا۔ شیطان اپنی پوری توجّہ سے دل کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتا رہتا ہے۔ اور اس کے ہر قدم کو ناکام بنانے۔ اور اُسے اس کی منزل سے گرانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اِس کے علاوہ

ایک دن

اگر اللہ نے چاہا ۔۔ اس نے اللہ کے حضور میں حاضر
ہونا ہے ۔۔۔ اِس کی پرواز عرش تک ہے ۔
اسے پلید و ملعون و خبیث مت کہیں ۔۔ ہرگز نہ کہیں ۔
البتہ یہ **کاہل** ہے ۔۔ **غافل** ہے ۔ **سُست** ہے
نکما ہے ۔۔۔ جس کام کے لئے اسے بنایا گیا ہے ،
نہیں کرتا ۔۔ **واہیات کاموں** میں مشغول رہتا ہے !
اس سے زیادہ اس کی مذمت کسی طرح بھی روا نہیں
اس کی **غفلت کی ملامت** میں روح بھی شامل ہے

رُوح جب

اپنے تئیں اقلیم ملکوت کی بادشاہ کہلاتی ہے
اُسے کیوں شیطان کی قید سے نہیں چھڑاتی ؟

اور

جب تک اسے شیطان کی گرفت سے آزاد نہیں کرا لیتی ۔
کیوں جدّ و جہد نہیں کرتی ؟
نفس کی جب **کثافت** دور ہو جاتی ہے ۔ **لطیف**
ہو جاتا ہے ۔ اس کی کثافت کو دور کرنے ۔۔ اور لطافت
حاصل کرنے کا صرف **ایک ہی علاج** ہے ۔۔ اور وہ

ذِکرِ دوام ہے

ذکرِ الٰہی کے سِوا

کسی اور طرح شیطان دل کی دنیا کے ارد گرد سے کبھی اپنے ڈیرے نہیں ہٹا سکتا ۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

کہ ہر آدمی کے دل میں دو مکان ہیں۔ ایک میں فرشتہ (رہتا) ہے۔ دوسرے میں شیطان۔ جب وہ اللہ سبحانہٗ کا ذکر کرتا ہے۔ تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور جب ذکر نہیں کرتا۔ تو شیطان اپنی چونچ (یعنی منہ) اس کے دل میں رکھ دیتا ہے۔ اور وہ وسوسہ ڈالتا ہے"!

(عبد اللہ بن شقیق / ابن ابی شیبہ / حصن حصین ص۲۹)

○

بندے کے دِل پہ

شیطان پوری طرح مسلط ہے

شب و روز اس ایک ہی گھات میں رہتا ہے

کہ وہ کونسا حربہ استعمال کرے۔ کہ دل کی مملکت پہ اس کے سوا کسی اور کا غلبہ نہ ہو۔ روح کی سفارشات کو سنتا ہے تسلیم کر لیتا ہے۔ حسب ارشاد تعمیل کا یقین دلا دیتا ہے۔ عزم بالجزم کا اعلان کرا دیتا ہے، اس راہ میں جان تک قربان کرنے کے عزم کی تصدیق میں ہاں کر لیتا ہے — لیکن — حقیقتاً کسی بھی طرح

دل سے دور نہیں ہوتا۔ نہ ہی روح کی کسی فرمائش کے مطابق کوئی کام کرنے دیتا ہے، ٹال مٹول کرتا اور ڈھیل پہ ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ طرح طرح کے وساوس دل میں ڈالتا رہتا ہے۔ دل کو لغویات (واہیات فضولیات) کے کاموں میں پوری طرح مصروف ہونے سے کبھی نہیں روکتا۔ بلکہ خوش ہوتا ہے۔!

غیر ضروری اشتغال میں مشغول کرکے دلاسا دیتا ہے، تعریف کرتا ہے، اور اس انداز سے مطمئن کرا دیتا ہے۔ کہ اسے اس کے اصلی شغل کی طرف کبھی مشغول ہونے نہیں دیتا۔

دِل کا اصلی شغل

اللہ کا ذکر ہے!

سات چیزیں ذکر ہیں :

- نماز پڑھنا ذکر ہے!
- قرآن عظیم کی تلاوت کرنا ذکر ہے
- اللہ کی تسبیح وتحمید وتہلیل وتکبیر ذکر ہے
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا ذکر ہے
- اور اللہ کی بارگاہ میں مسنون دعائیں کرنا ذکر ہے
- مامورات ومنہیات کے مطابق چلنا ذکر ہے۔
- اور بہترین ذکر

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے۔

شیطان اس کی تاب نہیں لاسکتا

یہ ذکر شیطان کے لئے بمنزلہ موت ہے

یہ ذکر شیطان کی ضد ہے۔ اس کی موت ہے، جس سے وہ بچ نہیں سکتا۔
اُس سے مکمل حصار ہے، جس کو وہ کبھی توڑ نہیں سکتا۔
ایک مضبوط قلعہ ہے۔ جسے وہ کبھی پھاند نہیں سکتا۔
اور اس کی شکست فاش کا واحد حربہ ہے۔
یہ ذکر مسلسل ہو۔ کبھی بند نہ ہو۔ اس کے لئے

ضروری ہے

کہ ناک کے دَرّے پہ ایک سپہ سالار **ذاکر حسین** متعین ہو۔
جس کے ذمے صرف ایک کام ہو:
کسی بھی دم کو اندر سے باہر اور باہر سے اندر خالی جانے نہ دے۔ جو دم خالی اندر جائے، وہیں روک دے، اسی طرح جو اندر سے باہر آئے، اُسے کبھی باہر نکلنے نہ دے۔ جب اندر سے باہر جائے — **لَآ اِلٰہَ** کہتا ہوا جائے — جب باہر سے اندر لوٹے — **اِلَّا اللّٰہُ** کہتا ہوا لوٹے۔

اسے اصطلاحِ فقر میں

پاسِ انفاس کہتے ہیں!

یعنی

سانس سے جب اندر سے باہر جائے، لَآ اِلٰہَ کہہ کر ماسوار
کی نفی کرے — اور جب
باہر سے اندر جائے — اِلَّا اللہ کہہ کر اللہ کی ہستی
کا اثبات کرے — اس کا

ابتدائی مقام

یہ ہے۔ کہ کہنے والا یہ سمجھے — کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
عبادت کے لائق نہیں — اس کا

میانہ مقام

یہ ہے۔ کہ — کہنے والا یہ سمجھے — کہ اللہ کے سوا میرا کوئی
اور مقصود نہیں — اگر کوئی مقصود ہے۔ تو فقط اللہ ہے!

اس کا — **انتہائی مقام**

یہ ہے۔ کہ کہنے والا یہ سمجھے — کہ اللہ کے سوا کوئی اور موجود
ہی نہیں

○

ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

یہ ذکر دم بہ دم ہو، ہر دم ہو، جب تک کہ آوے دم

اگر اللہ نے چاہا

پھلے پھولے گا پھر یہ ذکر — اور پہنچا دیگا تجھے تیری مراد کو۔

صیقل کر دے گا تیرے دل کو۔ اور کھول دے گا اِس
ناپائیدار اور فانی دنیا کی حقیقت تجھ پہ۔ پس تو ہو جائے گا
اس کی ہر چیز سے متنفر و بیزار۔ اور ہو جائے گی یہ دنیا
اور اس کی ہر چیز تیری نظروں میں بے وقعت۔ اور ذلیل
اور قریب کر دے گا تیرے مطلوب کو۔ جو اللہ ہے،
اور سدا باقی رہنے والا ہے، اور نصیب ہو گی تجھے ابدی
راحت کی زندگی۔ تو اپنے رب کو حاضر و ناظر جان
کر اس کا ذکر کر۔ اور ایسے کر۔ جیسے کہ کوئی غلام اپنے
بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر عجز و نیاز کیا کرتا ہے۔

تیرا یہ حال

اور۔ تیری یہ ریاضت تجھے کہیں بھی نہیں پہنچا سکتی۔
اس لئے۔ کہ یہ اصل پر مبنی نہیں۔ جس نے اللہ کو عرش
پر سمجھ کر اللہ کا ذکر کیا۔ اس نے اپنے معبود کو نہیں پہچانا
نہ ہی پوری طرح اس کا ذکر کیا۔ تیرا معبود تیرے۔ اور،
تو اپنے معبود کے روبرو ہے۔

افضل ترین ذکر

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔

اسی ذکر سے اس کا ذکر کر۔ یہی ذکر اُسے ہر ذکر سے پسند
اور۔ اسی میں اس کی خوشنودی و رضا ہے۔

اِس لئے

کہ جو مدّعا، مطلب اور تاثیر

اِس کلمے میں ہے۔ کسی اور میں نہیں!

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کا ظاہری مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود عبادت کے لائق نہیں۔ اور

باطنی یہ۔ کہ اللہ کے سوا کوئی اور موجود ہی نہیں۔ ہر موجود کا وجود اللہ سے ہے، اور اللہ کے سِوا کسی بھی اور شئے کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ اور نہ ہی کسی شئے کو کسی شئے پہ کسی بھی قسم کا کوئی قدرت و تصرّف حاصل ہے۔ مگر اللہ کے حکم سے۔ اور اللہ کا حکم سدا جاری ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ ہر شئے اللہ ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے، کہ ہر شئے میں اللہ ہے۔ اور ہر شئے ہر حال میں بے بس و بے کس اور محکوم و مجبور ہے۔ پس ہر شئے اللہ کے نور سے قائم اور موجود ہے۔ کائنات کی ہر شئے میں اللہ اور۔ کوئی بھی شئے اللہ سے خالی نہیں!

جس طرح بادشاہ کی موجودگی میں کسی بھی غلام کو کسی بھی حرکت
پر کوئی جرأت نہیں رہتی — اسی طرح — اس طالب سے، جو
اللہ کو حاضر و ناظر جان اور مان لیتا ہے — نافرمانی کی
جرأت نہیں رہتی۔

ھر شئے کے دُو وجود ہیں —

ایک فانی —— ایک باقی

جو تو دیکھتا ہے — فانی ہے۔

اور — جس کے نور سے ہر شئے موجود اور قائم ہے، اور تو
دیکھ نہیں سکتا — باقی ہے۔

پہلی لَآ اِلٰہ — اور دوسری اِلَّا اللّٰہ ہے —

لَآ اِلٰہ نفی —— اِلَّا اللّٰہ اثبات

لَآ اِلٰہ مقامِ فنا — اِلَّا اللّٰہ بقا ہے

لَآ اِلٰہ سے ہر شئے کی نفی اور اِلَّا اللّٰہ سے قائم کر

کائنات کی ھر شئے میں

اللہ کو دیکھ — ہر شئے اللہ نہیں۔ ہر شئے میں اللّٰہ ہے

گھاس کے اس سوکھے ہوئے تنکے اور گلاب کے اس مہکتے
ہوئے پھول میں ایک ہی نور جلوہ گر ہے — صنعت میں صانع
کو دیکھ — اور صانع صنعت میں ایسے پوشیدہ ہے — جیسے کہ
گنے میں گڑ —

کاریگر

کی کسی کاریگری کو حقیر مت جان — اور نہ ہی کوئی نقص نکال

کاریگر نے ہر شئے نہایت وکمال کاریگری سے بنائی ہے —

کائنات کی کسی بھی شئے کا اپنا کوئی وجود نہیں — ہر شئے کا موجود کرنے

والا اللہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ مقام نیست ونابود — اور اِلَّا اللہ

مقامِ ہست وبود ہے۔

نیستی میں ہستی

تلاش کر — تیرے اس قلبوت کے اقلیم میں تیرا معبود جلوہ گر

ہو — اور تو سدا اپنے معبود کے حضور میں سجدہ ریز رہے،

یعنی

تن نگری میں — اور من نگری میں — نگری کا بادشاہ رونق

افروز رہے، تو اس کے حضور میں سجدہ ریز رہے۔ یاحیّ یاقیوم!

ہر وقت

ہر حال میں یہ سوچ — کہ جو میں کہتا ہوں، اللہ سنتا ہے

جو میں کرتا ہوں، اللہ دیکھتا ہے — اور

جو میں سوچتا ہوں — اللہ جانتا ہے۔

پس

اللہ کے حضور میں تیرا بولنا گستاخی — تدبیر نفاق — اور

ہستی عین شرک ہے — یاحی یاقیوم!

توحیدِ باری تعالیٰ

توحید کی حقیقت

یہ ہے، کہ بندہ اس امر کو صدق دل سے تسلیم کرے۔ کہ مخلوق کی جملہ حرکات و سکنات — خیر ہوں یا شر — اللہ ہی کی طرف سے ہیں، اور انہیں اللہ کی طرف سے سمجھ کر کسی بھی بات پہ کوئی اعتراض نہ کرے۔ یہ سمجھے — کہ فاعل حقیقی — اللہ — اور مفعول بندہ ہے — جیسے اللہ چاہتا ہے، کراتا ہے، کسی کی بھی اپنی کوئی مرضی نہیں۔

زبان سے اس کا اقرار کر لینا کوئی مشکل نہیں۔ لیکن دل سے تسلیم کرنا اہم کام ہے۔ !

جب تک

کسی بندہ کو یہ مقام حاصل نہیں ہوتا — کہ وہ مخلوق کے اقوال و افعال کو اللہ ہی کے اقوال و افعال مان کر ہر قول و فعل کو خندہ پیشانی سے تسلیم کرے — اور کسی بھی بات پہ کوئی اعتراض نہ کرے۔ طریقت الاسلام کا موحد نہیں ہوتا !

اِس مقام

پہ کھڑے ہونا ہر کس و ناکس کا کام نہیں — اللہ کے لطف و کرم

ہی سے بندہ اس مقام پہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور۔ یہ

تسلیم و رضا کا اوّلین مقام

ہے۔ کہ بندہ شکوہ و شکایت کی کتاب کو ٹھپ دے۔ کبھی شکوہ نہ کرے۔ کسی کا بھی شکوہ نہ کرے۔

○

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا۔ جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا"! (عبد اللہ بن عمرؓ / مسلمؒ)

○

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالےٰ نے پیدا کی، وہ قلم ہے (اس کو پیدا کر کے اللہ نے) اس سے فرمایا۔ "لکھ"! ۔ قلم نے عرض کیا۔ کیا لکھوں؟ (اللہ نے) فرمایا۔ "تقدیر کو لکھ"! چنانچہ قلم نے لکھا جو کچھ (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک) ہو چکا تھا۔ اور آئندہ جو ہونے والا ہے!

(عبادہؓ بن صامت / ترمذیؒ)

ف: گویا چھوٹی سے چھوٹی، اور بڑی سے بڑی بات اور ازل تا ابد جو کچھ بھی کسی سے ہونی ہے۔ لوح پر مرقوم ہے۔ اور۔ اللہ

کی لکھی ہوئی کسی تقدیر کو کسی بندہ کی کوئی تدبیر کبھی ٹال نہیں سکتی۔ مگر۔ دعا اور صدقہ

نیز

جس دعا اور صدقہ سے جو تقدیر ٹلنی ہوتی ہے، وہ بھی تقدیر ہی میں لکھی ہوتی ہے!

○

فقیر بھی کبھی کسی امر پہ اعتراض کیا کرتے ہیں؟۔ فقیر کا دل جاذب ۔ زبان گُنگ ۔ اور۔ آنکھیں جمال وجلال ہوتا ہے ۔ ایسا جمال ۔ کہ خاکی و نوری کو تسخیر کرے۔ اور ایسا جلال ۔ کہ شیاطین و جنات کو جلا دے ۔ نہ کوئی جمال کی تاب لا سکے۔ نہ جلال کی ۔

مہر کی ایک نگاہ سے

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں پہنچا دے

اور

ایسا جلال ۔ کہ ۔ پہاڑ تک کانپنے لگیں!

○

اسی طرح مخلوق کی صفات کو سمجھیں ۔

اٹھارہ ہزار اقسام کی مخلوق کی کوئی بھی شئے ایک دوسرے

سے نہیں ملتی — نہ پیدائش، نہ فطرت — نہ خوراک، نہ بود و باش — نہ طرزِ حیات —

ھر شے اپنے اصل کی طرف لوٹ آتی ہے۔

شاھی اصطبل کا گھوڑا شاہی محلوں کی طرف — اور گدھا رُوڑی کے ڈھیر کی طرف خود بخود چلا جایا کرتا ہے۔

اسی طرح

ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے

انہیں بھی اللہ ہی کی طرف سے سمجھیں!

یعنی

— سورج کی دھوپ ہیں!

— چاند کے روپ ہیں!

— پھول کی مہک ہیں!

— کلی کی مہک ہیں!

— سونے کی دمک ہیں!

— ھیرے کی چمک ہیں!

— شعلے کی بھڑک ہیں!

— بجلی کی کڑک ہیں!

— کوئل کی کُو ہیں!

— خمرے کی ھُو ہیں

گدھے کی ہینگ میں !

- اونٹ کی رینگ میں !

— ھاتھی کی جسامت میں !

— چیونٹی کی قدامت میں !

— جابر کے جبر میں !

— صابر کے صبر میں !

— معشوق کے ناز میں !

— عاشق کے نیاز میں !

— عِشق کی نظر میں

— خِرد کی خبر میں !

— شیر کی دھاڑ میں

— چِیتے کی چنگھاڑ میں

— ھواؤں کے زور میں

— دریاؤں کے شور میں

— بُلبل کے گیت میں

— چکور کی پریت میں

— صحرا کی ریت میں

— کِسان کے کھیت میں

— پانی کے بہاؤ میں

ساگر کے ٹھہراؤ ہیں

۔پہاڑوں کی اونچائی ہیں

۔غاروں کی گہرائی ہیں

۔لیموں کی کھٹائی ہیں

۔قند کی مٹھائی ہیں

۔لنگر کی برکت ہیں

۔مُبلّغ کی حرکت ہیں

۔محبوب کی دید ہیں

۔یوسفؑ کی خرید ہیں

۔یوسفؑ کی جدائی ہیں

۔یعقوبؑ کی دوہائی ہیں

۔مظلوم کی آہ ہیں

۔فقر کی نگاہ ہیں

۔ذاکر کے ذکر ہیں

۔فقیر کے فکر ہیں

۔آنکھ کے نور ہیں ۔ اور

۔دِل کے سرور ہیں

اللہ ھی کا نور جلوہ گر ہے!

یا حیُّ یا قیوم

اور

صُغریٰؓ کی بیماری میں
زینبؓ کی عماری میں
اکبرؓ کی لاش میں
اصغرؓ کی پیاس میں
سکینہؓ کے اصرار میں
عباسؓ کے پیار میں
مُسلمؓ کی آواز میں
حسینؑ کی نماز میں
اُمِ ہانیؓ کی مہمانی میں
نیزے کی انی میں
علیؓ کی فقیری میں — اور
عابدؓ کی اسیری میں

اللہ ہی کی رضا جلوہ گر تھی !

جس طرح

حق و باطل کے پہلے غزوہ بدر میں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

تین جلیل القدر سالار

* حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ
* حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ اور
* حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو

ابو جہل کے شیطانی لشکر کو تہ تیغ کرنے کے لئے نامزد فرمایا تھا

اُسی طرح

سلطانِ رُوح نے اپنے تین امیروں

امیرِ قناعت

امیرِ تقویٰ ـــ اور

امیرِ توکّل ـــ کو

نفس کیخلاف اقالیم قلبوت میں لڑنے کیلئے نامزد فرمایا

اِسی طرح

جیسے کہ ابو جہل نے اپنے لشکر میں سے ——

عُتبہ — ولِید — اور شِیبہ

کو لڑنے کے لئے مامور کیا تھا

نفس کے حمائتی

شیطان لعین

نے بھی اپنے تین نامی گرامی پہلوانوں ——

حرص

طول امل — اور

شہوت

کو سلطانِ روح کے مایۂ ناز سالاروں ——

امیر قناعت

امیر تقویٰ — اور

امیر توکّل کیخلاف لڑنے کو بھیجا!

لیجئے!

جنگ شروع ہوئی۔

امیر قناعت نے جب حرص کو اپنے حضور میں پیش ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ تو ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ قدم قدم پہ لڑکھڑاتا ہوا سرکار کی طرف روانہ ہوا۔ امیر قناعت نے جب جلالت سے حرص کو دیکھا گویا اس کی آدھی جان جاتی رہی۔ اور سرکار کے حضور میں کرنا تو بے چارے نے کیا تھا۔ بول بھی نہ سکا۔ آنکھ تک اٹھا کر دیکھ نہ سکا۔ اُسے جب یہ کہا۔ کہ تیری ساری دنیا میں سے بندہ کو صرف تین ہی چیزیں درکار ہیں۔ اور وہ تینوں چیزیں ہر وقت مجھے حاصل ہیں!

اِن تین چیزوں کے علاوہ

اُس اللہ کی قسم۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تیری کوئی بھی شئے میری ان نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی

اور

نہ ہی بندہ کسی بھی شئے کی طرف متوجہ ہے!

اور

وہ تین چیزیں یہ ہیں

★ رہنے کے لئے ایک گھر۔

یعنی بارش۔ دھوپ۔ آندھی سے بچاؤ کے لئے کسی درخت کے نیچے کوئی سا سائبان اور۔ ایک دن کا بنایا ہوا سائبان عمر بھر کے لئے کافی ہوتا ہے

★ میری دوسری ضرورت کی چیز۔ میرے اس تن کو ڈھانپنے کے لئے کوئی سا کپڑا ہے۔ اور۔ یہ پہنے ہوئے معمولی کپڑے میرے لئے برسوں تک کافی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی اور لباس کی طرف میری کیونکر رغبت ہو سکتی ہے۔ ساری دنیا کے **ملبوسات** کی حقیقت **کپاس** کا یہ بنولہ ہے۔ بندہ بھلا اس بنولے کی طرف کبھی متوجہ ہو سکتا ہے ؟۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

★ میری تیسری اور آخری ضرورت کی چیز

خشک روٹی اور پانی ہے۔ اور اس کیلئے بندہ اپنے رب کے سوا کسی کا بھی اور کبھی محتاج نہیں۔ روزی میرے پیچھے پیچھے میری تلاش میں پھرتی ہے۔ یعنی۔ جو روزی میرے رب نے میرے لئے لکھدی ہے میں نے ہی اسے کھانا ہے، کوئی دوسرا اسے کبھی کھا نہیں سکتا۔ اور جب تک میں نے اپنی روزی کھا نہیں لینی۔ کبھی نہیں مرنا۔ روزی روز ملتی ہے جتنی لکھی ہے۔ ملتی ہے۔ اس کے لئے بندہ اپنے پالنے والے کو پوری طرح پہچانتا ہے۔ اور

میں پالنے والا میرا رب ہے!

شیطان انسان کے نفس کو

حرص کے گھوڑے پہ چڑھائے لئے پھرتا رہتا ہے

کہیں اترنے نہیں دیتا — اور یہی اس بیچارے کی کم نصیبی ہے

ساری دُنیا

حرص ہی کی غلام ہے۔ اور اس میں ہر کوئی شامل ہے۔ شاہ بھی — گدا بھی — عالم بھی، متعلم بھی — پیر بھی، مرید بھی — اور اللہ کے فقیروں کے سوا کوئی دوسرا حرص سے بچا ہوا نہیں،

اللہ جب

کسی بندے کی طرف اپنے کمال لطف و کرم سے متوجہ ہوتے ہیں۔ اُسے ہر قسم کی حرص سے پاک فرما دیتے ہیں۔ پھر اُسے اپنی ضرورت کے سوا کسی اور چیز کی کوئی حرص باقی نہیں رہتی،

بندہ جب

حرص سے آزاد ہوا — گویا پاک ہوا

پھر اللہ رب العلمین

اپنے اس بندے پہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور بندے پہ یہ حقیقت منکشف فرماتے ہیں۔ کہ

میری ہر شئے تیرے لئے — اور

تُو میرے لئے ہے —

یہ دنیا تیرے لئے ہے لیکن تو دنیا کے لئے نہیں!

سلطانِ رُوح نے جب

حِرصُ

پہ اپنی دوسری نظر ڈالی — اُسی وقت اس کی جان نکل گئی — پھر ایک مدت اُسے وہیں پڑے رہنے دیا۔ حتےٰ کہ وہ وہیں گل سڑ گئی، اور اس کی طرف کبھی کسی نے دیکھا تک بھی نہیں۔ اس طرح **امیں قناعت** نے اپنے سب سے بڑے حریف **حرص** کو ہمیشہ کے لئے مار مکایا — اور یہ اللہ ہی کی توفیق و عنایت سے ہے۔ کہ **قناعت** کو **حرص** پہ فتح بخشی — اور اللہ کے اس احسان کا بندہ اگرچہ کتنا ہی شکر کرے۔ شکریہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

انسان

اپنی ضروریات ہی کا پابند نہیں — اشیاء کا پابند ہے، کسی شئے کی ضرورت ہو نہ ہو۔ **لیکن شئے** ضرور ہو — ! **گھر** میں بعض اشیاء ایسی بھی ہوتی ہیں — جن کو ساری عمر کبھی بھی کسی نے استعمال نہیں کیا ہوتا۔ لیکن پھر بھی ان کے بغیر گھر میں کمی محسوس کی جاتی ہے — اور اگر کوئی کسی ایسی چیز کا — جسے کہ چیز کے مالک کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی — سوال کرے۔ اُسے کبھی نہیں دی جاتی — بلکہ انکار کر دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ تلاوت فرما رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

• ابن آدم (انسان) کہتا ہے، میرا مال، میرا مال — حالانکہ (حقیقت میں) اے ابن آدم! مال میں تیرا صرف اتنا حصہ ہے، جسے تو کھا کر فنا کر دے۔ یا پہن کر بوسیدہ کر دے، یا صدقہ کر کے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔" (ریاض الصالحین)

○

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر آدمی کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں۔ تب بھی وہ تیسرے جنگل کو تلاش کرے گا۔ اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی، مگر (قبر کی) مٹی۔ (یعنی اسکی حرص گور تک باقی رہتی ہے) اور اللہ تبارک وتعالیٰ (حرص مذموم سے) جس بندہ کی توبہ کو چاہے، قبول کر لیتا ہے۔

(بخاریؒ ومسلمؒ — عن ابن عباسؓ)

○

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصّہ کو (مثلاً مونڈھوں کو) پکڑا، اور فرمایا — تو دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو ایک مسافر ہے، اور اپنے آپ کو ان مردوں میں سے شمار کر جو قبروں کے اندر ہیں (بخاریؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، انسان بوڑھا ہوتا ہے اور دو چیزیں اس میں جوان ہوتی ہیں۔ یعنی مال اور عمر کی زیادتی کی حرص

(بخاریؒ و مسلمؒ۔ عن انسؓ)

○

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "بوڑھے کا دل ہمیشہ دو باتوں میں جوان رہتا ہے، یعنی دنیا کی محبت میں اور آرزو کی درازی میں"

(بخاریؒ و مسلمؒ۔ عن ابوہریرہؓ)

○

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس آدمی کے لئے اللہ تبارک و تعالےٰ نے عذر کا کوئی موقعہ باقی نہیں رکھا۔ جس کی موت میں مہلت دی اور ساٹھ سال کی عمر عطا فرمائی۔

(بخاری۔ عن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

○

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں آئے۔ کہ میں اور میری ماں مٹی سے کچھ مرمت یا درستی کر رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا عبد اللہؓ! یہ کیا ہے؟ (یعنی یہ کیا کر رہے ہو؟) میں نے عرض کیا۔ میں اس چیز کو درست کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ موت اس سے بھی جلد آنے والی ہے (یعنی اس گھر کے گر پڑنے سے بھی زیادہ جلد آنے

والی ہے) (ترمذیؒ) یہ حدیث غریب ہے!

⊙

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیشاب کرتے اور مٹی سے تیمم فرما لیتے۔ میں عرض کرتا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پانی قریب ہے، آپؐ فرماتے — کس چیز نے مجھ کو بتایا ہے۔ (یعنی کیا خبر ہے) شاید اس پانی تک نہ پہنچ سکوں (یعنی پانی تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے (شرح السنۃ۔ کتاب الوفاء)

⊙

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے — یہ آدمی ہے۔ یہ آدمی ہے — اور یہ اس کی موت — یہ کہہ کر آپؐ نے اپنا ہاتھ گدی کے قریب رکھا (یعنی موت اتنی قریب ہے) پھر ہاتھ کو پھیلایا۔ اور گدی سے دور لے گئے۔ اور) فرمایا۔ اس جگہ انسان کی آرزو ہے (یعنی موت قریب اور انسان کی آرزو درازہ۔)

(ترمذیؒ۔ عن انس رضی اللہ عنہ)

⊙

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہو جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے (بیہقیؒ / عن علی کرم اللہ وجہہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت رسول کریمؐ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ فرمایا، تو یہ نصیحت فرمائی۔
اپنے آپ کو آرائش و استراحت سے بچا ــ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ
کے بندے آرام و آسائش حاصل نہیں کرتے۔ (احمدؒ)

○

حضرت کعب بن مالکؓ اپنے والدؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ــ
"دو بھوکے بھیڑیئے، جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان
نہیں پہنچاتے، جتنا کہ انسان کی حرص جاہ و دولت
دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔" (ترمذیؒ / دارمیؒ)

○

حضرت ابی ہاشم بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ کو وصیت کرتے
ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــ تمام اموالِ دنیا میں
سے تیرے لئے ایک خادم ــ اور اللہ کی راہ میں سوار ہونے کے لئے ایک
سواری کافی ہے (احمدؒ / ترمذیؒ / نسائیؒ / ابن ماجہؒ)

○

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ان چیزوں کے سوا آدمؑ کے بیٹے
کا کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے (۱) رہنے کیلئے گھر (۲) تن ڈھانپنے کا کپڑا (۳) خشک
روٹی۔ اور (۴) پانی! (ترمذیؒ عن عثمانؓ)

حرص جسم کا ایک ضروری جزو ہے، جس کے بغیر زندگی میں کوئی کیف و کشش نہیں ہوتی ــــ حرص کا جوہر کبھی فنا نہیں ہوتا۔ صرف خصلت بدلتی ہے، جو حرص سے پہلے ملعون تھی، اب مستحسن ہوئی ــــ جتنا بڑا مومن ــــ اتنا ہی بڑا حریص ہوتا ہے۔ لیکن نیکی کی طرف،

یہ معاملہ بعینہٖ نفس کی طرح ہے،

کہ نفس جب مزکی ہو جاتا ہے، مطہر ہو جاتا ہے ــ!
ہر مومن میں یہ صفت پائی جائے۔ کہ وہ حریص ہو۔ لیکن
اس کی حرص شب و روز نیکی کے کاموں میں ہونی چاہیئے۔
نیکی کا جب بھی کوئی کام ملے ــ ہاتھ سے نہ جانے دے۔

حرص کے خاتمے کے بعد امیر توکّل نے اپنا رجز پڑھتے ہوئے اپنے حریف طول امل کو اس انداز میں للکارا کہ حقیقتاً اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ اس کی تمام تجاویز منتشر اور لشکری بھاگ نکلے ــــ جب اُس کے بچ کر نکل جانے کا کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ بادلِ نخواستہ انتہائی مایوسی کے عالم میں سردار توکل کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئی ــــ جب اقلیم قلبوت کے شیر دل مایۂ ناز جرنیل توکّل نے اس کی طرف قہر بھری نظروں سے دیکھا،

اُس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ۔ اس کا مقابلہ ایسا ہی تھا، جیسا کہ بھیڑ کا بھیڑیئے سے ۔ جیسے ایک بھیڑیا لاکھوں بھیڑوں پہ غالب ہوتا ہے ۔ اسی طرح **توکل ۔ طول امل کی کل تدابیر** کو ایک ہی نظر میں مسترد کر دیتا ہے ۔

ا۔ امیرِ توکل نے طول امل سے جو خطاب کیا

قابلِ تحریر و داد ہے ۔ سرکار نے فرمایا ۔

تو سراسر دھوکا فریب اور اللہ کی راہ سے دور ہٹانے والی ایک مکار ساحرہ ہے، بندے کو کیسے کیسے خیالوں میں عمر بھر مشغول رکھتی ہے ۔ دم بھر کے لئے بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی

ھر بندے

کے کام کی عمر تیس تا چالیس سال ہوتی ہے ۔ اور یہ عرصہ ایسے گذر جاتا ہے ۔ جیسے کہ ہوا کا ایک جھونکا ۔ ادھر سے آیا ۔ ادھر کو گیا ۔ ساری عمر بندے کو جس کام میں وہ مصروف ہوتا ہے، پوری طرح مشغول ہونے نہیں دیتی ۔ اُسے یکسو ہونے نہیں دیتی ۔ فضول خیالات میں مشغول رکھتی ہے ۔ اگر کوئی بندہ اپنے کسی کام میں پوری طرح یکسو ہو کر مصروف ہو ۔ کامیاب ہو،

ریل، ریڈیو، ٹیلیفون، بجلی

غرضیکہ

ان تمام ایجادات کے مُوجد

غوث و قطب و ابدال نہ تھے۔ یکسُو تھے

وہ اپنے کام میں محو و منہمک تھے۔ جب وہ ان کاموں کی جستجو میں مصروف ہوئے، تو اس طرح ہوئے، کہ انہیں ان کاموں کے سوا کسی اور کام کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہ رہی۔ یہاں تک کہ اپنے کھانے پہننے، آرام و آسائش کی کوئی پرواہ نہ رہی۔ انہیں دن رات کا بھی پتہ نہ رہا۔ کہ کب دن چڑھا۔ کب چھپا۔ اسی طرح انہیں نہ کسی خوشی سے واسطہ رہا۔ نہ غمی سے، گویا ان کا جینا کسی ایک مطلب کے لئے تھا۔ اُس ایک مطلب کے سوا کسی اور کام سے کوئی مطلب نہ تھا۔ وہ کسی بھی چیز کو لے کر کبھی خوش نہ ہوتے، نہ ہی کبھی کسی بات پہ مغموم ہوتے، یہاں تک کہ ۔ اگر کوئی اُن کا قریبی رشتہ دار فوت ہو جاتا۔ اس کی موت کا بھی ان پہ کوئی اثر نہ ہوتا

جب وہ

پوری طرح اپنے کام میں محو ہو جاتے، ان کی محویت اللہ کی رضا کو راضی کر لیتی ۔ جس کام میں وہ محو ہوتے ۔ اللہ ان پہ کامیابی کی راہیں کھول دیتے ۔ اور ان سے ایسی ایسی حیرت انگیز ایجادات صادر ہوتیں ۔ جو ساری دنیا میں بسنے والی اللہ کی مخلوق کے لئے مفید اور کارآمد ہوتیں ۔

جب تک

دنیا زندہ رہے گی، ان کی محویت کا حاصل بھی زندہ رہے گا۔
وہ موت وحیات کے عقدوں سے بے نیاز ہو کر اپنی جد وجہد
میں کسی **محجوب حقیقت** کو آشکار کرنے کے لئے
جب محو ہوتے — تو جب تک اپنے مقصد کو نہ پا لیتے۔ اُسے
کبھی ترک نہ کرتے — یعنی کسی اور طرف ہرگز متوجہ نہ ہوتے۔

پھر سردار توکل نے

طول امل کو جب اس دنیا کی ناپائیداری کی حقیقت کی
وضاحت فرمائی — تو اس کے تمام ہتھیار ناکارہ ہو گئے —
اُسے بتایا — کہ — کسی بھی آدمی کو یہ پتہ نہیں، کہ اس نے کب
اس دنیا سے چلے جانا ہے، یہاں تک — کہ کسی سونے والے
کو یہ **حق الیقین** نہیں — کہ صبح اس نے اٹھنا ہے یا
نہیں! — اور صبح اٹھ کر یہ معلوم نہیں، کہ وہ شام تک ضرور
زندہ رہے گا۔
جب اس کی ناپائیداری کا یہ حال ہے، کہ اُسے اتنا بھی پتہ
نہیں — کہ کب اس نے اس دنیا سے چلے جانا ہے! پھر تیرے

اِن ہوائی قلعوں

کی اس میدان میں کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے ! — تیری
کوئی بھی بات ہمارے **حضور** میں کوئی معنی نہیں رکھتی!

تیرا کوئی مکر ہم پہ کبھی چل نہیں سکتا۔ تو اپنے جس بھی حماقتی کو اس میدان میں اپنے ساتھ لانا چاہتی ہے ۔۔ لا۔ ہم پر کسی کا بھی کوئی داؤ کبھی نہیں چل سکتا۔

میری سوچ ۔۔ میرا فکر ۔۔ میری جستجو ۔۔ میری جدّوجہد

اللہ کے لئے ہے

اللہ کے دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ

کے لئے کلیتاً وقف ہے ۔۔ اور میں اس دنیا میں ۔۔ اپنی اس زندگانی کو پانی کے ایک بُلبلے سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ پانی کے

بُلبلے کی زندگی

گھنٹوں منٹوں کی نہیں ۔۔ سیکنڈوں کی ہوتی ہے۔ ابھی بنا ابھی مٹا ۔۔ انسانی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اس کی

طلب کی تخلیق

ہے ۔۔ انسان آوارہ ہے ۔۔ ایک طلب پہ اپنی توجہ کو مرکوز نہیں کرتا ۔۔ یہی اس کی ناکامی کا موجب ہے۔

کامیابی اور کمال استقامتِ طلب میں ہے

اِس کا مطلب یہ ہے ۔۔ کہ بندہ جب دنیا کے میدان میں قدم رکھتا ہے، تو اس کے پیشِ نظر ایک فیصلہ ہو ۔۔ یعنی اپنے دل میں پکا فیصلہ کرے کہ اس نے اپنی اس دنیاوی زندگی میں کیا کام کرنا

ہے۔ سب کاموں میں ایک کام کو تلاش کرے۔ وہی کام اس کی منزل ہے۔ اپنی اُس منزل تک پہنچنے کے لئے جو کوشش بھی وہ کرے گا۔ وہ مستحسن ہے ۔ اور ہر کسی کو محبوب ہے۔ طلب کی تخلیق سب سے مشکل کام ہے۔

جس آدمی نے بھی کسی ایک کام کو شروع کرکے اُسے ہمیشہ جاری رکھا۔ اس کی برکت سے اللہ نے اس میں برکت ڈالی، اور وہ کامیاب ہوا۔ طولِ امل کی یہ جنگ ۔ یہ مقابلہ ایک دیکھنے کی چیز ہے، ایک طرف توکّل ـــــ اور دوسری طرف طول امل

توکّل کو

اللہ اور اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت حاصل ہے۔ ہر قسم کے ظاہری اسباب اور دنیاوی معاونت سے محروم ہے، اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں

طولِ امل

خم ٹھونک کر کھڑی ہے۔ جس کے جلو میں تمام دنیاوی اسباب کوشش اور مساعی موجود ہیں۔ وقت دونوں میں لگتا ہے، فوری طور پر نہ اس کا کام پورا ہوتا ہے، نہ اس کا۔ مگر وہ۔یعنی

توکّل

محمود اور قابلِ قدر و عزت ہے۔

اور یہ۔یعنی

طولِ امل — مذموم، قابلِ نفرت و اجتناب ہے
توکل ہر معاملہ میں اللہ کی رحمت و فضل کا صبر سے انتظار
کرتا ہے۔
طولِ امل حیلہ و تدبیر کا پابند ہے۔ کبھی صبر نہیں کرتا۔
توکّل کسی بھی اسباب کا پابند نہیں ہوتا۔ جو کرتا ہے اور جہاں جاتا
ہے، اللہ ہی کے بھروسے پہ جاتا ہے۔ اِس میں ذرا بھی مبالغہ
نہیں — کہ متوکّل کے تمام کام اللہ ہی کے حوالے ہوتے ہیں
اور — جو چیز اللہ کے حوالے ہو، پھر کسی کا اس کے متعلق فکر
کرنا عقلمندی نہیں۔ جو آدمی اپنے معاملات اپنے اللہ کے
حوالے کر دیتا ہے، کشمکشِ دہر سے نجات پاجاتا ہے
اس کے کام ماشاء اللہ، اللہ کے کام ہو جاتے ہیں — اُس
کی عزت اللہ کی عزت — اس کی فتح اللہ کی فتح ہوتی ہے
اُس کا کام اللہ کا کام بن جاتا ہے۔ اور —
اللہ کے کام بھلا کبھی رُک سکتے ہیں؟
یا کوئی روک سکتا ہے؟ —

اللہ

نے ہمیں ایک ایسا کام عنایت فرمایا ہے، جو دنیا کے تمام کاموں
سے اعلیٰ و افضل ہے۔ — اور وہ دینِ اسلام کی
دعوت و تبلیغ ہے،

یہ ہی ایک ایسا کام ہے، جو کسی بھی زمانے میں کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ اور ساری دنیا میں قیامت تک جاری رہے گا۔ ماشاء اللہ! یہی ایک ایسا مضمون ہے، جس کا کہ ساری دنیا میں بسنے والے ہر بندے کے لئے ایک ہی **نصاب** ہے۔ اور وہ کبھی نہیں بدلتا۔

اللہ کی ہدایت

کو بندوں کے دلوں میں ذہن نشین کرانے کے لئے طرح طرح کی حکمتیں اور طریقے سوچنا اس کی **معلمانہ منزل** ہے۔ زمانے کے انداز کے مطابق طرح طرح کی تدابیر سوچنا۔ کہ ہم کس طرح بندوں کو ہر طرف سے موڑ کر اللہ کے دین کی طرف لا سکتے ہیں یہ اس کی منزل ہے۔

طولِ امل تبلیغ کے میدان میں

کبھی نہیں کھڑا ہو سکتی۔ **امیر توکل** نے جب اُسے اپنے دو **شاہ مُہرے**۔ یعنی

یقین اور استقامت

دکھلائے، اللہ کی قسم۔ وہ وہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی اُسے یہ **حق الیقین** ہوا۔ کہ اب اس کا اس **مَن** میں رہنا اُس کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ اس نے آنکھ بچا کر وہاں سے فرار ہونا چاہا۔ **لیکن** امیر توکل نے اُسے وہیں پکڑ کر۔

ایک مدّت اپنے حضور میں زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ حتیٰ کہ وہ قید کی صعوبتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں ختم ہو گئی — اُس کا جوھر بھی فناہ نہیں ہوا۔ اسکی خصلت بدل گئی۔

پہلے مذموم تھی — اب مستحسن

پہلے اللہ کے خلاف تھی — اب موافق ہے۔

جو لمبی امید (طول امل) پہلے دنیا کے لئے تھی — اب اللہ کی رحمت کے انتظار میں (صبر سے رکنا) ہے۔

○

تقویٰ

اُس ملکہ کو کہتے ہیں، جو دل کے اندر اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جس وقت انسان کے دل میں اللہ تبارک وتعالےٰ کی محبت اور تعلق اس طرح پیدا ہو جائے، جیسے کہ برسات کے دنوں میں خودرو گھاس یہی محبت انسان کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے دور رکھتی ہے۔

ایک دفعہ

حضرت عمر فاروق رضی کی مجلس میں لفظ تقویٰ پہ گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ اے امیر المومنین رض! آپ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم جلیس رہ چکے ہیں — سہل زبان میں تقویٰ کا مفہوم بیان فرمایئے — آپ رض نے فرمایا۔

کبھی آپ کو ایسے تنگ راستے پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے، جس کے ارد گرد کانٹے دار جھاڑیاں رُو در رُو اُگی ہوئی ہوں؟ وہاں تمہارے چلنے کا کیا انداز ہوتا ہے؟ — سوال کرنے والے نے کہا — کہ ہم اپنے جسم کے کپڑے سمیٹ کر نہایت محتاط انداز میں قدم اٹھایا کرتے ہیں۔ تاکہ کانٹوں میں الجھنے سے بچ سکیں —

آپؓ نے فرمایا۔ بس یہی تقوےٰ ہے۔

فواحش قبیحہ سے اجتناب تقوےٰ کی مضبوطی ہے،

اللہ رب العالمین نے فرمایا —

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان : ۷۲)

"جس وقت گذرتے ہیں ساتھ بیہودہ کے (یعنی ایسی جگہ سے، جہاں انسان کا دل اور نگاہ متاثر ہوتی ہے) گزرتے ہیں بزرگانہ۔"

یہ تقویٰ کے وہ خطوط ہیں، جنہیں حاصل کر کے انسان کا دل حیّ القیّوم کا مسکن اور عرشِ عظیم بنجاتا ہے

تقویٰ کی بلوغت

یہ ہے — کہ مکروہ امور سن کر روح اور دل میں ہیجان پیدا ہو۔ بری مجلس میں بیٹھنے — اور مشکوک رزق کھانے سے تقویٰ ایسے رخصت ہو جاتا ہے — جیسے کہ سورج کے طلوع سے رات کی تاریکی — اس کو صیقل اور روشن کرنے کیلئے

اللہ کا ذکر

خفی و جلی، گویا سونے پہ سہاگہ ہے

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــ

ذِکْرُ اللّٰہِ اَنِیْسِیْ

"یعنی اللہ کا ذکر میرا مونس ہے"

(اللہ اپنے جس بندے سے اپنے دینِ اسلام کا کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ پہلے اس کے دل کو تقویٰ سے متصف فرماتے ہیں ــ کوئی بھی مومن تقویٰ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ دولتِ عظیمہ ہے۔ جس کے سامنے دنیاوی جاہ و جلال ایک مٹی کے ڈھیلے سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے۔

غور فرمائیں

علم افضل و اکرم ہے ــ **مگر** ــــ جب کوئی عالم نہ ہونے کے باوجود تقویٰ اختیار کر لیتا ہے، ایک ان پڑھ انسان کے دل پہ ایسے ایسے مکشوفات کا ورود ہوتا ہے۔ جو علم کے منتہی پر بھی کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے، کہ

تقویٰ کے مضبوط قلعہ میں

رہنے والے متقی ہمیشہ دلوں کے حکمران رہے ــــ تاریخ شاہد ہے کہ

سلف صالحین

اور اتقیاء نے نگاہوں سے کایا پلٹ دیں ــــ اور یہ مقام

صرف تقویٰ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

کُل عبادات کا ماخذ اور حاصل تقویٰ ہے

فرشتہ

جس دن سے پیدا کیا گیا ــــ اپنے مقام و مرتبہ میں وہی ہے جو پہلے دن تھا۔ غور فرمائیں ــــ جبرئیل امینؑ جب سے پیدا کئے گئے ــــ جبرائیلؑ ہی ہیں، اور جبرائیلؑ ہی رہینگے، کروڑوں اربوں سال کی عبادت کے باوجود وہی ہیں ــــ جو ازل کے روز تھے ــــ **لیکن**

انسان تقویٰ کی بدولت ترقی کرتا رہتا ہے ــــ **نبوت** کے سوا ہر مقام حاصل کر سکتا ہے!

تقویٰ

انسان کا وہ وسیلہ ہے، جس سے کہ ہر قسم کے کمالات دینی ہوں یا دنیوی ــــ حاصل ہوتے ہیں،

تقویٰ وقایہ سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے پرہیزگاری بچنا ــــ اپنی حفاظت کرنا ــــ اپنے آپ کو ہر برائی سے بچائے رکھنا ــــ **یعنی** کھلے لفظوں میں ــــ ہر برائی سے بچنا ــــ اور نیکی کی طرف رواں دواں رہنا ــــ (اللہ رحیم و کریم نے اپنی کتاب قرآنِ مجید کا تعارف فرماتے ہوئے سب سے پہلے **ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن** فرمایا۔

کہ یہ کتاب متقین کے لئے ہدایت کی راہ دکھاتی ہے ۔ تقویٰ رشد وہدایت کا پہلا زینہ ہے ـــ اور یہی صراط مستقیم ہے ۔ یہ ہر نیکی اور ہر خوبی کی ابتدا ہے ۔ جس نے اس سے منہ موڑا ـــ گمراہی کے کنوئیں میں گرا ۔ اس میں ایک بار گر کر نکلنا مشکل ہے ۔ جو شخص ذرا ذرا سے معاملہ میں احتیاط کرنے والا ہو ، کیونکہ کسی بڑے معاملہ کی برائی میں پڑ سکتا ہے ـــ چھوٹی چھوٹی برائیوں سے بچنے والا حقیقتاً بڑی برائیوں سے اللہ کے فضل وکرم سے بچا رہتا ہے ۔

انسان

ہر قول و فعل میں اتنا محتاط ہو ۔ کہ کوئی بھی برائی اس کے پاس نہ پھٹک سکے ـــ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے ـــ جو سب سے زیادہ متقی ہو ـــ

جس طرح کڑ دے پھل والے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے ـــ اُسی طرح برے اقوال و افعال کی جڑیں اکھاڑ دینا ضروری ہیں ۔

○

امیرِ تقویٰ

بے حیائیوں اور برائیوں کے ایک جری لشکر کے مقابلہ میں صف آرا ہوا ـــ ایک طرف تقویٰ ـــ اور ـــ دوسری طرف روئے زمین کے تمام شیاطین و جنات اپنی پوری قوت کے ساتھ

میدان میں اترے — بڑے بڑے عیّار و مکار سالار اُن کے ہمراہ تھے — اور وہ ایسے ایسے ہتھیاروں سے لیس تھے، جو امیر تقویٰ نے پہلے کبھی دیکھے بھی نہ تھے — بعض ایسے بھی تھے — جو بھیس بدل کر تقویٰ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ تاکہ امیر تقویٰ کو — جیسے بھی ممکن ہو سکے — دھوکا دے سکیں۔

اس جنگ

سے پیچیدہ اور کوئی جنگ نہیں — توبہ توبہ — کیسے کیسے وساوس و خطرات — اور کیسی کیسی افواہیں اقلیم قلبوت کے اندر شیطان کے چھپے ہوئے لشکر نے پھیلائیں۔ وساوس و خطرات سے امیر تقویٰ کے حملے کو ناکام بنانے کے لئے کیا کیا حربے استعمال کئے — سراب و فریب کے ایسے ایسے جال پھیلائے — جسے دیکھ کر بندہ اللہ ہی کی مدد اور توفیق سے بچ سکتا ہے — ایسے ایسے حملے کئے — جس سے بچنا — انسانی استطاعت سے بعید ہے —

کوئی انسان

کبھی اپنے تئیں اس کے حملوں سے نہیں بچا سکتا — مگر —

اللہ کی مدد سے

جو اس کے حملوں سے بچا — اللہ کا بچایا ہوا بچا — ورنہ صحیح و سلامت اس میدان سے بچ نکلنے کی کوئی امید ہی نہ تھی،

شیطان

جب اپنے پورے ہتھیار برت چکا ـــ اور اللہ کی مدد و توفیق سے اس کا ہر حملہ ـــ جو بھی اس نے کیا ـــ پوری طرح پسپا کر دیا گیا ـــ سر پکڑ کر بیٹھ گیا

اتنی لمبی جنگ

اس اقلیم کی تاریخ میں کہیں کسی نے نہیں لڑی ـــ اس میدان میں بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ طوالت کے لحاظ سے یہ جنگ بڑی جنگوں میں شمار کی جاتی ہے۔

شیطان

نے جب دیکھا ـــ کہ اس کا کوئی حملہ کارگر نہیں ہوا ـــ جتنے بھی ہتھیار وہ رکھتا تھا۔ سب استعمال کر چکا۔ لیکن سب کے سب بے کار ثابت ہوئے ـــ ہاتھوں ہاتھ لڑنے کے لئے گتھم گتھا ہو گیا ـــ اور ـــ یہ اس کا آخری حربہ تھا! جو اس نے استعمال کیا۔ اور ـــ

اللہ کی نصرت سے یہ حملہ بھی ناکام بنا دیا گیا

اقلیم قلبوت

کی اس خوفناک تاریخی جنگ میں ـــ دونوں لشکروں کے یہ جنگ جو ایک دوسرے سے لڑے ـــ اور ـــ اس طرح ایک نے دوسرے کو ہرایا : ـــ

ایمان نے شرک کو

—حیا نے فواحش کو

— صدق نے کذب کو

— اخلاص نے ریا کو

—وفا نے جفا کو

— قناعت نے حرص کو

— سخاوت نے بُخل کو

—سلوک نے فتنہ کو

—صبر نے شکوہ کو

— تسلیم نے تکرار کو

—محبّت نے نفاق کو

—حلال نے حرام کو

— امانت نے خیانت کو

—عدل نے ظُلم کو

—یقین نے شک کو

—حلم نے غرور کو

—عجز نے تکبّر کو— اور

—توبہ نے گناہ کو

مٹا دیا— ہرا دیا!

اللہ رب العالمین نے فرمایا :

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ○ التوبہ : ۷

بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے

○

اَللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ○ الجاثیہ : ۱۹

اللہ متقیوں کا دوست ہے ۔

○

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا مریم : ۸۵

"اس دن ہم متقیوں کو رحمان کی طرف (بطور) مہمان جمع کرینگے"

○

وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ○ البقرہ: ۱۹۴

اور اللہ سے ڈرو۔ اور جان لو، کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے

○

وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ الحجرات : ۱۰

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

○

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے (الحجرات)

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حقیقی متقی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے
جن میں حرج نہیں، اس خوف سے، کہ کہیں وہ حرج میں گرفتار نہ
ہو جائے۔ (تفسیر ابن کثیر ص۵۲ بحوالہ ترمذیؒ و ابن ماجہؒ)

○

ابنِ ابی حاتم میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں، جب کہ لوگ ایک
میدان میں قیامت کے دن روک لئے جائیں گے، اس وقت پکارنے والا
پکارے گا۔ کہ متقی کہاں ہیں؟ اس آواز پر وہ کھڑے ہوں گے، اور
اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بازوں میں لے لیگا۔ اور بے حجاب انہیں اپنے
دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

ابو عفیفؒ نے پوچھا۔ حضرت! متقی کون لوگ ہیں؟
آپؐ نے فرمایا۔ جو لوگ شرک سے اور بت پرستی سے بچیں،
اور اللہ کی خالص عبادت کریں۔ وہ اسی عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے
جائیں گے (تفسیر ابن کثیر ص۵۲)

○

حضرت عطیہ سعدیؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ جب تک انسان برے کاموں کو برا سمجھ کر نہ چھوڑے، اس وقت تک
پرہیزگاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا (ابن ماجہ شریف ۵۱۵)

○

تقوٰی

کی بہترین تشریح تمثیل ہے

ایک اللہ کے بندے نے ایک دن اپنی چادر کو دھویا جب سکھانے کے لئے دیوار پہ ڈالنے لگا۔ رک گیا۔ کہنے لگا۔ یہ دیوار اس کی نہیں۔ مالک کی اجازت کے بغیر گیلی چادر کو سوکھی دیوار پہ ڈالنا کیونکہ جائز ہو سکتا ہے۔ پھر اس نے گھاس پہ بچھانا چاہا۔ پھر رک گیا۔ کہ گیلی چادر کے نیچے سورج کی حرارت سے گھاس کی کونپلیں کملا جائیں گی۔ پھر ایک درخت کی ٹہنی پہ ڈالنے لگا۔ پھر سوچا۔ درخت کے پتے کملا جائیں گے۔ آخر کار بیچارے نے اپنے اوپرے کر چادر کو سُکھایا۔ یہ تقویٰ کی ایک

عُمدہ مثال

ہے۔ اس سے آپ اندازہ کریں۔ کہ تقویٰ میں کس قدر احتیاط ضروری ہے!

○

یہانتک جو یہ

امر و نہی کے مابین جنگ لکھی گئی ہے

اللہ کی توفیق ومدد سے بندہ نیکی پہ گذر رکھتا ہے

اللہ جب چاہتے ہیں

بندے پہ نیکی کے دروازے کھول دیتے ہیں

جب تک

اللہ کی طرف سے نیکی کے دروازے نہیں کھلتے

بدی کے دروازے بند نہیں ہوتے

حضرت بایزید بسطامیؒ

کو معراج ہوا — آپ کے دل میں خیال آیا — آپ نے برسوں اپنے نفس کو ریاضت کی بھٹی میں جلایا — اس قسم کی اور بہت سی باتیں آپ کے دل میں آئیں۔

ندا آئی

کہ تو نے جو کچھ بھی کیا — میری توفیق و مدد ہی سے کیا — اگر میری طرف سے قبولیت نہ ہوتی — اتنے کڑے مجاہدے کی آپ کبھی تاب نہ لاتے،

اللہ کو

خوش کرنے کا سب سے سہل اور پسندیدہ ذریعہ یہ ہے

کہ بندہ صدق دل سے یہ تسلیم کر لے — کہ اُس کا برائی سے بچنا اور نیکی کرنا —

اللہ ہی کی توفیق و مدد سے ہے۔!

اور یہی اس جلیل القدر کلمہ

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمُ

کا مفہوم ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے۔ جس میں سے معمولی قسم کی بیماری **جنون** ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ یہ کلمہ نقصان کی ستر قسموں کو دور کرتا ہے جن میں سے معمولی قسم **افلاس** ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ کیا نہ بتاؤں میں تم کو ایک کلمہ۔ جو اترا ہے عرش کے نیچے سے۔ اور جنت کے خزانہ سے۔ جس وقت کہتا ہے بندہ اس کو۔ فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے جواب میں۔

اطاعت گذار ہوا بندہ میرا۔ یا نجات پائی میرے بندے نے۔ اور فرمانبردار ہوا۔ یا سپرد کر دیئے اس نے تمام کام اللہ کی طرف

(ابوہریرہؓ ۔ بیہقیؒ)

اللہ کی قسم

جو موذی

اِس جنگ میں

ھلاک ہوا

حقیقتاً ھلاک ہوا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص پر گذرے، جو مٹی پر سوتا تھا۔ اور سر کے تلے اینٹ تھی۔ اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی۔ اور ایک کملی کا تہہ بند باندھے تھا۔ آپ نے جناب باری میں عرض کیا۔ کہ الٰہی! - تیرا یہ بندہ دُنیا میں ضائع ہے۔ حکم ہُوا۔ کہ اے موسیٰ! تجھ کو معلوم نہیں۔ کہ جب میں اپنے کسی بندے کی طرف سارے منہ سے توجہ کرتا ہوں تو اس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہوں:

(مذاق العارفین جلد ۴ صفحہ ۲۵۸)

ف :- حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسلام اللہ کے مقتدر نبی تھے ۔ لیکن پھر بھی اللہ کے فقیروں کے حال سے پوری طرح آگاہ نہ تھے ۔

اللہ ہی

اپنے فقیروں کے حال و مقام کا علیم و خبیر ہے

حضرت خواجہ سید نا خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

رشد اللہ سلطان البحر والبرّ

اور

حضرت سیّدنا الیاس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

آپ کے خلیفہ اور سلطان البرّ ہیں

آپ حضور

طریقت الاسلام کے ہر سالک و مجذوب کے پیر دستگیر ہیں!

لیکن

اللہ کے بعض فقیر ایسے بھی ہوتے ہیں ۔ جن کا کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو کوئی علم نہیں ہوتا ۔!

اللہ تعالیٰ کی محبّت

اللہ تعالےٰ اپنی محبت جس انسان سے کیا کرتا ہے، اس انسان کو بعض وقت معروف کر دیا کرتا ہے، اور بعض وقت اپنی حکمت کے کسی پہلو میں اس کو اس دنیا میں غیر معروف رکھ کر اپنی حکمت کی بعض مصلحتیں اس سے ظاہر کرایا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قبولیت جس انسان کے نفس سے ہو جاتی ہے، اس انسان کو کسی نہ کسی وقت اس دنیا میں اللہ تعالےٰ کی اس محبّت کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ۔ جس انسان کو اپنی محبت کا جوھر چھپانے کا حکم صادر کر دے۔ وہ انسان مجذوب ہو کر اپنے عشق کو دنیا کے کسی انسان پر ظاہر نہ ہونے دے۔

دینِ اسلام نے

ولایت موسوی کا درجہ بہت بلند رکھا ہے

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام رشد اللہ سے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا علم سیکھنے کے لئے ان کے ہمراہ کسی سفر پر روانہ ہوئے تھے۔ اس وقت کچھ ایسے واقعات قدرتِ کاملہ نے

ظاہر کئے تھے، جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ کی نبوت و رسالت ویسی صراحتوں سے نہ سمجھ سکی، جس کی حقیقت کو سیدنا حضرت خضر علیہ السلام رشد اللہ نے اسی وقت سمجھ لیا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی محبت تو ان دونوں نبیوںؑ کی ہستیوں سے تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کا کوئی پہلو ایک نبیؑ پر۔ اور اپنی حکمت کا دوسرا پہلو دوسرے نبیؑ پر ظاہر کر دیا تھا۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اپنی نبوت کی رسالت کو اس قدر مکمل نہ سمجھتے تھے — کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کے اس پہلو کو مجھ پر کیوں اس وقت ظاہر نہ کیا۔

موسوی ولایت میں

کسی سالکِ طریقت کو کسی وقت اپنا نفس اپنی دنیاوی محبت میں مجذوب کرنا پڑتا ہے، اور کسی وقت اس دنیا کی محبت سے بیزار ہو کر توحیدِ ذاتی کی محبت کسی علیحدہ مقام میں چھپ کر کرنی پڑتی ہے۔ اس وقت وہ سالکِ طریقت

نبوت الرّسالت مصطفویہ

کا ایک رشیدی محبوب ہوتا ہے

اور اپنے آپ کی ہستی کو عشقِ الٰہی میں فنا کر کے نبی الرسول المصطفےٰ

مُحمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی محبت کے عشق میں دوبارہ داخل ہو کر اپنی زندگی کی ایسی بقاء

بکرر، سہ کرر واضح ہو — کہ

طریقت السّلوک میں

بندہ صرف اور صرف اللہ کا طالب ہے
اللہ کے طالب کا جی طالب ہے
جو اللہ کا طالب ہے — وہ بندے کا طالب ہے،
اور — بندہ اس کا طالب ہے!
جو اللہ کا طالب نہیں — بندے کا بھی طالب نہیں،
اور — بندہ بھی اس کا طالب نہیں،

○

بندے کا طالب صرف وہ ہو سکتا ہے — جو اللہ جل شانہٗ وجل جلالہ کے سوا کسی اور شئے کا طالب نہ ہو — اور — بندہ بھی صرف اسی کا طالب ہو سکتا ہے جو اللہ کا طالب ہو —! اللہ کے سوا کسی اور شئے کا طالب نہ ہو!

○

اللہ کے طالب کی صرف ایک ہی پہچان ہے — اور وہ یہ — کہ وہ اللہ کے بندے کو مل کر اس طرح مطمئن ہو جاتا ہے — جس طرح اللہ سے مل کر کوئی مطمئن ہو سکتا ہے!

تشریح

اللہ کا جو طالب — کسی اللہ کے بندے کو مل کر مطمئن نہیں ہوتا — اس کی طلب صادق نہیں ہوتی۔ یا پھر وہ بندہ — جس کی خدمت میں یہ حاضر ہوا ہے، اللہ کا خالص بندہ نہیں ہوتا

○

اللہ کا طالب — جب کسی اللہ کے بندہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے — گویا۔ اللہ کے حضور میں حاضر ہوتا ہے — اس وقت ان دونوں کے دلوں میں — ذات حق شانہٗ وجل شانہٗ وجل جلالہ پوری طرح جلوہ گر ہوتی ہے — وہ ایک دوسرے سے اس طرح ملتے ہیں — کہ ایک بار مل کر پھر کبھی جدا نہیں ہوتے۔ ہمیشہ ایک دوسرے سے ایسے ملے رہتے ہیں۔ جیسے جسم میں جان۔

دنیا۔ قبر۔ برزخ۔ حشر و نشر
میں کسی بھی وقت جدا نہیں ہوتے

○

اور — ایسے صادق طالب روز روز — اور — گھر گھر

پیدا نہیں ہوا کرتے ــــ کبھی کبھی ــــ اور ــ کہیں کہیں پیدا ہوا کرتے ہیں !

⊙

اللہ کا طالب صرف اللہ کا طالب ہوتا ہے ــ کسی حال و مقام سے کوئی واسطہ نہیں رکھا کرتا

⊙

اللہ جب اپنے کسی بندہ کی طرف اپنے کمال لطف و کرم سے متوجہ ہوتے ہیں، اسے اپنی صفات سے متصف فرما کر دنیا و مافیہا سے بے نیاز فرما دیتے ہیں ــ

جب تک دنیا کی حقیقت بندہ کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے، وہ اس کا والہ و شیدا رہتا ہے ــ جونہی دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے ــ اس سے متنفر ہو جاتا ہے ــــ جب تک دنیا سے متنفر نہیں ہوتا ــــ ہمہ تن و من اللہ میں محو و منہمک نہیں ہوتا ۔

⊙

بندہ کا اللہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے اس کا دنیا سے متنفر ہونا ضروری ہے، اور یہ جبھی ہو سکتا ہے ــ جب کہ وہ دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو !

⊙

مُتفرّقات

اِنَّ لِی حِرفَتَینِ اثنَتَینِ فَمَن
اَحَبَّہُمَا فَقَد اَحَبَّنِی وَ مَن
اَبغَضَہُمَا فَقَد اَبغَضَنِی
اَلفَقرِ وَ الجِہَادِ

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

میرے دو پیشے ہیں، جس نے ان کو پسند کیا، اس نے مجھ کو محبوب رکھا، اور جس نے ان سے بغض رکھا۔ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ایک فقیری ہے۔ دوسرا جہاد

(مذاق العارفین جلد ۴ صفحہ ۲۵۸)

○

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا

"اے اللہ! مجھ کو مسکین (زندہ) رکھ اور مجھ کو مسکین مار!"

انسؓ / ترمذیؒ / ابوسعیدؓ / حاکمؒ

مذاق العارفین۔ جلد ۴ صفحہ ۲۵۶

○

اَلْقَ اللّٰہَ فَقِیْرًا وَّلَا تَلْقَہٗ غَنِیًّا

"اللہ سے مل فقیر ہو کر اور نہ مل غنی ہو کر۔!"

بلالؓ ۔ حاکمؒ

مذاق العارفین۔ جلد ۴ صفحہ ۲۵۶

○

اگر کسی کو یہ پتہ چل جائے کہ اس کی

غِیبت

کیۓ جانے کا اُسے کتنا ثواب دیا جاتا ہے

ہمیشہ

اسی جُستجو میں رہے، کہ

لوگ اُس کی غیبت کریں، اور

وہ آرام سے بیٹھا

اُس کا اتنا بڑا ثواب

حاصل کرتا رہے!

آدمی

جب بدی کر سکتا ہے ۔ اُسی وقت نیکی بھی کر سکتا ہے

جب وہ

بدی کے لائق نہیں رہتا ۔ نیکی کے بھی لائق نہیں رہتا!

یا حیُّ یا قیّوم

دو چیزوں

کو بند مارنا انسانی طاقت سے بعید ہے، بہت مشکل ہے

دل کو — اور

دریا کو — !

یاحیُّ یاقیوم

دریا کو تو بند مارا بھی جا سکتا ہے، دل کو کبھی نہیں مارا جا سکتا

جب بھی

دل کو بند مارا — فقیر نے مارا — فقیر کے سوا کوئی دوسرا

دل کو بند نہ مار سکا

○

چیزیں

آدمی کے لیے ہیں —— آدمی چیزوں کے لئے نہیں

یہ درخت، یہ نہال —— یہ دریا، یہ جبال —

یہ زوال (گہرائی) —— یہ کمال (بلندی) —

یہ پرند، یہ چرند — یہ درند، یہ خزند ——

یہ ستارے، یہ سیارے — یہ فلک، یہ ملک ——

سب انسان کے لئے ھیں

اور

انسان ہے — صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے
اللہ کرے — یہ اللہ کا ہو جائے
آمین — یا حیّ یا قیوم!

سچے دِل سے

پکی توبہ کر لیں — کہ دین اسلام کی —

دعوۃ و تبلیغ

کے سلسلے میں جب بھی کہیں کسی کے پاس جانا ہو۔ کھانے پکانے کا بوجھ کبھی کسی ایک آدمی پہ نہیں ڈالنا — اپنے کھانے کے لئے پکا ہوا کھانا جانے والوں کے پاس ہو، جب بھوک لگے — کھالیں — کسی کے بھی ہاں کبھی مہمان نہیں ہونا —

اللہ کی راہ

میں نکلنے والے راہی — اللہ کے سوا کسی اور کے کبھی مہمان نہیں ہوا کرتے — جہاں بھی جاؤ — اپنے کھانے کا سامان اپنے ساتھ لے جاؤ — جب ضرورت ہو پکاؤ اور کھاؤ!

اور — یہ ختم الکلام ہے۔

یا حیّ یا قیوم

طریقت الاسلام

- سلوک
— محبت
— ہمدردی۔ اور
— خیرخواہی

کا دوسرا نام ہے۔

طریقت الاسلام میں

گلہ، اعتراض، نکتہ چینی، شکوہ شکایت قطعی حرام ہیں

اس لئے

کہ یہ سب تسلیم و رضا کی ضد ہیں۔

اور

تسلیم و رضا — اس منزل کا ابتدائی اور ناگزیر مقام ہے

یاحیُّ یاقیّوم

دَارُالاحسانُ

اِس دارالاحسان کی حدودِ پر انوار میں داخل ہونے والے ہر مرد و عورت کا — نیک ہو یا بد — مومن ہو یا کافر — مکمل

ادب و اکرام —

— تعظیم و احترام

لازم ہے، واجب ہے۔ فرض ہے

یارب! — یاحیؔ یاقیوم!

هرکسی کا

هر حال میں شرعی استقبال و اکرام ہو — !

اور کسی کی بھی — اور کسی بھی قسم کی — کبھی بے ادبی و بے حرمتی نہ ہو !

یاحیؔ یاقیوم

اور یہ ختم الکلام ہے!

استقامت

ساری دنیائے اسلام میں ایک چیز کہیں نہیں رہی۔

یہاں تک

کہ وہاں بھی نہیں۔ اور ان میں بھی نہیں ـــــ

اور وہ ہے۔

علم پہ عمل ـــ اور ـــ عمل پہ استقامت

طریقت الاسلام کے نامی گرامی مشائخ بھی اس کی چوٹی پہ نہ کھڑے ہو سکے ـــ !

یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یا حیّ یا قیوم یا ذوالجلال والاکرام!

میرے اس دارالاحسان پہ

تیرا سب سے بڑا احسان

استقامت ہو! یا حیّ یا قیوم ـــ آمین

استقامت فی الدّارین

میرے اس دارالاحسان کی

تعلیم ـــ استقامت

تلقین — استقامت
تبلیغ — استقامت — اور
فیض استقامت ہو !

زندگی کی کامیابی کا دار و مدار استقامت پہ ہے
جب تک ہم ہیں استقامت رہی — ہر شے رہی —
جب سے استقامت رخصت ہوئی — استقامت
کے ساتھ ہر شے رخصت ہوئی —

دولت بھی گئی عزت بھی گئی دنیا بھی گئی اور دیں بھی گیا

دُعا کر

اللہ تیری کھوئی ہوئی چیز پھر سے عطا کرے، آمین !

تیرا

اس حال میں جینا بھی کوئی جینا ہے ؟ — یہ
کوئی زندگی نہیں — وہ زندگی تھی — اُسے

حاصل کر

پھر سے حاصل کر — جیسے بھی
کر سکے کر — اور

یہ ختم الکلام ہے !
یا حیّ یا قیّوم !

البرکت فی الحرکت

برکت ہے بیچ حرکت کے

اللہ کے لئے
گھر سے نکلنے میں برکت ہی برکت ہے!
ماشآء اللہ

ہر ماہ

تین دن کے لئے اللہ کی راہ میں ضرور نکلیں

اللہ کے توکّل پہ اللہ کی راہ میں نکلیں

کسی بھی
شئے کے پابند نہ ہوں!

دفعِ بلیّات

بندہ جب

اللہ کے حبیب اقدس مولائے کریم، رؤف الرحیم

حضور اقدس و اکمل جناب رسولِ اکرم و اجمل اطیب و اطہر

صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی شان بیان کرتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ

اپنی عزت و عظمت اور اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

کی شان کے صدقے

اُس علاقے سے بلائیں اور وبائیں ٹال دیتا ہے

آپؐ کی شان کا ذکر اللہ کے عذاب کی پوری روک ہے۔ ماشاء اللہ!

جس علاقے میں آپؐ کی شان بیان کی جا رہی ہو

اللہ کی غیرت گوارا نہیں کرتی۔

کہ اُس علاقے میں کوئی بلا و وبا نازل ہو!

یا حیّ یا قیوم!

حضرت قطب العالم شیخ العرب والعجم

مولانا سیدنا الحاج الحافظ الشاہ

محمد امداد اللہ صاحب

مہاجر مکی قدس سرہ العزیز

نے اپنی کتاب

انوار الغیوب صفحہ ۳۹

میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر انوار کے کشف کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی صورتِ مثالیہ کا تصور کر کے درود شریف پڑھے، اور۔ داہنی طرف "یا احمدُ"۔ اور بائیں طرف "یا محمدُ"۔ اور

دل میں "یا رسول اللہ"

ایک ہزار بار پڑھے۔ انشاء اللہ بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی

انشاء اللہ

اسی طرح

آپؒ نے ارواح — اور ملائکہ کے

کشف کا طریقہ

بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ

سالک داہنے سُبُّوحٌ" اور بائیں طرف قُدُّوسٌ

اور آسمان کی طرف" رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ" اور قلب پر

" وَالرُّوْحِ "

کی ہزار بار ضرب لگائے

اور

مقصود کی طرف متوجہ ہو جائے، تو جس روح سے ملاقات کرنی ہوگی، بیداری یا خواب میں زیارت ہوگی۔ دو ہزار ضربیں لگانے سے مقصود جلد حاصل ہوگا!

(انوار العیوب صفحہ ۳۸)

اِسی طرح

آپؐ نے آئندہ کے حالات سے باخبر کر دینے والے

ذکر

کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا — کہ

داھنے "یَا اَحَدُ" اور بائیں "یَا صَمَدُ" اور سر شانے کی طرف پھیر کر "یَا حَیُّ" اور دل میں "یَا قَیُّوْمُ" کی ایک ہزار ضربیں لگائیے، اور بلاؤں کے دور کرنے کیلئے بھی اسی طرح ایک ہزار ضربیں لگانا مجرب ہے

(انوار الغیوب : ۳۸)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اٰمِيْن

امروزِ سعید : یک شنبہ ۲۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۸۹ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

یا حی یا قیوم

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وعترتہ بعدد کل معلوم لک استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

دار الاحسان

سلسلہ اشاعت ۶۵ دعوت و تبلیغ الاسلام

رہنمائے مبلّغین

مؤلفہ محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ

المقام التجاف الصحاف المقبول المصطفین ۰ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
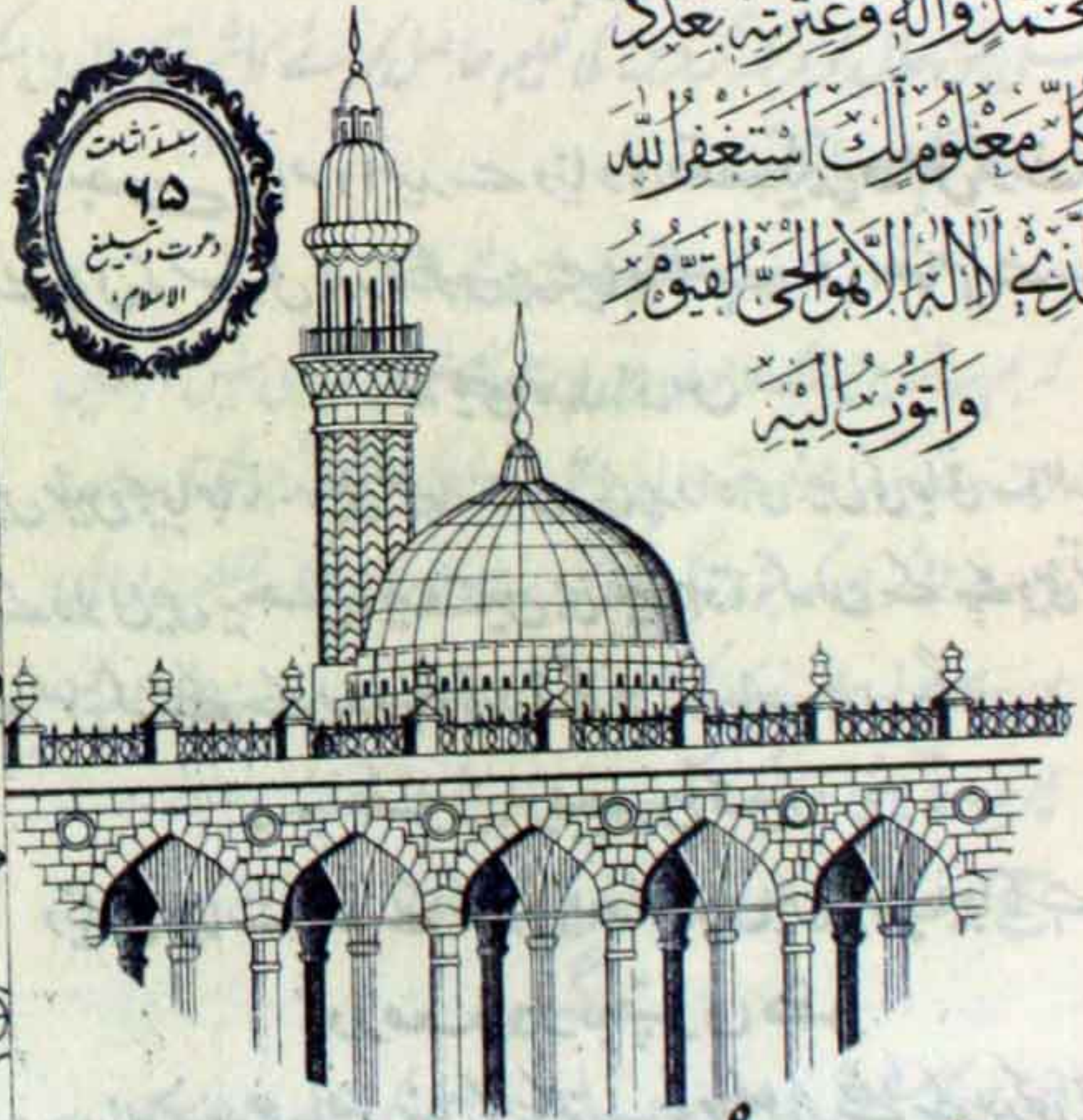
امّا بعد

جس اہتمام و امید سے دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بچوں کو سکول اور کالجوں میں بھیجا جاتا ہے، اس اہتمام سے —

دینی مدارس

میں نہیں بھیجا جاتا۔ دینی تعلیمات کی اتنی پرواہ ہی نہیں کی جاتی۔ والدین کے دلوں میں یہ حق الیقین ہی نہیں ہوتا، کہ ان کے بچے دینی تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد دنیاوی زندگی میں کامیاب ہوں گے،

ہونہار بچّوں کو

دنیاوی تعلیمات کے لئے سکولوں اور کالجوں میں بھیجا جاتا ہے،

اور معذور بچّوں کو

جو دنیاوی علوم حاصل نہیں کر سکتے — یا حاصل کر چکنے کے بعد کسی اچھی جگہ ملازم نہیں ہو سکتے — دینی مدارس میں ایک بار بھیج کر پھر ان کی بات تک پوچھی نہیں جاتی۔ انہیں اللہ کے حوالے کر کے چھوڑ آتے ہیں، جس اہتمام، کوشش، شوق، جذبہ و امید سے سکولوں اور کالجوں میں بچوں کی پیروی کی جاتی ہے، — دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے

والے بچوں کی کبھی نہیں کی جاتی — یہی وجہ ہے، کہ اوّل تو وہ بیچارے پوری دینی تعلیم حاصل ہی نہیں کر پاتے۔ برائے نام فارغ التحصیل کی سند حاصل کر کے ساری عمر دین و دنیا کی کشمکش کا شکار بنے رہتے ہیں۔ نہ پورے دیندار بنتے ہیں، نہ دنیادار — ان کے اس غیر تسلی بخش حال کو دیکھ کر دین کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق والدین کے دلوں سے ختم ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے

کہ ہم نے دین کے کاموں میں پوری کوشش کی ہی نہیں، ہمیں دین سے پیدا ہونے والی برکات کا کیا پتہ ہو سکتا ہے؟
ہم نے لڑکوں کو بڑی تگ و دو سے ایم اے تک تعلیم دلوائی، پورے سولہ سال نیچے کی پیروی کی، ہزاروں روپے خرچ کئے، پھر وہ ڈپٹی بنے، کپتان بنے، انجنیئر بنے — جج بنے — اور — جرنیل بنے

اگر

اتنی ہی کوشش دینی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں پہ کی جاتی — بے شک وہ رُومی بنتے — نظامی بنتے — اور جامی بنتے! — کچھ نہ کچھ ضرور بنتے —

دین کی غیرت

یہ کبھی گوارا نہ کرتی — کہ ان سے کوئی کام نہ لیا جاتا —؟

دین ضرور ان کی قدر کرتا

اور — جس فیض کے مستحق ہوتے، عنایت فرماتا۔ کسی کو بھی، اور کبھی محروم نہ رکھتا — دین اللہ کا ہے — کیا اللہ کی غیرت۔ گوارا کر سکتی ہے ؟۔ کہ اس کا سچا دین حاصل کرنے والوں کی کوئی بھی پرواہ نہ کرے :—

(اللہ سب سے بڑھ کر غیرت مند ہے،

اللہ کہتا ہے،

جو میری طرف ایک بالشت چل کر آتا ہے، میں اس کی طرف گز بھر چل کر آتا ہوں، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے، میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں !

جب یہ حال ہے۔

پھر کیونکہ اپنے دین کو حاصل کرنے والوں اور دین کی حمایت میں کھڑے ہونے والوں کی کوئی پرواہ نہ کرے گا۔

سچ پوچھو — تو اللہ کی حمایت ہے ہی دین کے لئے۔ (اللہ چونکہ قدردان ہے، کسی بھی کام میں محنت کرنے والوں کی محنت کو ضائع نہیں کرتا)— ورنہ اگر یہی محنت اس کے دین کے کاموں میں کی جاتی — ایسے ایسے انعامات سے سرفراز فرماتا — جس کا کہ ہمیں پتہ تک نہیں — یہ مبالغہ نہیں، حقیقت ہے — کہ — جتنے درجات ظاہری نظام میں ہیں، باطنی نظام میں اس سے

۔ کہیں زیادہ بیش ــــ

۔ یہ محدود ــــ وہ لامحدود

۔ یہ عارضی ــــ وہ مستقل

۔ یہ فانی ــــ وہ غیر فانی

۔ اِس کی میعاد چند روزہ ۔ اُس کی میعاد ابدالآباد

۔ اِس کا حاصل قلیل ۔ اُس کا حاصل کثیر

۔ یہ بے اختیار ــــ وہ مختار

۔ اِس کا عامل محزون و مغموم ۔ اُس کا مسرور مخمور

۔ یہ ایک آبِ جُو ــــ وُہ بحرِ بیکراں،

۔ یہ ایک کلی ــــ وُہ گلستان

۔ یہ دنیا کا نیاز مند ۔ اور وُہ بے نیاز کا۔

غرضیکہ

کسی بھی طرح دنیا کا کوئی مقام دین کے کسی مقام کی برابری نہیں کرسکتا ــــ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

○

ایک صاحب نے سوال کیا،

کہ غیر ممالک میں تبلیغ کرنے والوں کے لئے انگریزی کا یا جس ملک میں کہ انھوں نے تبلیغ کے لئے جانا ہو ــ اس ملک کی زبان سیکھنا ضروری ہے؟ ــــ بندہ نے عرض کیا کہ ــــ

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۔۔۔ یا دیگر ہزاروں صحابہ کرامؓ ۔۔۔ جنہوں نے کہ عرب سے باہر نکل کر دنیا میں دین پھیلایا ۔۔۔ کب ان ملکوں کی زبانیں جانتے تھے؟ ۔۔۔ ان کا اخلاق و اخلاص فی الدین اتنا بلند تھا، کہ وہ جس بھی ملک میں چلے جاتے ۔۔۔ کایا پلٹ دیتے، لوگ ان کی حرکات و سکنات سے اس قدر متاثر ہوتے، کہ بجائے اس کے، کہ وہ ان کی زبانیں سیکھتے ۔۔۔ لوگ ان کی زبان (یعنی عربی) سیکھنے پہ مجبور ہو جاتے، وہ سمجھتے کہ ان سے ان لوگوں کی زبان سیکھیں، تاکہ جو یہ عمدہ پیغام لیکر ہمارے دیس میں آئے ہیں، ہم انہیں پوری طرح سمجھ سکیں۔"

۔۔۔ اگر آج بھی

ان کا سا جذبہ و ایمان ہمیں نصیب ہو جائے، وہی گزرا ہوا دور پھر سے لوٹ آئے ۔۔۔ اور ضرور لوٹ آئے

بندہ دور کے مطابق نہیں ہوتا۔

دور بندے کے مطابق ہوتا ہے!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جس بھی بات کو سرکارِ دو عالم ﷺ سے سُن لیتے تھے، تسلیم کر لیتے تھے، اس پہ عمل پیرا ہو جاتے تھے ۔۔۔ یہ دنیا کے کام ہوتے ہی رہتے ہیں ۔۔۔ کبھی دنیا کے کام بھی کسی نے ختم کئے؟ ۔۔۔ کام کبھی ختم نہیں ہوتے ۔۔۔ یہاں تک،

کہ آدمی ختم ہو جاتا ہے!

جس طرح دنیاوی کاموں کو کرنے کے لئے بندہ وقت نکال ہی لیتا ہے، اُسی طرح دین کے کاموں کے لئے بھی وقت نکالیں — جو اللہ کے لئے وقت نکالیں گے — اللہ ان کے گھر کے کاموں کا وکیل وکفیل ہوگا۔

اللہ سے بڑھ کر اور کون بندے کا محافظ وناصر ہو سکتا ہے؟ کیا اللہ کو پتہ نہیں، کہ اس کا بندہ — یعنی آپ اس کی راہ میں نکلے ہوئے ہیں — اگر اپنے کوئی گاؤں کا چوھدری اپنے کسی نوکر کو اپنے کام کے لئے ہفتہ عشرہ کے لئے گاؤں سے باہر بھیجے، تو وہ بے شک اس کے گھر کا ذمہ دار ونگران ہوتا ہے، اگرچہ اس کے قبضۂ قدرت میں کوئی چیز نہیں — پھر بھی وہ حتی الامکان اس کے گھر والوں کی پوری نگہبانی کو اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کیا کسی آدمی کو یہ جرأت ہو سکتی ہے، کہ کسی گاؤں کے نمبردار کے نوکر کے بال بچوں کو کسی قسم کی اذیت پہنچائے؟ جب کہ نمبردار نے اپنے ملازم کو اپنے کسی کام کے لئے گاؤں سے باہر بھیج رکھا ہو۔

اور دَر اصل

حق بات یہ ہے — کہ ہمیں اپنے رب کی ربوبیت کا تھوڑا سا علم بھی نہیں۔ پورا تو کہاں — ورنہ اگر ہمیں رب کی ربوبیت کا علم ہوتا — ہمیں ان باتوں کی پرواہ تک نہ ہوتی — ہمیں

جو امید ہے، اسباب پہ ہے۔ مسبب الاسباب پہ نہیں
اگر ہمیں اپنے رب کی ربوبیت پہ قوی امید ہوتی ——
ہمارا حال کہیں مختلف ہوتا —!

ہم ہر بات جانتے ہیں — لیکن کسی بھی بات پہ پوری
طرح عمل نہیں کرتے، کبھی کرتے ہیں — کبھی چھوڑ دیتے ہیں،
کبھی کرتے ہیں، کبھی نہیں کرتے — جب چاہتے ہیں کرتے
ہیں — جب چاہتے ہیں — نہیں کرتے۔

ہمارے اعمال میں
دو چیزیں نہیں
نہ اخلاص ہے — نہ تسلسل

جب تک کسی کو یہ دو خصلتیں نصیب نہیں ہوتیں، دین کے
میدان میں بازی نہیں لے جا سکتا۔ ہم کسی بھی برائی کو قطعی نہیں
چھوڑتے —— اور نہ ہی کسی نیکی کو پوری طرح اپناتے ہیں — یہ
ہے ہماری کمی —— جو ہر کسی میں، ہر جگہ ہر وقت پائی جاتی ہے،
کوئی بھی اس سے خالی نہیں
جب تک یہ کمی پوری کی پوری — پوری نہیں
ہوتی، ہم صحیح الحال بندے نہیں بن سکتے!

○

ایک دوست نے کہا

کہ میں اکیلا آدمی ہوں، سارا دن دنیاوی کاموں سے فراغت نہیں پاتا — بندہ نے کہا — کہ جب تمہارے کسی رشتہ دار کی شادی ہوتی ہے، فوراً چلے جاتے ہو۔ اپنے گھر کے کاموں کو کسی کے سپرد کر کے چار روز کے لئے شادی کے لئے چلے جاتے ہو۔ حالانکہ یہ کام شادی پہ جانے سے بدرجہا بہتر، ضروری اور نفع آور ہے،

یا اگر خدانخواستہ بخار چڑھ جائے، تو بعض اوقات ہفتہ سے بھی زیادہ بستر پہ لیٹے رہتے ہو، کوئی کام نہیں کر سکتے، اُس وقت گھر کے کام کون کرتا ہے!

اسی طرح

ایک دن ان تمام کاموں کو اللہ کے حوالے کر کے قبر میں چلے جانا ہے، پھر ان کاموں کو کون کرے گا!

ھمیں

اپنے رب پہ ایسی امید نہیں، جیسی کہ سبب پہ ہے — اور یہ

شرک ہے، شرکِ عظیم۔

اور شاید ہی کوئی اس سے پاک ہو —!

○

ایک صاحب نے

عذر پیش کیا — کہ وہ ان پڑھ ہے — دین کا علم نہیں جانتا،

بندہ نے جواب دیا

کہ کوئی انسان یہ عذر پیش نہیں کر سکتا، کہ اسے برائی اور بھلائی کا کوئی علم نہیں ـــــ بندے کی اپنی ضمیر ہر بھلائی اور ہر برائی سے پوری طرح آگاہ ہے، جب بھی وہ کوئی کام کرنے لگتا ہے، اس کی ضمیر اس کی پوری راہنمائی کرتی ہے، کہ یہ کام جو تو کرنے لگا ہے ـــ برائی کا کام ہے اسے مت کر ـــ یا نیکی ہے ـــ اسے ضرور کر ـــ کرنا نہ کرنا اس کی مرضی پہ منحصر ہے ـــ ضمیر ضرور ہر بندے کو بھلائی و بُرائی کی خبر دیتا ہے، ہر بندے کو پتہ ہے ـــ سچ بولنا، نیکی ـــ اور جھوٹ بولنا برائی ہے، اسی طرح ہر اچھائی و برائی کا ہر بندے کو علم ہوتا ہے، اور کوئی بندہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جو برائی اس نے کی ـــ اسے یہ پتہ ہی نہیں تھا ـــ کہ یہ برائی ہے۔

ہمیں ہمارے

مولائے کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ حکم دیا ہے ـــــ کہ

بلّغوا عنّی ولو آیہ

یعنی پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو، اس کا یہ مطلب ہے ـــــ کہ دین کی جو ایک بات آپ کو آتی ہو

وہ دوسرے بھائی تک پہنچادو ـــ یہ مطلب ہرگز نہیں ـ کہ پہلے سارا دین سیکھو، پھر اس دین کی تبلیغ کرو ـــ دین کے پورے علم کا بندہ کیونکہ عالم ہو سکتا ہے! ساری عمر میں بھی نہیں ہو سکتا ـ

ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری کمی کی خبر تھی ـــ یہی وجہ ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وضاحت سے فرمایا ـ کہ

"پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو ـــ!"

یہ نہیں فرمایا ـــ کہ پہلے سارے دین کا پورا علم حاصل کرو ـ پھر لوگوں کو اس کی تبلیغ کرو ـ کیا آپ کو دین کی کوئی بھی بات نہیں آتی؟ آپ کو ایک نہیں، سینکڑوں باتیں آتی ہیں، ـــ جو باتیں آتی ہیں، ان پہ عمل کریں ـــ اور پھر انہیں بتائیں، یہ کافی ہیں، جو باتیں نہیں آتیں ـــ انہیں سیکھتے بھی رہیں، جیسے جیسے سیکھتے جائیں ـــ بتاتے جائیں ـ

○

ایک صاحب نے سوال کیا

کہ جہاں بھی میں دین کی تبلیغ کے لئے گیا ـ مسجد میں داخل ہوتے ہی یہ سوال پوچھا گیا ـ کہ آپ کون سے فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں؟

آئندہ کے لئے اس سوال کے جواب میں سب دوست

یہ کہا کریں ــــــ

"کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا مذہب اسلام ہے ـ وہ اسلام۔ جو حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ جو دین اللہ نے ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا ہے، وہی دین ہمارا ہے ــــ دین اللہ کا ہے، بندے کو دین کے کسی حکم میں ردّ و بدل کی کیونکر جرأت ہو سکتی ہے؟ ہماری جو بات دین کے خلاف ہو۔ ہمیں بتائی جائے، ہم جو بھی بات دین کے خلاف کہیں، روک دیں، ہم اسے کبھی برا نہیں منائیں گے، اگر ویسے ہی آپ ہماری کسی بھی بات کو سننا پسند نہیں کرتے، اس کا تو کسی کے بھی پاس کوئی علاج نہیں، البتہ ہم یہ فرمائش ضرور کریں گے، کہ ہم آپ کے پاس اپنی طرف سے نہیں آئے، ہمیں ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ـ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً لے کر آیا ہے، اور ہم نے آپ کے کسی بھی سلوک کو برا نہیں منانا۔ آپ کی ہر سخت و نرم کلام کو خندہ پیشانی سے سُن کر مسکرا دینا ہے، کبھی بھی برا نہیں منانا۔ ہمیں یہ حق الیقین ہے، کہ ہر ناروا سلوک ہماری کمی کی بدولت ہے، اور اپنی آغوش میں ایک رحمت لئے ہوئے ہے، اگر پھر بھی نہ سنیں، تو ان سے یہ کہیں، کہ ہماری نہیں سنتے، تو اپنی ہی سنا دیں۔

یہاں تک پہنچ کر بے شک اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی،
اور دلوں کی دوری دور ہو جائے گی۔ ماشاء اللہ

○

ایک صاحب نے یہ دریافت کیا

کہ آپ کون سے مکتب سے فارغ التحصیل ہیں؟ — جب آئندہ
کوئی صاحب ایسا سوال پوچھے، اس کے جواب میں کہیں، کہ —
ہم کسی بھی مدرسے کے پڑھے ہوئے نہیں — نہ ہم عالم ہیں،
نہ طالب علم، جو بات ہمیں ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
سے ہم تک پہنچی ہے، اس پہ خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرتے
ہیں، اور لوگوں کو بھی تبلاتے ہیں، اس سے زیادہ ہمیں کچھ نہیں آتا۔

○

ایک صاحب نے

ایک مجلس میں برملا کہا "ہمیں معلوم ہے، کہ کیا پاکھنڈ بنا رکھا ہے"۔
اگر پھر کوئی صاحب ایسے کہے، تو ہر گز برا نہ منائیں — بلکہ یوں
جواب دیں، کہ اللہ ہی نے تو ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے، نہایت علم و
حکمت سے میرے بندوں کو میری طرف بلاؤ — ہمارا یہ پاکھنڈ "علم و
حکمت ہی پہ مبنی ہے، ہمیں یہ گمان ہے، کہ شاید یہ پاکھنڈ" ہی
ہماری اور آپ کی نجات کا موجب بنے، دنیا میں جو بھی کوئی پاکھنڈ
کرتا ہے، اس کا مدعا اس پاکھنڈ کے ذریعے دنیا حاصل کرنا ہوتا ہے،

اللہ کا شکر و احسان ہے

کہ ہمیں اس "پاکھنڈ" کی تو توفیق عنایت فرمائی۔ لیکن اس کے ذریعہ کسی بھی قسم کی دنیا حاصل کرنے کی ترغیب نہ دلائی ہم اس "پاکھنڈ" کے ذریعے دنیا کی کوئی بھی چیز اور کسی سے بھی حاصل نہیں کرتے، آپ اس "پاکھنڈ" سے مستفیض ہوں!"

○

ایک صاحب نے عذر بیان کیا

کہ اس کے اپنے عمل اچھے نہیں، لوگوں کو اچھے اعمال کی کیا تبلیغ کرسکتا ہے؟ **بندہ** نے عرض کیا — کہ آپ کا یہ احساس بیحد مستحسن ہے، آپ کو مبارک ہو، کہ آپ کو یہ احساس ہے، کہ آپ کے اعمال اچھے نہیں، اور یہ احساس بے شک اللہ کو پسند ہے، جب تم لوگوں کو برائی سے باز رہنے اور نیکی کرنے کی دعوت دو گے، تو اللہ سبحانہٗ یقیناً آپ کو بھی ایسی ہی توفیق عنایت فرما دیں گے۔ جب بار بار کسی برائی کو روکنے کی لوگوں کو دعوت دو گے، تو آج نہیں کل — کل نہیں پرسوں — ضرور خود بھی اس برائی سے رُک جاؤ گے۔ اسی طرح جس نیکی کو کرنے کی بار بار تلقین کرو گے — خود بھی ضرور کرنے لگ جاؤ گے — ماشآء اللہ!

○

لوگ عموماً

ہم سے یہ دریافت کرتے ہیں — کہ آیا ہم دیوبندی ہیں یا بریلوی؟
جب بھی کوئی کسی دوست سے اس قسم کا سوال کرے — کھلے الفاظ
میں یوں جواب دیں — کہ

ہم نہ دیوبندی ہیں، نہ بریلوی — صرف
مُسلمان ہیں :

کسی شخصیت یا کسی دینی درس گاہ کے خلاف کسی بھی قسم کی
کوئی گستاخی نہیں کرتے، دین کا کام کرنے والی ہر شخصیت
اور ہر درس گاہ کی کمال تعظیم و تکریم کرنے والے ہیں، ویسے
نہ ہم میں سے کبھی کوئی دیوبند گیا ہے، نہ بریلی۔ اگر ہم کچھ
ہیں، تو قادری ہیں، کلیری ہیں، نفیس پوری ہیں، سہارنپوری
ہیں، **ہمارا نصب العین اتحاد بین المسلمین ہے**
فرقہ وارانہ کشیدگی نہیں — ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو
صرف ایک یہ پیغام سنانے نکلے ہیں، کہ مسلمان مسلمان
کا بھائی ہے،

اللہ کرے

کرۂ ارض پہ بسنے والے تمام مسلمان بھائی
آپس میں متحد ہوں

یاحی یاقیوم! آمین

ہم نے

کسی سے بھی ـــ اور کوئی بھی ملت شکن بات کبھی نہیں کرنی ـــ نہ ہی کسی سے ایسی بات سُننی ہے، جس کے منہ میں جو آئے، کہے، البتہ ہم نے کبھی کچھ نہیں کہنا، نہ ہی کسی ایسی باتیں کرنے والے کا ساتھ دینا ہے،

یہ ساری دُنیا

اللہ کا ملک ہے، ہم اپنے اللہ ہی کے حکم سے اللہ ہی کے ملک میں اللہ کے لئے اللہ کا پیغام لے کر اللہ کے بندوں کی طرف نکلے ہیں ـــ اس سے زیادہ ہمیں کسی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟

تلقین

لوگوں کو یوں تلقین کیا کریں ـــ کہ ـــ انسان پہ جو بھی غم مصیبت آتی ہے، اس کے اپنے ہی گناہوں کی بدولت آتی ہے، ورنہ اللہ رحیم و کریم اپنے کسی بندے کو مصیبت میں مبتلا نہیں فرماتے، بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں، جو سختی لاتے ہیں، ـــ بعض ایسے ہوتے ہیں ـــ جن کی بدولت اللہ اپنی نعمتوں کو چھین لیتے ہیں ـــ بعض ایسے ہوتے ہیں ـــ جو ندامت لاتے ہیں ـــ بعض ایسے ہوتے ہیں، جن سے اللہ تعالےٰ اپنی تقسیم روک لیتے ہیں۔ بعض ایسے

ہوتے ہیں۔ جن کے کرنے سے بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں، جو عصمتوں کو پھاڑ دیتے ہیں، بعض ایسے ہوتے ہیں، جس سے جلد فناہ آجاتی ہے، بعض ایسے ہوتے ہیں، کہ جن سے دوست دشمن بن جاتے ہیں، — بعض ایسے ہوتے ہیں، جو امیدوں کو منقطع کر دیتے ہیں، بعض ایسے ہوتے ہیں، جن کی بدولت دعاؤں کو واپس لوٹا دیا جاتا ہے، **یعنی** پھر اللہ ان کی دعائیں قبول نہیں فرماتے — بعض ایسے ہوتے ہیں، جن کی بدولت اللہ بارش روک لیتے ہیں، — بعض ایسے ہوتے ہیں، جن کی بدولت ظلمت چھا جاتی ہے، — بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں، جو پردوں کو چاک کر دیتے ہیں

مثلاً

بندے جب بیحیائی کے کاموں کو بے باکانہ شروع کر دیتے ہیں، دنیا میں عجیب و غریب قسم کی بیماریوں کا نزول ہوتا ہے بندے جب اپنے مالوں کی زکوٰۃ دینا بند کر دیتے ہیں، اللہ ان پہ رحمت کی بارش بند کر دیتے ہیں — بارش ہی کے لئے تو ہم لوگ دعائیں مانگتے ہیں — لیکن جس وجہ سے اللہ بارش نہیں برساتے، اس کا انسداد نہیں کرتے،

اسی طرح

ہر مصیبت و بلا — جس میں کہ بندے مبتلا ہیں۔
اُن کے اپنے ہی گناہوں کی بدولت ہے!

جب بھی

کسی کو دین کی کوئی بات بتانے لگو — یوں کہو — یہ کلمہ اپنے اندر بے شک ایک عجیب تاثیر رکھتا ہے —
"کہ ایک بات تو سن لیجئے، کہ اللہ نے آپ کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ اس بات کا جواب دے کر پھر جو کچھ بھی کہنا ہے، کہہ لینا۔ بے شک اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور بندوں کے درجات عبادت ہی کی بدولت بلند ہوتے ہیں، اور یہ شرف انسان ہی کو حاصل ہے، فرشتوں کو نہیں" — جیسے ایک بار پہلے بھی لکھا جا چکا ہے، کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام شروع دن سے جبرئیل ہی ہیں، اور جبرئیل ہی رہیں گے، — یہ شرف انسان ہی کو حاصل ہے، آج گنہگار ہے۔ تو کل کو مقترب — **یعنی** — انسان جب گناہ سے توبہ کر کے اللہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے، بد سے نیک بن جاتا ہے، اور اس کا یہ مقام دم بدم بڑھتا رہتا ہے — **حتےٰ کہ** رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا

مقامِ محمود تک پہنچ جاتا ہے!

خُطبہ حجۃ الوداع

جب کسی محکمے کا کوئی ذمہ دار حاکم نقل مکانی کرتا ہے، تو جانے سے پہلے اپنی محکمانہ جدوجہد کا پورا اجمالی نقشہ آنے والے کو سمجھا کر جاتا ہے، جب وہ رخصت ہونے لگتا ہے، اپنے کام کے متعلق پوری ہدایات دے کر جاتا ہے، کہ میرے بعد یہ کام کبھی نہیں کرنے، اور یہ ضروری کرنے ہیں، اور وہ ہدایات اس کے منصب کی نچوڑ ہوتی ہیں۔

اسی طرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

خطبۂ حجۃ الوداع

ساری اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے

جب تک آپ نے اپنا آخری خطبہ نہیں پڑھا۔ اللہ نے بھی اپنی آخری آیت نازل نہیں فرمائی، آپ کا آخری خطبہ ہی دین کی تکمیل کا موجب ہے، اس خطبے کو فرما کر گویا دین و دنیا کی ہر بات بتلا دی۔ حتیٰ کہ کوئی بھی بات باقی نہ رہی

آپ

اس خطبے کو غور سے پڑھیں — جوں جوں آپ اس پر غور کرتے

جائیں گے، نئی نئی باتیں حاصل ہوتی جائیں گی، سچ پوچھو — تو
یہ مختصر سا خطبہ اپنے اندر علم و حکمت کے چشمے لئے ہوئے ہے

اِس خُطبہ کا

ہر مسلمان کے گھر میں اور ہر مسلمان کی جیب میں ہونا ضروری
ہے، پہلے بھی یہ خطبہ کئی مرتبہ اس دارالاحسان سے لکھا
جاچکا ہے، لیکن اس دفعہ اس انوکھے انداز سے لکھا جارہا ہے
کہ اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میدانِ عرفات کو روانگی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے حضرت
.... رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عربی نسل کے سفید رنگ کے
گھوڑے پہ زین کسی۔ پھر سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ
وسلم کی رکاب تھام کر گھوڑے پہ سوار کیا۔

لیجئے

عروسِ مملکت کی سواری میدانِ عرفات کی طرف روانہ ہوئی

میدانِ عرفات میں
ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں حاضر تھے۔!

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ لَآ اَرَانِیْ وَ اَیَّاکُمْ نَجْتَمِعُ فِیْ ھٰذِہِ الْمَجْلِسِ اَبَدًا

لوگو! میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہونگے،

ف

حاضرین نے جب یہ سُنا ہوگا، — کہ — "میں اور تم — پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے" — تو

کہرام مچ گیا ہوگا !

ہر کوئی دھاڑیں مارتا ہوگا !

احقر جب سے ان سطور کو رقم کرنے کے لئے بیٹھا ہے

جب بھی لکھنے لگتا ہے۔ رُک جاتا ہے،

اُس روز کے منظر کی تاب یہ دِل نہیں لا سکتا — کاغذ بیچارہ کیونکر لا سکتا ہے ؟

اِس اعلان کو سُنکر

پہاڑوں کے جگر شق ہوگئے،

پھولوں کے منہ فق ہوگئے —

چشموں نے خون اگلا
بُلبلوں کے نغمے سے دل اس خطبۂ فراق کی
تاب نہ لاتے ہوئے بیتاب ہو گئے،
قمریاں بلک بلک کر رونے لگیں
کلی کا جگر گھائل ہوا۔
نرگس نے گردن جھکا دی
درندے دم بخود ہوگئے
جانوروں میں ہلچل مچ گئی۔
ریت کے ذرّوں کی رنگت بدل گئی
سبزہ کملا گیا
ہوائیں رک گئیں
پہاڑ لرزنے لگے
دریاؤں نے شور مچایا
کُل کائنات کی آنکھیں اشکبار ہوئیں،
ہر کوئی آپ کی جدائی کے تصور میں بسمل کی طرح لوٹا!

اور

ہر سُو سنّاٹا چھا گیا

پھر فرمایا :

اِنَّ دِمَآءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ	"لوگو! تمہارے خون اور تمہارے
وَ اَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ	مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر
کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ	ایسی ہی حرام ہیں، جیسا کہ تم آج کے
بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ	دن اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت
ھٰذَا وَ سَتَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ	کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب
فَیَسْئَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ	اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے، اور
اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ	وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت
ضُلَّالًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ	سوال فرمائیگا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ
رِقَابَ بَعْضٍ	نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں
	کاٹنے لگو۔"

ف : مسلمان کا مسلمان کو قتل کرنا۔ اس کا مال غصب کرنا اس کی عزت پر ہاتھ ڈالنا۔ قطعی حرام کیا گیا — یہی تین باتیں ساری دنیا میں فساد کا موجب ہیں۔ قتل کی تمام وارداتیں تقریباً ان دو ہی باتوں کی بدولت ہوتی ہیں۔

— عورتوں کی عصمت پر ہاتھ ڈالنا

اور

مال کا ناجائز غصب

پھر فرمایا :

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ

"لوگو! (خبردار رہو) جاہلیت کی ہر ایک بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں، اور جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔

وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ ابْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ هُذَيْلٌ

اور بے شک پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے (یعنی ابن ربیعہ ابن حارث کا خون، جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا۔ اور ہذیل نے اُسے مار ڈالا تھا، میں (اسے) چھوڑتا ہوں"۔

ف : یعنی تمام وہ باتیں، جن کا کہ دین میں کوئی جواز نہیں داخل فی الجہل ہیں۔ جہالت کی جن باتوں کو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدموں تلے روند ڈالا ہے، ہم بھی روند ڈالیں، جہالت کی جو باتیں پامال کی جا چکی ہیں، ہماری دنیا میں کسی بھی شکل میں کبھی نہ ابھریں، نہ ہی ہم انہیں ابھرنے دیں، یہی وفا کا تقاضا ہے۔

خون کا بدلہ معاف کر دینا بڑی جوانمردی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ربیعہ کا خون معاف فرما کر ہمیں ہدایت فرمائی کہ کسی کا کسی سے انتقام لینا کوئی جوانمردی ہے؟ ۔ البتہ کسی کا کسی کو معاف کر دینا بیشک جوانمردی ہے اور یہی اصل بدلہ ہے، جو دلوں کو جیت لیتا ہے۔

پھر فرمایا :

وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَّاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ

"اور اپنے خاندان کا پہلا سود جو میں مٹاتا ہوں ۔ وہ عباس ابن عبد المطلب کا سود ہے ۔ وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا ہے ۔"

ف : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ سود کے بہتر[۷۲] گناہ ہیں ۔ جن میں سے کمترین درجہ کا گناہ یہ ہے ۔ جیسے کہ کوئی اپنی ماں سے جماع کرے ۔ اس سے دُور رہیں ۔ نہ سود لیں ، نہ دیں ۔ نہ لینے دینے میں آئیں ۔ نہ کھائیں ۔ نہ ہی سود کے محرّر بنیں ۔

نیز فرمایا

کہ سود کا ایک درہم ، جس کو آدمی جان بوجھ کر کھائے چھتیس[۳۶] زنا سے زیادہ گناہ رکھتا ہے ۔

نیز فرمایا

جو گوشت مالِ حرام سے پیدا ہو ۔ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے ۔

نیز آپ نے

سود خور پر ۔ سود دینے والے پر ۔ اور ۔ سود کا کاغذ لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے

پھر فرمایا :

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِکَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَکُمْ عَلَیْهِنَّ اَنْ لَّا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ اَحَدًا تَکْرَهُوْنَهٗ فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُهُنَّ وَکِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	"لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا ہے۔ اور اللہ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہو۔ نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں، تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے۔ کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔"

ف : یعنی عورتوں کو بلا وجہ گالی گلوچ دینے اور مار پیٹ کرنے سے منع فرمایا ہے، عورت کی سب سے بڑی خوبی اس کی حیا ہے۔ جسے یہ حاصل ہو، اسے محض زبان درازی یا گھر یلو کاروبار میں سستی کی بدولت کبھی زدوکوب نہیں کرنا۔ حیادار عورت گھر کی رانی ہوتی ہے، بات بات پر برا بھلا کہنا گھر کے ماحول کو پراگندہ کرتا ہے۔

کائنات کی ہر شے میں اللہ کا نور جلوہ گر ہے۔ جو نور گلاب

کے اس ٹمکتے ہوئے پھول میں جلوہ گر ہے ۔ گھاس
کے اس سوکھے ہوئے تنکے میں بھی ہے ۔

حتّٰی کہ

کائنات کی کوئی بھی شے ایسی نہیں ۔

جس میں

اللہ کا نُور جلوہ گر نہ ہو !

نور کی جو تجلّی عورت میں جلوہ گر ہے

کسی اور مخلوق میں نہیں ،

اِسی نور کی تجلی کی بدولت

جو کشش عورت کی ذات میں پائی جاتی ہے ،

وہ بھی کسی اور مخلوق میں نہیں پائی جاتی ــــ اور یہ

سب اس لئے ہے ــــ کہ

عورت اللہ کی مظہر ہے ،

اور ہر شے کا خالق اگرچہ اللہ ہے ، ــــ اس کی مظہر ماں ہے ، اور
کوئی بھی مخلوق ماں کے بغیر پیدا نہیں ہوئی
اور نہ ہی ہو سکتی ہے

جب عورت کا یہ درجہ ہے

اس پہ ایک جامع خطبہ ضروری تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ عورتوں کی ساری زندگی کو کفالت کرتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مرسل علیہم السلام ماں ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ عورت ہر نبی و ولی کی ماں ہے اور واجب الاحترام

عورت کی تخلیق آدم کی پسلی سے ہوئی۔ پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے ۔ کبھی سیدھی نہیں ہوتی ۔ اسی طرح عورت کی تلخ کلامی ۔ کج اخلاقی کا معاملہ ہے۔ اور اس پہ درگذر ضروری ہے

○

پھر فرمایا :

وَقَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابُ اللهِ

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں، کہ اگر اسے مضبوط پکڑو گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے (وہ چیز) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

ف : قرآن کریم کے جملہ حلال و حرام اور اوامر و نواہی کو جاننا سیکھنا حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔

○

پھر فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ أَلَا فَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ وَصُومُوا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوا زَكَوٰةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَتَحُجُّونَ بَيْتَ رَبِّكُمْ وَأَطِيعُوا وُلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ

"لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی تمہارے بعد امت، (جدید پیدا ہونے والی) ہے خوب سن لو۔ کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ اور (سال میں) ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اور مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوشدلی کے ساتھ دیا کرو۔ اور بیت اللہ کا حج بجا لاؤ۔ اور اپنے اولیاء کے امور د احکام کی اطاعت کرو۔ (جس کی جزا یہ ہے کہ) تم پروردگار کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

○

پھر فرمایا

وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ

"لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا: مجھے ذرا بتاؤ۔ کہ تم کیا جواب

دو گے "

قالوا نشهد انك قد بلغت وادیت ونصحت

سب نے کہا۔ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ آپؐ نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپؐ نے ہم کو کھرے کھوٹے کی بابت اچھی طرح بتا دیا!"

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا

تو صحابہ کرامؓ نے یک زبان ہو کر عرض کیا،

"بلغت بلغت یا رسول اللہ"

اور

ان کے فلک شگاف نعروں سے

عرفات کی ساری فضا گونج اٹھی،

پھر فرمایا :

فَقَالَ بِاَصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَآءِ وَ يَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ - اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ

(اس وقت) نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی انگشتِ شہادت کو اٹھایا آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے، پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (کہ) اے اللہ! سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟) اے اللہ! گواہ رہنا کہ یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں اے اللہ! شاہد رہ! (کہ یہ سب کیا صاف اقرار کر رہے ہیں)

پھر فرمایا :

اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلِّغُهُ اَنْ يَكُوْنَ اَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ

دیکھو! جو لوگ موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں پہنچاتے رہو۔ (تبلیغ کرتے رہو) ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں، جن پر تبلیغ کی جائے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی اس خطبے کو ختم فرمایا۔ اُسی وقت اُس جگہ اللہ رب العٰلمین نے دین اسلام کی تکمیل کا اعلان فرما دیا۔ اور وہیں جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیت کریمہ لیکر نازل ہوئے :

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

" یعنی آج کے دن میں نے کامل کر دیا ہے تمھارے دین کو تمھارے لئے، اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور میں نے تمھارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا۔"

اس کے بعد

مِنٰی میں سَو اونٹ قربان کئے گئے۔ سڑسٹھ ۶۷ اونٹ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اور تنتیس ۳۳ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے۔ پھر

مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ اور کعبہ کے طواف سے فارغ ہو کر مدینہ منوّرہ کو واپس ہوئے۔

مدینہ منورہ کی راہ میں خمِ غدیر کے مقام پہ ایک اور

تاریخی خطبہ

پڑھا۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے راستے میں مولائے علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف چند شکایات کیں، کہ انہوں نے یمن میں مال غنیمت کی تقسیم میں یہ کیا اور وہ کیا وغیرہ۔ یہ شکایت بے بنیاد اور بریدہؓ کی کم علمی کی بدولت تھیں — آپؐ وہاں رُکے — اور

ایک اور خُطبہ

دیا — جس میں اہلبیتؓ کے فضائل کا اظہار فرمایا۔ پھر آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مولائے علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا :

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ

یعنی جس کا میں مولا ہوں، علیؓ بھی اس کا مولا ہے۔!"

یہ فرما کر علیؓ کی شان کی پوری وضاحت فرمادی —
اگر کوئی اس خطبے پہ غور فرمائے
اس کی شرحِ صدر ہو جائے، اگرچہ کسی بھی مکتبۂ فکر کا مفکر ہو

مولا سے مُراد

کارسازی فرمانے والا ہے — ہمدرد، غمگسار و مددگار۔ ماشاء اللہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی شان میں کیا خوب فرمایا — یعنی جو کوئی مجھ کو اپنا مولا سمجھتا ہے۔ میرے علیؓ کو بھی اپنا مولا سمجھے — جیسے میری تعظیم وتکریم کرتا ہے۔ میرے علیؓ کی بھی کرے۔

اس لئے

کہ جس کا میں مولا ہوں — میرے علیؓ بھی اس کے مولا ہیں!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے یہ خطبہ سن کر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو اس کمال شرف کی مبارک دی۔

حضرت بریدہ پھر ہمیشہ آپؓ کی خدمت میں حاضر رہے — حتیٰ کہ جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خم غدیر میں قیام پذیر ہوئے (خم غدیر ایک مقام کا نام ہے۔ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے) تو —

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا، "کیا تم کو یہ معلوم ہے، کہ مومنوں کے نزدیک میں ان کی

جانوں سے زیادہ عزیز و بہتر ہوں"! لوگوں نے عرض کیا، ہاں! — پھر آپؐ نے فرمایا —

"اے اللہ! جس شخص کا میں دوست ہوں، علی کرم اللہ وجہہ اس کا دوست ہے، اے اللہ — تو اُس شخص کو دوست رکھ، جو علی (کرم اللہ وجہہ) کو دوست رکھے، اور اس شخص کو اپنا دشمن خیال کر، جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔"

اِس واقعہ کے بعد

علیؓ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، عمرؓ نے ان سے کہا — ابوطالب کے بیٹے! — خوش رہو تم صبح اور شام ہر وقت ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کے دوست اور محبوب ہو! (احمدؒ)

نیز فرمایا

"میں حکمت کا گھر ہوں، اور علیؓ حکمت کے گھر کا دروازہ ہے!" (ترمذیؒ)

نیز

حضور اقدس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولائے علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔

"میرے اور تیرے سوا کسی شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کے اندر آئے"۔ (یعنی اس مسجد کے اندر سے گذرے)

(ترمذیؒ عن ابوسعیدؓ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے اندر تمام لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو بند کرادیا مگر علیؓ کا دروازہ مسجد کی طرف باقی رکھا،

○

نیز فرمایا

کہ علیؓ سے منافق محبّت نہیں رکھتا، اور مومن علیؓ سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔

(احمدؒ / ترمذیؒ ــ عن ام سلمہؓ)

نیز فرمایا

جس شخص نے علیؓ کو بُرا بھلا کہا ــ گویا مجھ کو بُرا کہا ۔

نیز فرمایا

علیؓ مجھ سے اور میں علیؓ سے ہوں،
میری جانب سے کوئی عہد نہ کرے، اور نہ کوئی معاہدہ کرے ــ مگر میں خود ــ یا میری جانب سے علیؓ،

(احمدؒ / ترمذی / عن حبشی بن عبادہؓ)

خطبہ حجۃ الوداع

میں ایک لاکھ چوالیس ہزار کے قریب شمع رسالت کے پروانے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ) موجود تھے ۔ جوں جوں آپؐ خطبہ فرماتے جاتے تھے، حاضرین کی رگوں میں جوش کی لہریں دوڑتی جاتی تھیں ــ یہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کامل ہی کا فیض تھا

جب آپؐ اس خطبے سے فارغ ہوئے اور فرمایا ــــ

• کہ جو اس میدان میں حاضر ہیں۔ میرے اس پیغام کو ان لوگوں تک پہنچا دیں، جو یہاں حاضر نہیں ــــ پھر ان احکام کو ہمیشہ لوگوں تک پہنچاتے رہنا۔"

اس پہ وہ اتنے متاثر ہوئے۔ کہ

وہیں سے اپنی سواریوں کی نکیلیں کھینچ لیں۔ جس جس طرف اونٹنیوں کے منہ تھے، اُسی طرف کو ایڑیاں لگا دیں ــ اتنی بھی مہلت نہ دی، کہ وہ اپنی سواریوں کے منہ کو کسی خاص سمت کی طرف موڑیں ۔ جس طرف منہ کئے کھڑی تھیں، اُسی طرف کو چل پڑے ۔ اور ــــ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرامؓ میں سے چند ہزار صحابہ کرامؓ کی قبریں جنت البقیع میں ہیں ۔ باقی سب مہاجر الی اللہ ہو کر جہاں جہاں کسی کا مقام تھا۔ اللہ کے دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے شہادت کی موت مرے۔ اور وہیں دفن ہوئے

اللہ سبحانہٗ

ہمیں بھی اسی ذوق و شوق سے دین کی راہ میں چلنے اور کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے ــــ آمین!

یا حیُّ یا قیوم!

صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

یہ آپؐ کی نظر ہی کا فیض تھا،

کہ آپؐ کے صحابہ کرامؓ ہمہ تن و من آپؐ کے ارشادات سنتے اور ان پہ عمل کرنے ہی کو اپنی زندگی کی منزل سمجھتے — آپس میں ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتے، آپؐ کی محبت کی بدولت ایک دوسرے پہ جان تک قربان کر دیتے — جو چیز اپنے لئے پسند کرتے، اپنے بھائی کے لئے بھی کرتے — ایک دوسرے کے پورے ہمدرد اور غمگسار ہوتے — اگر کسی کو کسی تکلیف میں پاتے، ملول ہو جاتے — اس کے درد میں پورے شریک ہوتے، جس بھی مدد کے قابل ہوتے، کبھی گریز نہ کرتے، ایک دوسرے سے کبھی حسد نہ کرتے، نہ ہی کسی کے خلاف کینہ دل میں رکھتے، فراغت کے وقت سچے دل سے ایک دوسرے کو ملنے کے لئے گھروں سے نکلتے - اور ایک دوسرے سے ایسے ملتے، کہ اللہ ان کے اخلاق پہ راضی ہو کر ان سب کو غموں سے نجات بخش دیتے، بعض دفعہ اور اکثر ایسے ہوتا۔ کہ وہ بھولے بھالے ان پڑھ لیکن راستبازی و اخلاص کے مجسمے

اگر کسی کام کو کرنے کا دل میں ارادہ رکھتے، اللہ کا امر "کن" ان کے ارادوں میں شامل ہو جاتا ۔ انہیں اپنے کسی بھی کام کی تکمیل کے لئے کسی خاص حیلہ اور تدبیر کے اهتمام سے واسطہ نہ رہتا، جب ان کے دل میں کسی بات کے کرنے کا خیال پیدا ہوتا، اللہ اسی وقت اور اسی طرح کر دیتے ـــ ان کے عمل میں اتنا اخلاص تھا ۔ کہ ان کی سیدھی سادی عبادت اللہ کو اسقدر پسند ہوتی ۔ کہ اس کی بدولت جو دعا کرتے، قبول ہو جاتی، نہ کسی نے کبھی کوئی چلہ کشی کی ۔ نہ کبھی جلالی و جمالی کی خبر رکھی، نہ کبھی یہ کہتے، کہ بڑا گوشت نہیں کھانا ـــ فلاں وِرد پڑھنے کے وقت انڈا نہیں کھانا ـــ مچھلی نہیں کھانی، دودھ نہیں پینا ۔ اس قسم کے کسی بھی پرہیز کی کوئی خبر نہ رکھتے ۔ اگر کچھ رکھتے، تو اللہ رکھتے ـــ مثلاً

بخاری شریف کی پہلی جلد کے پہلے باب میں ایک حدیث درج ہے " کہ صحابہؓ کی ایک جماعت کہیں جا رہی تھی ۔ راہ میں کسی آدمی کے پاس سے گذر ہوا ۔ جسے کسی زہریلے سانپ نے کاٹا ہوا تھا ۔ ایک صحابیؓ نے اس پہ کچھ پڑھ کر دم کیا ـــ اور وہ اسی وقت تندرست ہو گیا ۔ اس نے ھدیہ کے طور پر اُسے ایک بکری دی، جسے اُسؓ نے گھر پہنچ کر ذبح کر کے کھایا ۔ لوگوں نے اس کی شکایت کی ۔ سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اُسے بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر اس گوشت
میں سے بچا ہوا ہے، تو ہمیں بھی دیں۔ ہم بھی کھائیں گے"
اس سے کسی عمل کے ذریعے اجرت لینا جائز ہوئی۔ پھر آپؐ
نے پوچھا ـــــ "تو نے کیا پڑھا تھا؟ اس نے عرض کی ـــ کہ
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے سات بار سورۂ فاتحہ
پڑھ کر اس پہ دم کیا تھا۔"!

حضورؐ کے صحابہ کرام رضؓ

میں جو برکت تھی، وہ آپ کی محبت اور ایک دوسرے کی ہمدردی اور
خیر خواہی کی بدولت تھی۔ جو آج ہم میں نہیں۔ نہ ہمیں اپنے کسی دوست
سے محبت ہے، نہ ہی ایک دوسرے سے ہمدردی ـــــ سارا دن
ایک دوسرے پر پیچھے جھوٹے الزامات لگاتے رہتے ہیں، بات بات پہ
ایک دوسرے پہ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہماری ایک دوسرے پہ نکتہ چینی
ہی ہماری ناکامی کا باعث ہے

یہ یاد رکھ لیں

جب تک ہم اپنی اس کمی کو دور نہیں کرتے، ہم میں کبھی کوئی بات
پہلوں کی سی نہیں آسکتی۔ اسی حال میں ساری عمر گذرے گی
اور زندگی کی کسی بھی لذت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ ہر کسی
کے گلے میں دو توبرے لٹکے ہوتے ہیں۔ ایک میں اس کی اپنی
اور دوسرے میں ساری دنیا کی خامیاں بھری ہوتی ہیں۔

ہم نے

جب بھی اور جو بھی تنقید کرنی ہے، اپنے ہی اعمال پہ کرنی ہے، اپنے ہی ضمیر کو کوسنا ــــ اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔ اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ ہماری اپنی ہی رُوئی سے بنوے پچتے نہیں جاتے، کسی کے ہم نے کیا چلنے ہیں - اور کیوں چھننے ہیں - اللہ کے وہ نیک بندے نہایت ہی سادہ لوح تھے، ان میں بعض ایسے بھی تھے، جو تین اور سات کی جمع بھی نہیں جانتے تھے، کہ دونوں مل کر کتنے ہوتے ہیں؟ اللہ کو ان کی یہ سادگی ایسی پسند تھی - کہ ان کی آسانی کے لئے اللہ نے قرآنِ کریم (بقرہ) میں تین اور سات کی جمع دس بتلادی۔

اُس زمانے میں

درس گاہیں نہ تھیں ــــ اور انہیں نحومیر کی خبر تک نہ تھی۔ اللہ نے ان کو سارے جہان کی جہانبانی بخشی ہوئی تھی۔ جس بھی جہان میں جاتے، جہانبان بن کر جاتے، کسی بھی ملک میں یہاں تک کہ دشمن کے ملک میں بھی ان کی کبھی سبکی نہ ہوتی وجاہت و تمکنت ان کے آگے پیچھے جاتی - جب بھی کہیں

اسلام کی نمائندگی

کرتے، دین کا بول بالا کر دیتے ــــ کسی سے بھی خوف نہ کھاتے ــــ حیات و ممات سے بے پرواہ ہو

کر ہر حق بات کو بر ملا کہہ دیتے۔
دشمن کے نرغے میں گھِر کر بھی کسی بزدلی
کا مظاہرہ نہ کرتے، ایک بار بے خوفی کا
لبادہ اوڑھ کر پھر کبھی نہ اتارتے۔ اوّل
تو کسی سلطان کے در پر کبھی جاتے ہی نہ۔
اگر کہیں چلے بھی جاتے ۔ جس بھی کام کے لئے
جاتے۔ کروا کر آتے۔ سلطان پر سکتہ طاری
ہو جاتا۔ انکار کی جرأت ہی نہ ہوتی۔
ویسے اگر کہیں کسی جگہ اسلام کے لئے اپنی جان دینی پڑتی،
ہنستے کھیلتے زندگی کی بازی لگا دیتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

صحابہ کرامؓ

کے ایسے ایسے دلچسپ و دلآویز واقعات ہیں۔ اگر
انہیں لکھا جائے ۔ کبھی ختم نہ ہوں!

آخر ہمیں

ہماری ہستی کی پستی کی وجہ معلوم ہو ہی گئی ــ اور

وہ یہ ہے

بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہ

پڑھ کر حصارِ دینِ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے

جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے،

حصار میں

جب کوئی چیز محصور کر دی جاتی ہے، پھر وہ اس کو پھاند

نہیں سکتی، اگر اس سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو جائے

تو اس کو باغی، مجرم اور قابل تعزیر گردانا جاتا ہے

حصار کے اندر

رہنے کا مقصد یہ ہے، کہ وہ اپنی تمام ضروریات اسی حصار

کے اندرونی ذرائع سے پوری کرے ــ اور

حصارِ دینِ اسلام چونکہ اللہ کا حصار ہے

(اور اللہ بہت بڑا ہے،

سب سے بڑا ــ اس لئے اس کا حصار بھی اتنا ہی

وسیع ہے، کائنات کی ہر چیز اس حصار میں موجود ہے

اور ۔۔۔ اس میں داخل ہو جانے والا آدمی دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر جب اللہ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنا شروع کرتا ہے ۔۔۔ تو

ہر چیز اُس کی ہو جاتی ہے
پھر کیا وجہ ہے

کہ ہم اس حصار سے نکل کر دوسروں کے محتاج ہو گئے ہیں؟

۔ دوسروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے ہیں
۔ مار کھاتے ہیں
۔ بیت المقدس چھنواتے ہیں،
۔ عزتیں گنواتے ہیں، عصمتیں لٹواتے ہیں۔ جائدادیں تباہ کرواتے ہیں، انسان مرواتے ہیں، اور ۔ پھر جا کر اغیار کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں ۔۔۔ اور محروم لوٹ آتے ہیں

بارشیں رُک جاتی ہیں
آندھیاں آتی ہیں
طوفان تباہی مچاتے ہیں

دشمن کے خوف اور اپنی بربادی کے بادل سر پہ منڈلاتے ہیں!

اس سب کچھ کے باوجود

ہم

ہوش میں نہیں آتے

وہ اللہ

جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کر سکتا ہے !

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں ترا سکتا ہے،

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے سے بچا سکتا ہے،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی صیہونیت سے نجات دلا کر اُس کو غلبہ بھی عطا کر سکتا ہے !

حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پنگھوڑے میں مریم کی پاکبازی کی گواہی دلا سکتا ہے

وہ اللہ

ہماری مشکلات کو حل نہیں کر سکتا ؟ ۔ کر سکتا ہے ! پھر کرتا کیوں نہیں ؟ ۔۔ اِس لئے ۔ کہ

ہم اس کا نام تو لیتے ہیں ۔ لیکن اس کے کہنے پر چلتے نہیں !

ہم اس کے سب سے پیارے شغل کو نہیں اپناتے ۔ وہ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتا ہے، ہم نہیں کرتے، وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتا ہے ۔ ہم رخنے نکالتے ہیں، انبیاء علیہم السلام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے صدقے میں اللہ سے خطا معاف کراتے رہے ۔۔ ہم

وسیلہ کی حیثیت کے ہی قائل نہیں،

(اللہ کی قسم) اگر

اللہ کے اس پیارے اور محبوب شغل کو اپنائیں ــــ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار ـــ الفت، محبت اور عشق میں سرشار ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر چلنے کو تیار ہو جائیں، تو سب دوسروں سے بے نیاز ہو جائیں، اور ــــ

کائنات کی ہر چیز پہ مختار ہو جائیں

(اللہ تعالیٰ)

اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند کرتا ہے۔ ہم بھی کریں ـــ اللہ کرے، ہم بھی کریں ـــ اب بھی کریں ـــ تب بھی کریں ـــ ہمیشہ کریں، سدا کریں ـــ یہاں کریں، وہاں کریں، ہر جا کریں، اللہ آسمان پہ کرتا ہے، ہم زمین پہ کریں ـــ اتنا کریں، اتنا کریں، اس حد تک کریں کہ زمین کی گہرائیاں ـــ فضا کی پہنائیاں، اور آسمان کی بلندیاں ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گونج اٹھیں، شیاطین کو پناہ نہ ملے، بلاؤں کو جگہ ہی نہ ملے، سکون ہو جائے آرام ہو جائے، ہر سُو، کُو بکُو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے جھنڈے گڑ جائیں ـــ آمین! یا حی یا قیوم۔ ثم آمین!

یاحیّی یاقیوم ـــ یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم، یاحیّی یاقیوم یا ذالجلال والاکرام ـــ اٰمین ـــ یاحیّیُ یاقیوم !!!

اللہ نے

ہمیں سب امتوں میں سے خیرہ امت — یعنی ایک چنی ہوئی امت کہہ کر پکارا ہے — یعنی وہ امت، جسے ہر قسم کی خیر سے نوازا گیا ہے۔ لیکن — جو بے قدری ہماری آج ہو رہی ہے، — کسی بھی زمانے میں، اور دنیا کے کسی بھی بازار میں کبھی نہیں ہوئی — ہماری کوئی قیمت نہیں رہی —

کبھی آپ نے یہ بھی سوچا، کہ

کیوں ؟ — آپ کی یہ بیقدری کیوں ہو رہی ہے — ؟
کسی دن تو تُو لعلوں کے برابر تُلا کرتا تھا،
آج تیری کسی بھی بازار میں کوئی مانگ نہیں رہی
اس لئے — اور صرف اس لئے
کہ تیرے دل میں اللہ کے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں رہی — یہ دل اپنے محبوب کی محبت سے خالی ہو گئے ہیں، جس جوہر کی بدولت یہ گوہر تھا۔ وہ نہ رہا — اس میں نہ وہ سوز ہے۔ نہ گداز، نہ تپش ہے۔ نہ تڑپ — یہی وجہ ہے — کہ اب یہ کبھی اُن کی یاد میں نہیں رویا — اس کی آنکھوں سے کبھی فراق کے آنسو نہیں بہے، یہ انہیں رسول کے تو

اللہ نے

ہمیں سب امتوں میں سے خیرہ امت ـــــ یعنی ایک چنی ہوئی امت کہہ کر پکارا ہے ـــــ یعنی وہ امت، جسے ہر قسم کی خیر سے نوازا گیا ہے. لیکن ـــــ جو بے قدری ہماری آج ہو رہی ہے، ـــــ کسی بھی زمانے میں، اور دنیا کے کسی بھی بازار میں کبھی نہیں ہوئی ـــــ ہماری کوئی قیمت نہیں رہی۔

کبھی آپ نے یہ بھی سوچا، کہ

کیوں ؟ ـــــ آپ کی یہ بیقدری کیوں ہو رہی ہے ـــــ ؟
کسی دن تو تو لعلوں کے برابر تُلا کرتا تھا،
آج تیری کسی بھی بازار میں کوئی مانگ نہیں رہی
اس لئے ـــ اور صرف اس لئے

کہ تیرے دل میں اللہ کے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت نہیں رہی ـــــ یہ دل اپنے محبوب کی محبّت سے خالی ہو گئے ہیں، جس جوہر کی بدولت یہ گوہر تھا۔ وہ نہ رہا ـــــ اس میں نہ وہ سوز ہے ـ نہ گداز، نہ تپش ہے ـ نہ تڑپ ـــ یہی وجہ ہے ـــ کہ اب یہ کبھی اُن کی یاد میں نہیں رویا ـــــ اس کی آنکھوں سے کبھی فراق کے آنسو نہیں بہے، یہ انہیں رسول ؐ تو

مانتا ہے، محبوب نہیں مانتا — یہ اس کی ایک حالت ہے — جس پہ درگذر ممکن تھا۔

لیکن

اس نے اسی پہ اکتفا نہیں کیا — اس حد سے گذر کر انکی شان پہ نکتہ چین بنا۔ اور یہ نکتہ چینی ہی ہماری کم نصیبی کا موجب ہے، ہماری بیقدری آپؐ کی بے قدری کی بدولت ہے،

جب تک

آپؐ کی محبت ہمارے دلوں میں جلوہ گر رہی — آپؐ کی محبت ہی کی بدولت ساری دنیا ہم سے محبت کرتی تھی — اللہ نے ہمیں اپنی مخلوق پہ رعب بخشا ہوا تھا۔ جو اب ہم میں نہیں — اب آپؐ کا نام کیوں ہمارے وردِ زبان نہیں؟ — خود بخود کیوں دل سے نہیں نکل رہا،

آپؐ ہی کے ذکر کی بدولت

بزمِ ہستی میں رونق تھی — جب سے وہ نہ رہا۔ رونق نہ رہی۔ آپؐ کی یاد — آپؐ کی محبت — اللہ کے عذاب کی پوری روک ہے، آپؐ کی محبت ہی کی بدولت غفلت کے پردے چاک ہوتے ہیں — اور سب دِل آپؐ ہی سے فیضیاب ہوکر زندہ ہوا کرتے ہیں!

لوگ اکثر

یہ شکایت کیا کرتے ہیں۔ کہ ان کا دل یکسو نہیں ـــ ہر سُو ہے، اور نہ ہی انہیں کسی بھی عبادت میں کوئی سرور آتا ہے ۔ــ ان سب کا صرف ایک ہی جواب یہ ہے۔ کہ

ہمارے دلوں میں

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں ـــ یہ کمی کوئی معمولی کمی نہیں، بنیادی ہے، جب تک یہ کمی دور نہیں ہوتی، دل کی دنیا چرے اور کبھی معمور نہیں ہوتی ـــ جب تک آپؐ کی محبت ہمارے دلوں کی جان بنی رہی، دل زندہ رہے، ـــ اور ـــ

دل کی زندگی ہی اصل زندگی ہے،

○

دنیا میں

جب بھی کوئی بلا نازل ہوئی ـــ ہر کسی نے آپؐ ہی کے وسیلے سے اس سے نجات مانگی، یہاں تک ـــ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاؑ علیہم السلام میں سے جب بھی کوئی کسی معاملے میں آزمایا گیا ـــ آپؐ ہی کے نام کی برکت سے اس آزمائش سے نکلا۔

آپؐ کا ذکر

اللہ کو ہر ذکر سے پسند ہے

دنیا میں کوئی بھی محب ایسا نہیں

جو اپنے محبوب کا نام سن کر خوش نہ ہو، اور ہر کسی کو راضی کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں۔ کہ اس کے سامنے اس کے محبوب کی تعریف کی جائے۔

میں نے

ایک جنگل میں ایک اللہ کے بندے کو یہ کہتے سنا۔ کہ۔ "اے محبت کے پیدا کرنے والے تو محبت کو پیدا کر کے ضرور رویا ہو گا" جب بھی کوئی کسی کی محبت میں محو ہوا۔ کسی نہ کسی انداز میں ضرور رویا ـــ اور جب بھی محب نے کسی سے اپنے محبوب کا کوئی ذکر سنا۔ اسے آفرین کہی، اور کہنے والے کو انعام بخشا، فریاد سنی، سوال پورا کیا، جو مانگا، سو دیا ـــ

اور

یہ ہم گنہگاروں کی محبت کا حال ہے، کیا اللہ اپنے حبیبؐ کے محبوں کو اپنے شریک مان کر دوزخ میں ڈال دینگے، تو پھر جنت کس کو دیں گے آپ نے صرف محبت کا لفظ سنا ہے، محبت کی حقیقت سے واقف نہیں، **بادشاہو!** آپؐ کی محبت ہی کے نور کی بدولت ظلمت کافور ہوا کرتی ہے، آپؐ کی محبت زندگی کا وہ حاصل ہے، جسے کبھی زوال نہیں

جسے آپکی محبت عطا ہوئی

اُسے ہر شے عطا ہوئی

ہر محب

اپنے محبوب کا ذکرِ خیر سُن کر راضی ہوتا ہے، محبت کی ساری تاریخ میں کوئی بھی ایسی داستان نہیں، جب کہ کسی محب نے کسی سے اپنے محبوب کی تعریف سن کر اُسے خلعت نہ بخشی ہو،

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے حبیب ہیں

پھر آپؐ کی شان وسیرت کے ذکرِ خیر سے بہتر اللہ کو راضی کرنے کا اور کیا طریق ہوسکتا ہے۔!

جس نے بھی

اللہ کے حبیبؐ سے وفا کی، اللہ راضی ہُوا

آپؐ کی سیرت ہی کا نغمہ تو

اس دہر میں گانے اور سُنانے کے لائق ہے،

کسی کا آپؐ کی آبرو پہ جان وار دینا

شجاعت کی اصل، عبادت کی اصل اور شہادت کی اصل ہے

زہے قسمت

یہ جان اللہ کے لئے، اور آپؐ کے لئے قربان ہو — آمین!

اللہ کی راہ آپؐ کی راہ — اور — آپؐ کی راہ اللہ کی راہ ہے — اسی طرح — جب ہم اللہ کے لئے کہتے ہیں — گویا آپ کیلئے کہتے ہیں،

اور جب

آپؐ کے لئے کہتے ہیں۔ گویا اللہ کے لئے کہتے ہیں!

یہ بزم کونین

آپؐ ہی کے لئے آراستہ ہوئی، اور آپؐ ہی کے لئے قائم ہے

آپؐ کا عاشق

گنہگار ہو سکتا ہے/ خطاکار ہو سکتا ہے/ مشرک نہیں ہو سکتا!

جسے خوش نصیب پہ آپؐ کی محبت غالب آجاتی ہے۔ پھر اس پہ کوئی اور شے کبھی غالب نہیں آسکتی!۔

آپؐ کی محبت کا مغلوب

آپؐ کی محبت کے نور کی برکت اور اللہ کے فضل و کرم سے ہر شے پہ غالب ہوتا ہے: کیا اللہ اپنے حبیب کو محبوب رکھنے والوں کو صرف اس جرم میں کہ انہوں نے اس کے حبیب کو کیوں محبوب رکھا دوزخ میں بھیج دیں گے۔ تو

پھر جنّت کِس کو دینگے!

آپ اس پہ غور کریں،

کہ — کیا وہ جنت بھی کوئی جنت ہے — جو — اللہ کے حبیبؐ کے محبوں پہ بند ہو!

ہم سب کچھ کر چکے ۔ ہم سے ہر شے ہو چکی ۔ اب
تیری دنیا میں تیرے بندے، تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ۔
شان کے بیان میں مصروف ہوں ! یاحیُّ یاقیّومُ !
یہی وقت کی پکار — اور — اسی میں ہماری خوش بختی ہے
جس بھی دہکتی ہوئی آگ پہ آپؐ کا نام لیا گیا ۔ گلزار بن گئی ،
جس بھی بلا کیلئے آپؐ کے نام کی عزت و حرمت کی بدولت
ٹلنے کی دعا کی —— وہیں ٹل گئی !

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی
انسانی زندگی کا حاصل و کمال ہے

○

امروز سعید : دوشنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۰ ہجری المقدس
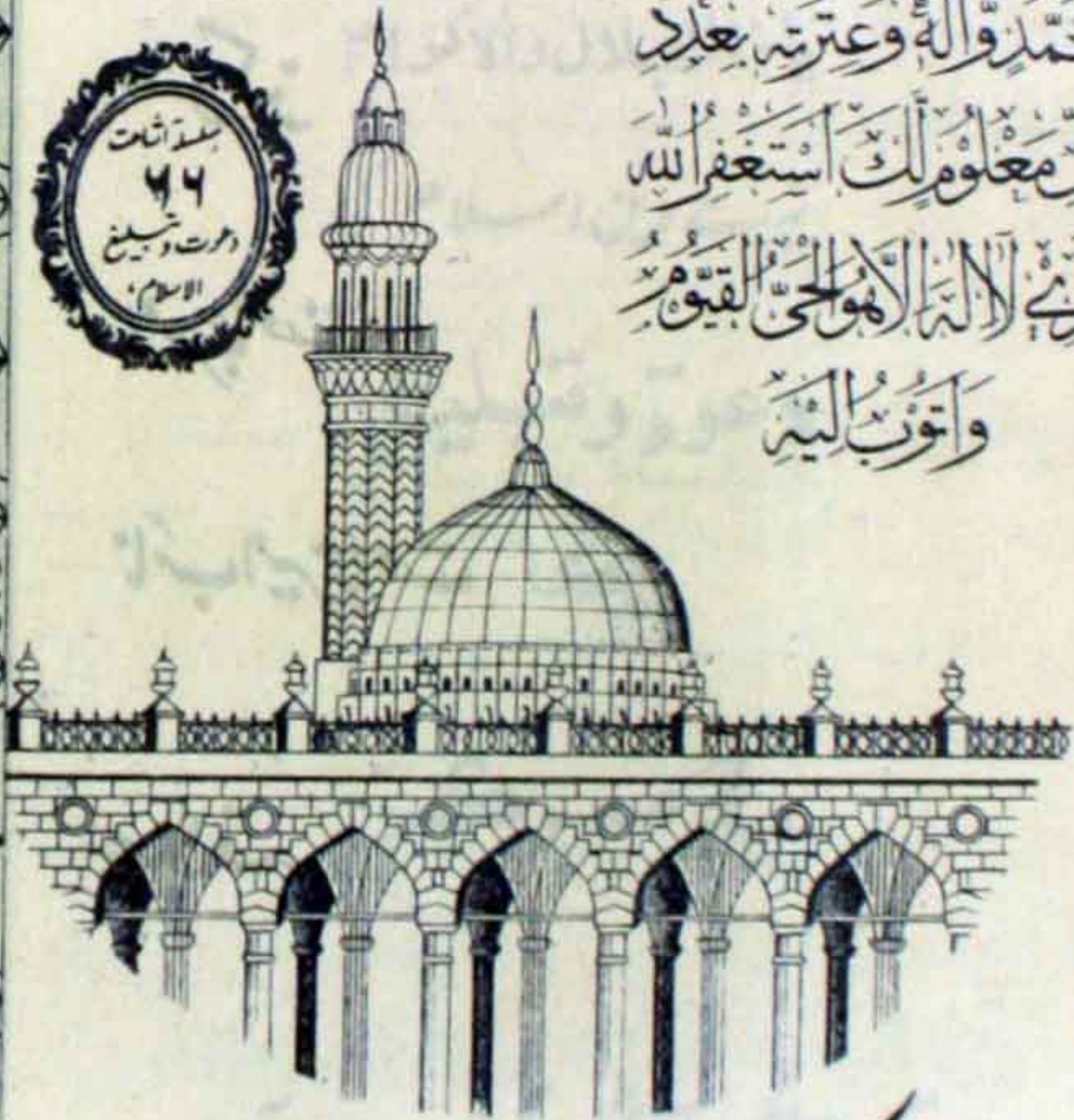
بسم اللہ الرحمن الرحیم
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حیّ یا قیوم
دار الاحسان
اللّٰھم صل علیٰ سیدنا
محمد وآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلۂ اشاعت
۶۶
دعوت و تبلیغ
الاسلام
تبلیغی مراکز ــــ دار الاحسان
محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ۰ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

دعوة وتبليغ الاسلام

مرکز

امیر جماعت

نائب امیر جماعت

علاقہ

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حیی یا قیوّم

یا ذاالجلال والاکرام

تیرے دین اسلام کی

دعوۃ وتبلیغ

کا

یہ مرکز

قیامت تک قائم و آباد رہے، آمین!

یا حیی یا قیوم یا ذاالجلال والاکرام — آمین!

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا حیّی یا قیّوم

یا ذا الجلال والاکرام

تیرے دین اسلام کی

دعوۃ و تبلیغ

کے

اِس مرکز

سے تیرے دین اسلام کی دعوۃ و تبلیغ

ہمیشہ جاری رہے

یا حیّی یا قیّوم یا ذا الجلال والاکرام۔ آمین!

امیرِ جماعت سے خطاب

آپ اللہ کا شکر کیا کریں، کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپ
کو اپنے لطف وکرم سے اپنے دینِ اسلام کی

دعوۃ وتبلیغ

کے لیے اپنے بندوں میں سے چنا ہوا ہے — آپ کے
دل ودماغ میں یہ خیال جلوہ گر رہے، کہ آپ اللہ کے دین

اسلام کے مبلّغ

ہیں — لہٰذا آپ کے ہر

قول و فعل

میں قرانِ کریم وسنّت مطہّرہ کی اتباع پائی جائے، آپ کا کوئی بھی قول اور
آپ کا کوئی بھی فعل اللہ تبارک وتعالےٰ کی کتاب قرآن کریم، اور
سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف نہ ہو آپکے ہر قول وفعل میں
اخلاص، راستبازی اور ہر کسی کیلئے ایک نمونہ پایا جائے، آپکا اخلاق بلند
پسندیدہ اور ہر جا مقبول ہو، آپ کی ہر شئے فطری ہو، نہ کہ بناوٹی،
اور آپ کا ظاہر — باطن کے عین مطابق ہو — !

یاحیّی یاقیّوم — یاذاالجلال والاکرام —

اٰمین

۱۹۵۶

آپکی راہنمائی کیلئے یہ کتابیں دی جاتی ہیں :

۱- کتاب العمل بالسُّنۃ جلد اول تا ششم

۲- دعوۃ وتبلیغ الاسلام

رسالہ شمار

آپ کے لئے دُعا کی

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو عمر بھر کے لئے اپنے دین اسلام کی

دعوۃ وتبلیغ

کے لئے مقبول فرمالے، آمین!

آپ کو اعلیٰ درجہ کا اور پسندیدہ اخلاق

جو کہ ایک صحیح پیچے اور کامیاب مبلّغ کے لئے

ضروری ہے۔ عنایت فرمائے — آمین!

آپ کے نفس کو

رذائل وخبائث سے مزکّیٰ ومطہر فرما کر

آپ کو تین عمدہ اور ضروری صفات سے متصف فرمائے۔ آمین!

اور وہ یہ ہیں

متحمّل مزاجی، استقامت، اور — توکّل

یعنی

ہر معاملہ میں ہر کسی سے نہایت متحمل مزاجی سے پیش آئیں،

دینِ اسلام کی دعوۃ وتبلیغ۔

کا جو کام آپ شروع کر رہے ہیں ۔ اسے نہایت عزم و استقلال سے عمر بھر نبھائیں ۔ کسی بھی حال میں اور کبھی ترک نہ کریں ۔

اللہ کرے

یہ جذبہ — یہ شوق — دن بہ دن بڑھے — اور دم بہ دم چڑھے — یا حی یا قیوم ! آمین !

بالآخر

آپ کے دل میں ہر وقت اور ہر حال میں — یہ

حق الیقین

ہو — کہ دین اسلام کی دعوۃ و تبلیغ کا کام دنیا کے سارے کاموں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ اور مقبول ہے،

نیز

یہ کہ — اللہ کے کام اللہ ہی کے توکل پہ چلا کرتے ہیں اللہ کے کاموں کو بھی بھلا کبھی کوئی بند کر سکتا ہے ؟ یا کسی کے بند کرنے سے بند ہو سکتے ہیں ؟

اللہ کی غیرت

کبھی یہ گوارا کر سکتی ہے، کہ جس کام کا وہ خود حکم دے — کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

"اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضروری ہے، جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے، اور اچھی بات کا حکم دے، اور بری بات سے روکے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں!"

(آل عمران : ۱۰۴)

○

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

"(مسلمانو!) تم بہتر امت ہو، جو لوگوں کو (سمجھانے کے لئے) نکالی گئی ہے۔ تم اچھی بات کا حکم دیتے ہو، اور بری بات سے روکتے ہو۔ اور اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہو!" (آل عمران : ۱۱۰)

تو پھر

جو بندہ اپنے رب کا یہ حکم سن کر نیکی پھیلانے — اور برائی کو مٹانے کی جدوجہد میں مصروف ہو — اور ناکام رہے — یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

جب آپ

اللہ کے لئے — اللہ کی راہ میں — اللہ کے

بندوں کو

اللہ کے دین اسلام کے احکام سنانے نکلو گے

تو کبھی ناکام نہ پھرو گے

جب آپ اللہ کے دین اسلام کی حمایت میں کھڑے ہونگے

اللہ

آپ کی حمایت میں کھڑا ہوگا۔ ماشاء اللہ

اللہ

آپ کو اپنی راہ میں چلنے کی پوری توفیق بخشے۔ آمین!

یاحیی یاقیوم

ہمارا مُدّعا

درس گاہیں نہیں	دِین ہے
نام و نمود نہیں	تبلیغ ہے
پیری مریدی نہیں	اِصلاح ہے
اعداد و شمار نہیں	معیار ہے

ہمارا نصب العین

فرقہ وارانہ کشیدگی نہیں ـــــ

اِتحاد بین المسلمین ہے

تضحیک نہیں ـــــ اکرامِ مُسلم ہے

○

ہمارا مذہب

رات کو ـــــ

ـــــ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا

اور دن کو ـــــ

ـــــ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے،

اللہ سبحانہٗ سے یوں دُعا کیا کریں

کہ اللہ اپنے لطف و کرم سے ہم سب کو ـــــ

حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سی

حیا

اور

حضرت اسد اللہ الغالب مولائے علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کا سا

فقرِ حیدری

عنایت فرمائے، آمین

یاحیُّ یاقیّومُ

○

ہمارا طریقہ

سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع ھے

اور

ہم نے سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر کوئی قدم

نہیں رکھنا، اور کبھی نہیں رکھنا

یاحیّی یاقیّوم

○

ہماری مِلّت

ملتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حنیفہ ہے

ہمارا کام

(زندگی کے آخری دم تک)

اللہ کے دینِ اسلام کی دعوۃ وتبلیغ ہے

یعنی

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم وتوفیق سے
اللہ رب العالمین کے بندوں کا
اللہ رحمٰن ورحیم کے بندوں کی طرف
اللہ مالک الملک کے ملک میں
اللہ غنی المغنی کے لئے
اللہ قاضی الحاجات کے توکّل پہ
اللہ جلّ شانہٗ کے دین اسلام کو پہنچانے ـــ

اور

عملی نمونہ دیکر سمجھانے کیلئے جانا

اور

کسی سے کسی بھی قسم کا کوئی عوضانہ نہ لینا، اور

جہاں تک ممکن ہو — وہی بات کہنا — جس پہ کہ —
کہنے والے کا اپنا عمل ہو

ہمارا شعار

امیری نہیں — فقیری ہے
ذلت نہیں — خودداری ہے

ہمارا مسلک — اللہ کے دینِ اسلام کی —
دعوۃ وتبلیغ ہے :

کسی محلّہ، بستی، گاؤں، قصبہ، شہر اور مُلک کی سیاست و امارت سے ہمیں کسی بھی قسم کی کوئی دلچسپی نہیں، اور نہ ہی کوئی واسطہ و سروکار ہے۔

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ !

ہمارا رہنا

مسافروں کی طرح ہے :
اور — مسافر کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا

مگر — پہنا ہوا لباس

اور — ضروریات کی ایک چھوٹی سی بُگچی

جسے کہ وہ آسانی سے اپنے ہمراہ اٹھا سکے،

اس سے زیادہ سامان

کوئی مسافر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا!

واضح ہو

کہ کائنات کی ہر شئے ہمارے لئے — اور — ہم

اللہ کے لئے ھیں

یعنی

اللہ نے جو بھی چیز پیدا کی، ہمارے لئے کی — اور

ھمیں — اپنے لئے

چیزیں بندوں کے لئے ھیں

اور — بندے — اللہ کے لئے

اسی طرح

ھمارا کھانا — پینا — پہننا — سادہ اور

ہر قسم کے تکلفات سے پاک ہے

اللہ

جو ہمیں روزی دیتا ہے — کھا کر شکر کرتے ہیں

حلوہ ہو، یا نانِ جویں

فاخرہ لباس اور مرغن غذاؤں سے

ہمیں اس کے لطف وکرم سے

کوئی رغبت نہیں

جیسے مِلا — پہنا — اور — جیسے مِلا، کھایا

تن کی زینت — اگر من اخلاق سے مزین نہیں

دنیا کے کسی بھی بازار میں کوئی قیمت نہیں پاتی!

اور — من کی زینت — ماشاء اللہ

فلاح دارین کا موجب ہے

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اٰمِیْن

امروز سعید: جمعۃ المبارک ۱۷ صفر المظفر ۱۳۹۰ ہجری المقدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد وآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلہ اشاعت
٦٧
دعوت و تبلیغ
الاسلام
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
مولانا محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام النجاف الصحاف المقبول المصطفین ٥ دار الاحسان فیصل آباد پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۙ
اَمَّا بَعْدُ

ہر عمل کا دارومدار نیّت پر موقوف ہوتا ہے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ مبارک میں ایک آدمی نے مسجد نبوی کے دروازے کے آگے کلہ (کھونٹا) گاڑ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی مسجد میں نماز کے لئے آیا۔ اس نے اس کِلّے کو اکھاڑ ڈالا ــــ یہ واقعہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دونوں شخصوں کو بلوایا۔

پہلے سے پوچھا ــ "تو نے کس نیت سے مسجد کے دروازے کے آگے کِلّہ گاڑا تھا"؟

اُس نے جواب دیا ــ "میں نے سوچا تھا۔ کہ جو سوار مسجد میں نماز کے لئے آئے، وہ اپنی سواری کو اس کلّے سے باندھ دے"

آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــ "تو نے بہت اچھا کیا"!

پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے آدمی سے پوچھا ــ "کہ تُو نے کیوں اس کِلّے کو اکھاڑا"؟

اُس نے جواب دیا ــــ "کلّے کو دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا

کہ اسلام کے کسی مخالف نے کلّے کو مسجد کے سامنے شاید لیے گاڑا ہے، کہ نماز کے لیے آنیوالے کلّے سے الجھ کر گر پڑیں، اس لیے میں نے اس کو اکھاڑ دیا۔

اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم نے بھی اچھا کیا"

ان تبلیغی رسائل سے

ہمارا دلی مدعا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کی شان و سیرت بیان کرنا ہے

ہماری

تمام تر لیاقت — علم اور فکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان و سیرت بیان کرنے کیلئے وقف ہے

اور ھم نے

دنیا کے کونے کونے اور گوشے گوشے میں اپنے مولائے کریم، رؤف ورحیم روحی فداہٗ حضرت مُحمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان وسیرت کو پورے ادب واحترام وتعظیم وتکریم کے ساتھ عمدہ ترین الفاظ میں —— جو بھی ہمیں آتے ہیں — نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ اُجاگر کرنا ہے

یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے

کہ — ہماری ہر تحریر و تقریر، اور —

ہماری ہر سوچ وفکر وخیال صرف اللہ — اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم — اور — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور — جملہ بزرگانِ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی —

شان و سیرت و ذکر و مناقب اور مدح

کے لئے وقف اور مخصوص ہے

ھم

ادب کا عمامہ اوڑھ کر پا برہنہ ان کے
حضور میں حاضر ہیں ۔ ذرا بھی گستاخی
روا نہیں رکھتے ۔ ہمارا مقصد تعریف و
تحسین ہے ۔ تنقیص نہیں ۔ یعنی بڑھانا
ہے ۔ گھٹانا نہیں ، ان سب کا ذکرِ خیر
ہماری زندگی کا محبوب ترین مشغلہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور
مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین روشنی کے مینار
اور دین اسلام کے صحیح خدام تھے، ان سب کی تبلیغی
جدوجہد اللہ ہی کے لیے تھی کوئی اور غرض و غایت نہ تھی
ہم ان سب کے حضور میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور
اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسی توفیق تو نے انہیں بخشی تھی
ہمیں بھی بخش یا حیّ یا قیوّم آمین آمین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے زمانہ مبارک میں دین نیا نیا تھا ۔ کتابت و طباعت

کا زمانہ ہی نہ تھا — لوگ ہرن کی کھالوں، پتھروں اور کھجور کے پتوں پر قرآنی آیات لکھا کرتے تھے۔ آج کی طرح برقی پریس کا زمانہ نہ تھا۔ کہ صبح کسی مضمون کو شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو شام تک لکھو کھہا صفحات چھپوا کر تقسیم کر دے

وہ زمانہ

بہت مشکل تھا۔ اگر لوگوں کو پتہ چلتا، کہ فلاں جگہ کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتا ہے۔ تو بے شمار صعوبتیں برداشت کر کے اس کے پاس پہنچتے — اور اس کے حضور میں حاضر ہو کہ یہ عرض کرتے، کہ وہ حدیث جاننے کے لئے آئے ہیں — وہ صحابیؓ ان سے پوچھتے — کہ کیا وہ صرف ان سے حدیث پوچھنے آئے ہیں؟ — وہ جواب دیتے، کہ" ان کے سفر کا مدّعا صرف حدیث جاننا ہے، اور کسی بھی قسم کی دنیاوی غرض و غایت نہیں

یہ سُن کر وہ صحابیؓ انہیں گلے سے لگاتے، سر آنکھوں پر بٹھاتے — اور پھر حدیث بیان کرتے،

اگر

اس حقیقت کو کسی طرح بھی نہیں جھٹلایا جا سکتا

کہ اس دور میں قرآن اور چند احادیث کے علاوہ تحریری سرمایہ

ہرگز نہ تھا۔ تفصیلی علوم تفسیر، فقہ، تشریحات کے علاوہ تفصیلات اور حواشی آج ہیں ہر زبان میں ہر جگہ دستیاب ہیں، جو اس وقت نہیں تھے۔

اور

باوجود ان سہولتوں کے نہ ہونے کے

صحابہؓ نے

جونہی کوئی حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ گوہر بار سے سُنا

فوراً اس کے مطابق عمل کر دکھایا

اور آج ہم

اتنی سہولتیں حاصل ہونے کے باوجود ــ جبکہ بے شمار تفاسیر

مثلاً

تفسیر ابنِ کثیر، تفسیر ابنِ عباسؓ، تفسیر ترجمان القرآن، تفسیر قرطبی، تفسیر نعیمی، تفسیر بیان القرآن، تفسیر المنار، تفسیر مرتضویؒ، تفسیر خازن، مدارک، معالم التنزیل، روح البیان روح المعانی، ــــ

احادیث ہیں ــــ

بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف

ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، موطا

امام مالک، مشکوٰۃ شریف، دارمی، رزین، بیہقی، ابن ابی شیبہ

مستدرک حاکم — فقہ میں —

قدوری، منیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح

وقایہ، ہدایہ، دُرِّمختار

جیسی ان گنت کتابیں میسر ہیں

عمل سے دُور ہیں

اس وقت

پچاس سے زائد قسم کے علوم دینیہ اور فنونِ اسلامیہ

دنیا میں مروج و موجود ہیں، جن میں سے بعض کے نام

یہ ہیں: —

- علم تفسیر
- علم حدیث
- علم عقائد و کلام
- علم فقہ
- علم سلوک و تصوّف
- علم اذکار
- علم اوفاق
- علم تاریخ
- علم سیَر
- علم مناقب
- علم جفر
- علم تکسیر
- علم ادب
- علم نحو

- علم صرف
- علم لغت
- علم عروض
- علم ذبیحات
- علم مثلث
- علم جبر ومقابلہ
- علم لوگارثم
- علم ارثما طیقی
- علم ہیئت
- علم ہندسہ
- علم ریاضی
- علم توقیت
- علم نجوم
- علم منطق
- علم فلسفہ
- علم تجوید
- علم تعبیر

اِن میں سے چند ایک کے سوائے باقی تمام علوم دورِ صحابہؓ کے بعد وجود میں آئے، اور ترویج و اشاعت تو ان سب کی بعد میں ہوئی۔

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیہم السلام میں سے سب رسولوں کے سردار ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تمام سابقہ امتوں میں سے چنے ہوئے ہیں، اللہ نے اپنے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ساری مخلوق میں سے چنے ہوئے احباب و اصحاب عنایت فرمائے تھے۔ جس شان کے سردار تھے، اُسی معیار کے خدام عنایت فرمائے تھے، آپؐ نبوت کے بدر التمام اور آپؐ کے صحابہ رضؓ شہابِ ثاقب — جو ہمیشہ شیطان پہ ٹوٹے، اور شیطان نے سرجان سے مارے

کھائی۔ کسی نے ان کی کیا ریس کرنی ہے،

ہم ابن الکتاب ہیں — وہ ۔ اُمّ الکتاب تھے،

انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر توحید کی راہ پائی ہوئی تھی — انہیں اپنے حضورؐ کے ارشاد پہ کتنا کامل ایمان تھا — کہ جب یہ سُنا کہ جو شخص رات کو ایک بار سورۂ واقعہ پڑھ لے، تو اُسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ تو ابن مسعودؓ نے صبح اپنا باغ صدقہ کر دیا۔ کہا — سورۂ واقعہ کی تلاوت مجھے کافی ہے،

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کمال — علم پر کامل و مکمل عمل تھا،

آج کے اکثر عالم، مفسّر اور محدّث نظری طور پر عالم، مفسّر یا محدّث ہیں، اور عمل سے عاری ہیں، یہی وجہ ہے، کہ آج کی تقریروں اور وعظوں میں وہ اثر نہیں، لوگ درسِ قرآن سالہا سال باقاعدہ سنتے ہیں، لیکن جب وہ دنیاوی امور کی طرف لوٹتے ہیں، تو کم بھی تولتے ہیں، جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ سود بھی کھاتے ہیں — وعدہ خلافی تو معمولی بات سمجھتے ہیں،

ایک شخص نے

ایک بار فخریہ بیان کیا — کہ وہ سولہ سال سے بلاناغہ اور باقاعدہ درسِ قرآن سنتا ہے، — لیکن معاملات میں وہ معمولی درجہ کا دنیا دار ہے —

اُس کے علم نے اسے کچھ نفع نہ دیا — !

قرآنِ حکیم

ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں چھپے، اور بہت کم ھدیہ پر تقسیم ہو ــ یا ــ قرآن کریم سونے کے تاروں سے لکھا جائے، اور گھر گھر موجود ہو ــ شیطان کو اس کی پرواہ نہیں ــ

لیکن

جب کوئی مومن قرآن کریم کی ایک آیت کو پڑھ کر اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں عملی قدم اٹھائے، تو شیطان کے دل پر چھری چل جاتی ہے، اور وہ اپنی تمام شیطانی قوتوں کے ساتھ اس مومن مسلمان کو بھکانے پر آمادہ ہو جاتا ہے، اور تمام قوت صرف کر دیتا ہے۔

اس سے مطلب یہ ہے۔

کہ موجودہ زمانے کی طرح دین کی اس طرح وسیع نشر و اشاعت نہیں تھی ــ پھر بھی اُن کا زمانہ عمل کا بہترین زمانہ تھا

جو بات ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیتے، فوراً مان لیتے، اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جاتے ۔ کوئی تنقید نہ کرتے

کسی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدم نہ کرتے،
ان کی جانیں — مال، اوقات سب کچھ دین کے لئے وقف
تھا — اور دین کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرتے

جب

ان سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا۔ گھر
کا سارا مال حاضر کر دیتے — کچھ بھی باقی نہ رکھتے۔ اور
اللہ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
کو اپنے لئے کافی خیال کرتے / — جس بات سے روکے
جاتے — فوراً رک جاتے، کبھی اصرار نہ کرتے۔
انصاف کے لئے بیٹھتے، تو حد کر دیتے، اپنے پرائے
میں کوئی تمیز روا نہ رکھتے۔
حیا ایسی، کہ فرشتے بھی شرماتے۔
جس میدان میں ڈٹ جاتے، بازی لے جاتے — کبھی
پیچھے نہ ہٹتے۔

انہی خصائل

کی بدولت — اللہ نے انہیں حکمرانی بخشی ہوئی تھی۔
وہ دنیا میں جہانبانی کرتے آئے تھے، جہانبانی کر گئے
اُن کی ہر شے سادہ، آسان اور — اتفاق، محبت
اور اخلاص کی بنیادوں پر قائم تھی۔

آپس میں ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے۔ اور اپنے بھائی کو اپنے سے افضل سمجھ کر کبھی اس کی شان میں کسی بھی قسم کی ہتک نہ کرتے، ذرا سی توہین بھی گوارا نہ کرتے۔

اگر کسی کو کسی بات پر اختلاف ہو بھی جاتا۔ تو نہایت ادب و احترام سے اسے اس غلطی سے مطلع فرماتے۔

ہم میں

اُن کی کوئی بات بھی نہ رہی ؎

کوئی ٹوٹا کارواں سے کوئی بدگماں حرم سے
کہ میر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

وہ دلنواز — اپنی دل نوازی کی بدولت خدا کی ساری خدائی کے دلوں میں بس گئے۔

اور

ہماری اس کمی کی بدولت

ہمارے بھرے میلے بچھڑنے لگے — اور ہمیں اس زیاں کا احساس تک نہ ہوا۔

اے ہمنشیں!

بنو اپنے مولائے کریم، رؤف ورحیم، سرورِ کائنات

رسالت مآب حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپؐ کے تمام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور

آئمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے جملہ مقلدین

حنفی ہوں یا شافعی — مالکی ہوں یا حنبلی۔

اور جملہ مشائخ عظام

قادری ہوں یا چشتی — نقشبندی ہوں یا سہروردی

کے حضور میں

ھدیۂ متبرک وعقیدت پیش کرتا ہے

اور گستاخی تو ہم نے کرنی ہی نہیں۔

اگر

ہماری کم علمی کی بدولت

کوئی جملہ — جس میں ذرا سا بھی نقص کا

احتمال ہو۔ ہم سے سرزد ہو۔ تو ہم
اللہ سبحانہٗ کے حضور میں اپنی غلطی
کا اعتراف کرتے ہیں ۔ نادم ہوتے ہیں
اور توبہ کرتے ہیں۔ ہمیشہ استغفار
کرتے ہیں، اور اللہ سے عرض کرتے ہیں
کہ

ہم سے درگذر فرمائے

آمین!

○

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
جتنا علم رکھتے تھے، اس پہ پورا عمل کرتے تھے
ہم
صرف علم رکھتے ہیں۔ عمل نہیں رکھتے

○

ایک صاحب نے

مجلس صفی الرّشیدہ کی تشریح طلب کی،

سنیئے ۔ مجلس صفی الرّشیدہ ہے ۔ کہ ۔

ہم چند دوست اس دار الاحسان میں نہایت ذوق و شوق سے جمع ہو کر ایک حلقہ کی شکل میں ادب و احترام سے دو زانو ہو کر بیٹھتے ہیں ۔ ہم میں سے ایک صاحب کھڑا ہو کر مجلس صفی الرّشیدہ کا مختصر تعارف کراتا ہے ۔

کہ آج ہم فلاں بزرگ کی یاد تازہ کرنے اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں ۔ مثلاً

حضرت پیرانِ پیر دستگیر غوث اعظم

قطب ربّانی غوثِ صمدانی ۔

سیّدنا الشیخ عبد القادر جیلانی

محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی کل کی مجلس ہی کو لے لیجئے ۔ ان کا ذکرِ خیر ہوا ۔ آپ محی الدّینؒ تھے ۔ دین کو زندہ کرنے والے

بچپن میں آپؒ ایک دفعہ گائیں چرانے گئے - تو ہاتف سے ندا آئی —— "کہ میں نے تجھ کو گائیں چرانے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ تم کو دنیا کی راہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے"! یعنی کہ گائیں چرانا آپؒ کا کام نہیں - یہ معمولی کام ہے اور معمولی قسم کے لوگ اسے کر سکتے ہیں ! اللہ نے آپؒ کو دینِ اسلام کو زندہ کرنے کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے -

آپؒ کے

اخلاق و کردار اور شان و سیرت کا ذکر ہوا - جس سے حاضرین بیحد متاثر ہوئے - دلوں میں ذوق گدگدانے لگا آپؒ کا ذکرِ خیر سن کر بدن کے انگ انگ میں شوق کی لہریں دوڑنے لگیں - سوئی ہوئی امنگیں جاگ اٹھیں - جیسے کہ کوئی خواب سے بیدار ہو کر اپنی منزل پہ گامزن ہونے کی تیاری کیا کرتا ہے -

کہ

اللہ کرے ، کہ ہم گنہگار بھی اسی طرح دنیا میں اپنی زندگی بسر کریں - تاکہ فلاح پائیں — آمین ! — ہماری یہ زندگی قابلِ رشک نہیں —— معمولی ہے - اور اس میں پریشانی کے سوا اور کوئی کیف نہیں —— اگرچہ بادشاہ اپنی پس خوردہ شراب اپنے محبوب کے سوا کسی دوسرے

کو نہیں دیا کرتا ۔ پھر بھی

ہم تیرے حضور میں یا حیی یا قیوم! سچی اور پکی توبہ کرتے ہیں۔ کہ ہمارے گناہوں سے درگذر فرما کر بخش دے۔ آمین!

ہمارے جن گناہوں کی بدولت ہمیں تیری راہ میں چلنے کی توفیق نہیں مل رہی ۔ بخش دے۔ جو لطف و کرم تو نے ہماری سرکار کو عنایت فرمایا تھا۔ اُس کی برکت سے، اور اس کا کوئی چھوٹا سا حصہ ہمیں بھی عنایت فرما۔ جو دنیا سے مُتنفر اور دین کی طرف راغب کر دے آمین!

جوں جوں

ہم ان کا کوئی ذکر خیر کرتے اور سنتے جاتے تھے۔ ساتھ ساتھ اسی اور ویسی ہی توفیق کی اپنے لئے دعائیں مانگتے جاتے تھے ۔

یا اللہ

جس طرح تیری رحمت نے ان کو نوازا ہے، ہم گنہگاروں کو بھی نواز دے (یا اللہ تیرے ہاں کسی بھی چیز کی کمی نہیں۔ یہ کاتب تحریر بھی نیک بخت اور پاس ہو جائے آمین!)

ہم سب یارب! تیری رحمت و توفیق کے محتاج ہیں۔
ہمارے سینوں میں جذبہ پوری آب و تاب سے موجزن
ہے۔ شوق ہمیں کردار پہ اکسا رہا ہے۔ لیکن — تیری
توفیق کے بغیر کچھ بھی کرنے پہ کوئی قدرت نہیں رکھتے،
یا اللہ! تو ہمارے حال پہ ترس کھا کہ ہمیں ہر نیک کام
کی توفیق مرحمت فرما — آمین!

پھر ہم سب

نے اس بات پہ بھی بڑا غور کیا — کہ آپؒ کو اس دنیا سے تشریف
لے گئے آٹھ سو سے زیادہ برس ہو گئے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ صدیاں
گذرنے کے بعد بھی آپؒ کی یاد، آپؒ کی عزت اور آپؒ کی محبت
اسی طرح ہمارے دلوں میں جلوہ گر ہے، جیسی کہ آپؒ کے حلقۂ ارادت
کے احباب کے دلوں میں تھی — اور کسی بھی زمانہ میں آپؒ کی
یاد لوگوں کے دلوں سے نہ اتری۔

آپؒ اللہ کے فقیر تھے۔ سرچشمۂ سلطانی۔ اور تمام بادشاہ
آپؒ کے در کے بھکاری تھے — ہم نے آپؒ کو ان
آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن نامعلوم — کیوں
شب و روز ہمہ وقت ہمارے تصور میں رہتے ہیں —
اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس حقیقت کو کوئی دانشور نہیں جھٹلا

سکتا۔ کہ آپؒ اللہ کے ملک میں حقیقتاً زندہ ہیں۔ اگرچہ صورتاً نہیں ــــ اللہ نے آپؒ کو حیاتِ جاودانی بخشی ہے،

یہ صرف اس لئے ہے۔ کہ

آپؒ نے اپنی ساری زندگی اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں گذاری ــــ اور کسی بھی دنیاوی کام میں ضرورت سے زیادہ بالکل حصہ نہیں لیا۔

اِس قسم کی

راز و نیاز کی بے شمار باتیں اور بھی ہوئیں، جنہیں تفصیلاً لکھنا کافی دیر طلب ہے۔ سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے،

اِس کے بعد

قرآن کریم کی تلاوت کی گئی۔ اور بے شمار کلماتِ طیّبات کا نیازمندانہ ہدیۂ تبریک آپؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا، نہ ہم نے ڈھول بجائے، نہ ہمیں حال آئے۔ نہ ہم نے گانے گائے نہ ہم نے قلابازیاں لگائیں۔

اللہ ہی نے تو ہمیں حکم دیا ــــ

کہ میرے بندوں کو حکمت سے میری طرف بلاؤ ــ گویا یہ طریقہ اللہ ہی کے حکم کے ماتحت جاری ہے ــ کہ میرے بندوں کو علم و حکمت سے مل کر بلائیں،

بس

ہماری مجلس صفی الرّشیدہ میں شریک ہونا
حکمت ہی پہ مبنی ہے۔ ورنہ اتنے بندے
کیونکر کسی جگہ پہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

ایک صاحب نے

حکمت کی تشریح پوچھی — حکمت ایک وسیع المعانی
لفظ ہے۔ اس کی ایک تشریح یہ بھی ہے — کہ

مبلّغ کا انداز

لہجہ، طرزِ گفتگو اتنا دلچسپ، دل آویز، دل نواز، فصیح
لیکن مخلصانہ ہو، کہ سامعین کے دلوں میں اتر جائے، اور
تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہ رہے، اور کوئی بھی اس کے
اثر سے محفوظ نہ رہے۔

آپ نے یہ نہیں سُنا۔ کہ لوگ اکثر یہ کہا کرتے ہیں — کہ
فلاں نے فلاں کو ہاتھ پر چڑھا لیا۔ یا انگلی لگا لیا ہے
یا — وہ اس کی کیل میں آگیا ہے۔ جو وہ کہتا ہے کرتا ہے
اور ہر وقت اس کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے — جیسے کہ کسی
جوگی نے سر میں راکھ ڈال دی ہوتی ہے — یہ مشہور پنجابی
محاورے ہیں۔ جن کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ آدمی اس

کے دام میں پھنس گیا ہے۔ اس کی تلقین کا اس کے دل پہ
ایسا اثر ہوا ہے۔ کہ سارا دن اسی کے گن گاتا رہتا ہے
یا فلاں فلاں پہ لٹو ہو گیا ہے۔

بعینہٖ

کامیاب مبلّغ وہ ہے۔

جو جسے بھی دین کی طرف بلائے، وہ دین کا گرویدہ ہو جائے
جس دنیا دار کو دین کی تبلیغ کرے، وہ فوراً دیندار ہو جائے
دنیا سے دل اچاٹ اور دین پہ فریفتہ ہو جائے۔ یاحی یاقیوم!

(۱)

اللہ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کے احکامات و ارشادات اس طرح اتنے دلآویز اور مؤثر
انداز سے سنانا۔ کہ سننے والے پہ سحر پھونکا جائے،
اور وہ دنیا و مافیہا کی تمام فکروں سے بے نیاز ہو کر

اللہ کی راہ

میں نکل کھڑا ہو۔ اور پھر اسے دنیا کا کوئی لالچ، کوئی خوف
اور کوئی طاقت اس راستے سے نہ روک سکے۔ اور یہی

تبلیغ کا کمال

ہے۔ گویا مبلغ نے اسے انگلی لگا لیا۔ اور باقی
سب سے توڑ کر اللہ سے جوڑ دیا۔ یا پھر وہ مبلغ کے ہتھے

چڑھ گیا۔ اور سب سے منہ موڑ کر اللہ کے کلی توکل پر۔ اللہ کے واسطے — اللہ کی راہ پہ چل پڑا — اب اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ کوئی ٹوک نہیں سکتا۔ چاہے شیطان اس کی راہ میں کتنے ہی روڑے اٹکائے — وہ

اللہ کی محبت

کے نشے میں مخمور ان روڑوں کو پھولوں کی پتیوں کی طرح نرم و نازک سمجھتا ہوا چلا جاتا ہے۔

تبلیغ

نام ہے حکمت اور احسن طریق سے اللہ کی طرف بلانے کا

مُبلّغ

اس طرح عمل کی دعوت دے، کہ سننے والا فوراً اس کو قبول کر لے۔ لبیک کہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس پر قائم رہے۔ جس طرح نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی ہر آواز پر صحابہ کرامؓ جان و مال کی قربانی کے لئے بصد شوق تیار ہو جاتے تھے، اور اپنا سب کچھ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں لا ڈالتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ

نے پہلے ہی روز تبلیغ دین اس اشتیاق سے کی، کہ شام تک چار پانچ دلوں کو موڑ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدس میں پیش کر دیا۔ جو حلقہ بگوش اسلام ہوئے، اور اسلام کے ایسے شیدائی بنے۔ کہ مرتے دم تک اس پر نہ صرف قائم رہے، بلکہ اس کی تبلیغ میں کوشاں رہے،

تبلیغ

عشقِ رسولؐ، فکر رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ
کا دوسرا نام ہے،
جسطرح

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے — حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر تمام مال اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کے لئے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈال دیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنی کمسنی کے باوجود دعوتِ اسلام قبول کرتے ہوئے جو اعلان کیا تھا — کہ دل و جان سے آپؐ کا ساتھ

دوں گا" — اس کو پورا کر دکھایا۔

حضرت سعدؓ نے غزوہ بدر سے پہلے مشاورت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ جہاد ان الفاظ میں قبول کی تھی —

"اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں، تو ہم بحرِ ظلمات میں بھی کودنے کو تیار ہیں"!

تبلیغ

اس دلچسپ انداز سے کی جائے، کہ سامعین کا دل موہ لے اور وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے بسر و چشم اٹھ کھڑے ہوں۔ اور اس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیں۔ سامعین کے دل پہ مبلغ کی آواز ایسا اثر کرے کہ وہ اسی کا ہو کر رہ جائے۔ جس طرح پنجابی کی ضرب المثل ہے — "ہتھاں تے پا لیا اے"!

یا اردو میں یوں۔ کہ

"اس کے اشاروں پہ ناچ رہا ہے"!

تبلیغ

ایسے دل آویز طریقے سے کی جائے، کہ سننے والے یہی سمجھیں

کہ یہ ہمارے ہی دل کی آواز ہے۔ اور ہماری زندگی کا یہی مدعا ہے۔ اسی میں ہمارے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا ہے، اور وہ اس

اعلیٰ وارفع مقصد

کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیں۔ اور ساری زندگی اسی میں صرف کر دیں

اور

ایسی تبلیغ کوئی جوئے شیر نہیں

اور — اگر ہو بھی — تو جذبہ، خلوص اور استقلال کے سامنے کونسی مشکل رہ جاتی ہے؟ — ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے — اس کی

ایک مثال

(مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق نوٹ کی جاتی ہے)

ایک صحابیؓ

نے فضائل جہاد سنائے، اور ایسے مخلصانہ اور پر تاثیر الفاظ میں سنائے، کہ اسی وقت ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پوچھنے لگا — "جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ سچ ہے؟"

صحابیؓ نے فرمایا ـــــ "ہاں ! میں نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی فرماتے سُنا ہے" !

اُسؓ نے تلوار میان سے باہر نکال لی۔ اور اپنے دوستوں کی طرف گیا۔ کہ "لیجئے ـــــ میرا آخری سلام لے لو۔ میں اللہ کی راہ میں جا رہا ہوں۔ اور واپس نہیں لوٹوں گا۔ اسی کے پاس چلا جاؤں گا" !

بس پھر کیا تھا ـــــ تھوڑی دیر میں وہ میدانِ جنگ میں تھا۔ اور اتنے جوش سے لڑا۔ اتنے خروش سے لڑا کہ بڑھتا ہی گیا۔ حتّی کہ ـــ شہید ہو گیا۔

عزیزان !

ایک افیمی اگر کسی شخص کو اپنے جھانسے میں پھانس لیتا ہے، وہ شخص ہمیشہ کے لئے اس کا ہو جاتا ہے۔ کبھی نہیں ہٹتا ـــ

کیا آپ کی تبلیغ میں

اتنا اثر بھی نہیں ؟ ـــ اس میں کونسی خوبی ہے جو آپ میں نہیں ـــ وہ کونسی مافوق الفطرت قوت ہے، جو اس میں ہے، اور آپ میں نہیں ـــ

وہ خلوص ہے، اور اپنے ساتھی بنانے کا شوق !

آمدم برسرِ مطلب

بندے کا کام اللہ کے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ ہے۔ اس لئے بندوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔ بندے جمع ہوئے، تبلیغ شروع ہوئی، ۔ کہ

لوگو!

یہاں سدا نہیں رہنا۔ اور نہ ہی دوبارہ لوٹ کر آنا ہے
لوگو! اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے.
لوگو! اللہ سے ڈرو! اور اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اور

اللہ کا یہ پیغام

پوری سرگرمی سے سنایا گیا

مہمان کی خاطر و مدارات میزبان پر فرض ہے۔ پھر حاضرین کی مہمان نوازی کی ۔ ایک سادہ سا دسترخوان بچھا ۔ اور اس پر معمولی کھانا چنا گیا۔ جو ہم سب نے اللہ کا برکت والا نام لے کر کھایا۔ اور شکر کرکے مجلس برخاست کی۔ پھر

دُعا کی

یا اللہ! یہ مجالس کیا ہی خوب ہو، جو روز

ہوں ۔ ہمیں ایسی مجالس میں شرکت
کی ہر روز توفیق ملے۔ آمین !
تیرے بندوں کا ذکرِ حسیں تیرے بندوں
کی زبان پر قیامت تک جاری و ساری
رہے۔ یا حییُّ یا قیوم ۔ آمین !

گویا

یہ مجلس صفی الرّشیدہ

دین اسلام کو تر و تازگی پہنچانے کا بیحد

مؤثّر ذریعہ ہے

نوؔ باتیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

میرے رب نے مجھے نوؔ باتوں کا حکم دیا ہے ۔

۱ ـــ کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈروں

۲ ـــ کسی پر مہربان ہوں یا کسی کے خلاف غصہ میں ہوں۔ دونوں حالتوں میں انصاف ہی کی بات کہوں

۳ ـــ چاہے امیر ہوں یا فقیر، راستی و اعتدال پر قائم رہوں

۴ ـــ جو مجھ سے کٹے، میں اُس سے جُڑوں

۵ ـــ جو مجھے محروم کرے میں اُسے دوں

۶ ـــ جو مجھ پر زیادتی کرے میں اُسے معاف کردوں

۷ ـــ میری خاموشی غور و فکر کی خاموشی ہو

۸ ـــ میری نگاہ، عبرت کی نگاہ ہو

۹ ـــ میری گفتگو، ذکر الٰہی کی گفتگو ہو۔ اور ـــ نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں ۔

امروز سعید، پنجشنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۹۰ ہجری القدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
یا حی
یا قیوم
دار الاحسان
اللھم صل علی سیدنا
محمد وآلہ وعترتہ بعدد
کل معلوم لک استغفر اللہ
الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم
واتوب الیہ
سلسلہ اشاعت
۶۸
دعوت و تبلیغ
الاسلام
تعارف مدرسہ تعلیم الاسلام صفویہ صمدآنیہ دار الاحسان
محمد برکت علی لودھیانوی عفی عنہ
المقام الثجاف الصحاف المقبول المصطفین ○ دار الاحسان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۝

اَمَّا بَعْدُ

زکوٰۃ کے صحیح مصارف

یا اللہ ! تیرے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے — کہ زکوٰۃ مالوں کا **دھووَن** ہے، اس کی مثال اسطرح ہے جیسے کہ کوئی اپنے مہمان کو طرح طرح کی طشتریوں میں کھانا کھلائے، اور مہمان اس کھانے کو شوق سے جی بھر کر کھائے، کھانا ختم ہونے کے بعد برتنوں کو صاف کیا جائے، تو اس بچے کھچے کھانے کو کوئی بھی قبول نہیں کرتا۔ ماسوائے اس آدمی کے، کہ جس کی بھوک سے جان نکلی جا رہی ہو— **گویا** — زکوٰۃ اسی طرح مالوں کا دھوون ہے جس طرح کہ کھانوں کا دھوون — جس کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

اِلٰہا

ہم تیرے حضور میں ہمیشہ یہی دعا کرتے ہیں۔ کہ ہماری غیرت یہ قبول ہی نہیں کرتی، کہ تیری کتاب **قرآن کریم** کو **حفظ** کرنے والے مسلمان قوم کے نونہال بچوں کو— جو دنیاوی علوم پہ تیری کتاب کو ترجیح دے کر تیرے اس **دارالاحسان** میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں،

امیروں کے مالوں کا دھودن یعنی زکوٰۃ کا مال کھلایا جائے — اے اللہ! تو نے ہمیں ایمان بخشا ہے — اور عزت بخشی ہے۔ ہم تیری عزت و عظمت والی بارگاہِ ربِّ ذوالجلال والاکرام ہیں

یہ دعا کرتے ہیں

کہ تو ان نونہال بچوں کے لئے طیب رزق مخصوص فرما! یا اللہ! تیرے خزانے بھرپور اور تو کریم بے مثال ہے۔ اپنے کرم سے ان نیک بچوں کو طیب رزق نصیب فرما! یا حیُّ یا قیوم! — آمین!

○○
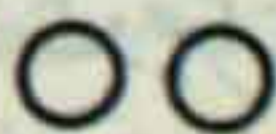
کسی اور کا تو مجھے پتہ نہیں، البتہ تیرے اس فقیر کا یہ مدرسہ

تعلیمُ الاسلام صفویہ صمدانیہؒ

تیرے سوا کسی دوسرے کا اور کسی بھی معاملہ میں ھرگز محتاج نہیں! صفویہ کا مطلب ہے چُنا ہُوا۔ برگزیدہ، اور صمدانیہ کا مطلب ہے — جو تیرے سوا کسی کا بھی اور کسی بھی معاملہ میں ہرگز محتاج نہ ہو۔ جس کا ہر معاملہ — چھوٹا ہو یا بڑا — تیرے ہی حوالے ہو۔ اور تیرے ہی سپرد ہو۔ جس کے ہر معاملے کا

قاضی الامور اور ہر حاجت کا قاضی الحاجات تُو ہے۔
یا حیُّ یا قیوم!
جو تیرے سوا اپنی کوئی حاجت کسی سے کبھی بیان کرے۔ جسے
تیری ربوبیت پر حق الیقین ہو۔ کہ ساری خدائی کا پالنے والا تو ہے
تیرے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں، جو کسی کی بندہ پروری کرے، مگر تیرے
حکم سے۔ جب تک تیرا حکم نہیں ملتا۔ تیری خدائی میں کسی کو بھی اور
کہیں بھی کسی امر پر کوئی قدرت و تصرف نہیں ہوتی۔

ہمارے مدرسے

زکوٰۃ پر چلتے ہیں۔ یا صدقات و خیرات پر۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کسی
بھی مدرسہ نے پھر کوئی **رُومیؒ** پیدا نہیں کیا۔ یہی
ہماری خانقاہوں کا رونا ہے۔

ہمارے رزق

اس معیار کے نہیں، جیسے کہ ہونے چاہئیں۔ ایک مدت گذری
ہماری خانقاہوں سے پھر کوئی **جامیؒ** بن کر نکلا۔ اور نہ
نظامیؒ بن کر۔ ہم میں تقویٰ کی کوئی بھی بات نہیں پائی
جاتی۔ اگرچہ ہم شب و روز تقویٰ کا درس دیتے ہیں۔ ہر سال
ہر شہر میں سینکڑوں طلباء کو فارغ التحصیل ہونیکی اسناد عطا ہوتی ہیں،
اور دستارِ فضیلت پہنائی جاتی ہیں۔ ہزاروں سند یافتوں میں سے

گنتی کے چند اصحاب ہوتے ہیں۔ جو کسی درسگاہ کی معلمی کر سکتے ہوں۔ جن کا اخلاق، چلن، عادت، فطرت، خصلت مقبول الفطرت ہو، جو استاد کی مسند پہ بیٹھ کر درس دے سکتے ہیں۔ جن کے دلوں میں دین کی اشاعت کا سچا اور پکا جذبہ ہوتا ہے۔ جو مسند پر بیٹھ کر شکر کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے انہیں اپنے دین کی اشاعت کے لئے اُسے مقبول فرمایا ہے، اور جان توڑ کر درس و تدریس کو اللہ کا کام سمجھ کر پوری سرگرمی سے انجام دیتے ہیں۔ جن کا تعلیم کے سوا کوئی اور مطالبہ نہیں ہوتا ــــــ جو سادہ لباس اور معمولی کھانے پر اکتفا کرتے ہیں جو زیب و زینت اور آسائش و استراحت سے بے نیاز ہیں۔ جن کو اپنے رب پہ پورا اعتماد ہو، کہ رب ہی اس کا پالنہار ہے۔ جس کی زندگی کا مفہوم صرف ضروریات تک ہی محدود ہو۔

زکوٰۃ کے مال

سے پلے ہوئے بچے میں یہ خصائل پیدا نہیں ہو سکتے

فتویٰ کچھ بھی کہے

ہماری غیرت گوارا کر ہی نہیں سکتی، کہ تاجر کے مال کا دھووَن زبری اس درسگاہ کے بچوں کو کھلایا جائے۔ !

ہم

تیری عزت و عظمت والی بارگاہ میں یہ پکا وعدہ کرتے ہیں ــــ کہ۔

ہم نے اس دارالاحسان میں

کسی کی بھی زکوٰۃ کا کبھی کوئی مال آنے نہیں دینا۔ اور تُو۔
اس پہ اے میرے رب! خوش ہو، کہ تیرے ایک عاجز بندے
نے ایک عمدہ وعدہ کیا ہے، بندہ تیری مخلوق کا دلّال
ہے ــ میرے امیر دوست مجھ کو مطلع کریں۔ کہ ان کے
پاس زکوٰۃ کا کتنا مال موجود ہے۔ بندہ شب و روز زکوٰۃ
کے صحیح مستحق لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ زکوٰۃ کا مال
بندے نے اس

دارُالاحسان

میں داخل نہیں ہونے دینا

ہمارا کام یتیم و مسکین کی امیر کو اطلاع دینا ہے۔ کہ یہ تیرے
مال کی زکوٰۃ کے صحیح مستحق ہیں ــــ ہم

انبیائے کرامؑ کے وارثوں

کے لئے وہ چیز جائز نہیں ہو سکتی، جو اُنؑ کے لئے جائز نہ تھی ــ !

المختصر

تیرا مدرسہ ــ جس میں تیری کتاب قرآن کریم کی درس و تدریس
جاری ہو۔ زکوٰۃ کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اور جو مدرسہ زکوٰۃ کا محتاج
ہو ــ ہم اُس کے مہتمم نہیں

ہم نے کبھی بھی تیری کتاب قرآنِ کریم کی درس گاہ میں مالوں کے دھوون کی روزی یعنی زکوٰۃ نہیں کھائی۔

نہیں یہ رزق امیروں کے مالوں کا دھوون ـ تیری محتاج ونادار مخلوق کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں۔پس کیونکہ ہم یتیم وبیوہ کے مال کے نزدیک جا سکتے ہیں

یا حیّ یا قیوم!

یہ فطرت کی صدا میری نہیں، تیری ہے، اور تو اسے قبول فرما! یا حیّ یا قیوم! دین کی کوئی بھی شے تیرے سوا کسی اور کی کیونکر محتاج ہو سکتی ہے۔ ہر کوئی دین کا محتاج ہے، دین کسی کا محتاج نہیں، دین تیرا ہے، اور پھر تیرے سوا کیونکر یہ کسی کا محتاج ہو سکتا ہے یا رب! یا حیّ یا قیوم!

اور

اسی طرح ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی۔ کہ قربانی کا گوشت تو لوگ کھائیں، اور کھالیں ہم ـــ توبہ توبہ ـــ ہم کسی ایسے مدرسے کے مہتمم نہیں ـــ جو قربانی کی کھالوں پہ چلتا ہو ـــ اور

ہمارے اس مدرسہ

تعلیم الاسلام صفویہ صمدانیہ

میں نہ ہم زکوٰۃ قبول کرتے ہیں ـــ

نہ قربانی کی کھالیں!

اطباّئے رُوحانی

کا یہ قدیم نسخہ ہے۔ کہ اکلِ حلال ایمانی قوت کے لئے بنیادی اور تریاقی حیثیت رکھتا ہے۔ خون، رگ وریشہ، پٹھے، گوشت ۔غرضیکہ انسانی جسم کا ہر حصّہ جس میں دل ودماغ، آنکھ دکان، ہاتھ پاؤں سب شامل ہیں رزق سے ہی پرورش پاتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ اگر رزق حلال ہوگا تو طبیعت میں استقلال، آنکھ میں حیا، ہاتھ میں سخا اور پاؤں میں ثبات ہوگا — پرواز کا دارومدار رزق پر ہے — باز کو جب بھوک لگتی ہے، تو کسی سوکھی ٹہنی پر سے پرواز کرتا ہوا کبوتر پر جھپٹتا ہے اس کی شاہرگ کے تازہ خون سے اپنی پیاس بجھاتا اور کلیجے سے ناشتہ کرتا ہے، بس اسی رزق سے اس کی پرواز بلند سے بلند تر ہے۔ باز بھوکا مر جائے لیکن مردار کبھی نہیں کھاتا۔ کہ "شکارِ مردہ سزاوارِ شاہباز نہیں"! شہباز کی پرواز طیب رزق سے ہے۔ اس کا جوش، تیزی، تجسّس اس رزق ہی کی بدولت ہے۔ اس کے برعکس۔ کوّے کو لے لیجئے — قدوقامت میں باز کے لگ بھگ ہوتا ہے، لیکن نہایت زیرک، بزدل، ذلیل اور کمینہ — کیونکہ اس کی خوراک ہر شئے ہے، مرغوب غذا گندگی ہے اسی گندگی کی بدولت یہ نکمّا ہے

موتی ہر پرندے کی خوراک نہیں، سیمرغ ہی موتی کھاتا ہے اور اسے ہضم کرتا ہے، دوسرے جانور موتی کھا تو سکتے ہیں لیکن ہضم نہیں کر سکتے۔

جس قوم نے بھی رزقِ حلال کی قدروں کو چھوڑا۔ بلندی سے گری اور

ذلیل وخوار ہوئی۔ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہم تک پورے تسلسل کے ساتھ اور بڑی شرح وبسط سے رزق حلال کی اہمیت کو واضح کیا۔

ہماری موجودہ طریقت ریسرچ کی محتاج ہے

کیا کبھی آپ نے اس پہ بھی غور کیا

کہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حبیب تھے

اور

یہ دنیا ان ہی کے لئے معرضِ وجود میں آئی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سپہ سالار تھے

جن میں دنیاجہان کی ساری خوبیاں موجود تھیں

تاریخ گواہ ہے

کہ مالِ غنیمت کے انبار لگ جاتے۔ لیکن

سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دونوں وقت کھانا نہیں کھایا،

اور۔ پیٹ بھر کر تو کبھی بھی نہیں کھایا۔

بسا اوقات پورا پورا مہینہ گذر جاتا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چولہے میں آگ تک نہ جلتی

حالانکہ

ایک سے ایک بڑھ کر آپ کے ہزاروں صحابہ کرامؓ آپ کے پڑوس مبارک میں بستے تھے، یہ سب کچھ کس لئے۔ کہ امت پہ رزق حلال کی اہمیت واضح ہو

جائے ــــ یعنی یہ کہ ــــ

"رزقِ حلال کا ایک ایک ذرّہ حرام طریق سے حاصل کی ہوئی روزی کے ڈھیروں سے ایٹم کی طرح زیادہ توانائی رکھتا ہے"!

کیا آپ نے یہ بھی کبھی سوچا!

کہ عرب جیسے ملک میں جہاں کے لوگوں کا گزارا اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں پر تھا ــــ کوثر کے ساقی اور کل کائنات کے

قاسم الخیرات الحسنہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

دودھ پینے کے لئے کیا پورا عرب ایک بکری بھی پیش نہ کر سکا!

آپؐ کل کائنات کی تخلیق کا باعث ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت مرغوب تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باورچی خانے میں اکثر سکھایا ہوا گوشت ہی پکتا۔

یہ سب کیا تھا ــــ اور ــــ کیوں تھا!

بس ــــ اُمّت کو ذہن نشین کرانے کے لئے، کہ کوئی سا معمولی کھانا اگر رزقِ حلال سے ہو۔ تو وہ پرتکلف کھانوں سے بہت زیادہ مقوی ہوتا ہے۔

آپ کے صحابہ کرامؓ

حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام۔ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ــــ ابو عبیدہ بن الجراح رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں

آپؐ کے صحابی تھے، باوجود صاحب قوت ہونے کے اسوۂ حسنہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رزقِ حلال کھانے میں سب کے سب آپؐ کے نقشِ قدم پہ چلے۔ آپؐ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ عموماً فاقوں سے رہتے، اس لئے کہ —— علم و حکمت، عشق و رقت، فاقہ اور رزقِ حلال میں ہے —— سیری میں نہیں۔

ایک دفعہ عید کے دن آپ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نو گھروں (امہات المومنینؓ) میں سے کسی میں بھی آگ نہیں جلی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ کہ —— "آج میرا فقر مکمل ہوگیا"!

جب تک ہم میں کھانے پینے کی احتیاط باقی رہی، ہم باقی رہے، اور جب سے یہ احتیاط عنقا ہوئی اور ہمیں حلال و حرام کی تمیز نہ رہی، یعنی جہاں سے جو چیز بھی ملی۔ بغیر تحقیق کے قبول کرلی۔ تو —— ؎

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

زکوٰۃ اور صدقات

جو بیواؤں اور یتیموں کا حق ہے —— کسی نہ کسی حیلے بہانے (قانون میں جائز کرکے) ہم نے کھائے۔ قربانی کا گوشت لوگوں نے کھایا۔ اور کھالیں ہم نے کھائیں ——

مُرغ قدو قامت میں باز سے سہ گنا —— اور بھیڑ بھیڑیئے سے دگنی بھاری ہوتی ہے۔ لیکن

انہیں دیکھ کر جان ہوا ہو جاتی ہے۔

اکلِ حلال

کی برکت تھی۔ کہ شاہانِ مغلیہ میں سے اورنگ زیب کو محی الدّین عالمگیر بنا دیا، آپ اپنا ذاتی خرچ خزانہ شاہی سے نہیں لیتے تھے۔ بلکہ جو وقت سلطنت کے کاموں سے بچتا، جو عموماً راتیں ہی کے اوقات ہوتے، اس میں کلام پاک کی کتابت کرتے۔ اور ٹوپیاں سیتے، اور صرف اس کمائی سے کھاتے۔ جس کا نتیجہ آج فتاویٰ عالمگیری کی شکل میں موجود ہے۔

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے بلخ کی حکومت چھوڑی تو اکل حلال کا ہمیشہ بہت اہتمام کیا۔ سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے، حتیٰ کہ مریدوں کی خدمت بھی جناب خود فرماتے۔ کسی وقت بھی بیکار نہ رہتے۔ جس کا ادنیٰ ترین کرشمہ وہ تاریخی واقعہ ہے۔ جبکہ آپؒ کی سوئی کو دجلہ کی مچھلیوں نے فوراً لاکر پیش کر دیا ——— چنگیز خاں اور اس کی اولاد نے عالم اسلام کو تہ و بالا کر دیا۔ اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے سے بھی جب ظالموں کی طبیعت ظلم سے سیر نہ ہوئی۔ تو آبادیوں کو حکم دیا۔ کہ لشکر کے ساتھ وسطِ ایشیا کے سفر کریں ایک ایسے ہی بزرگ صحرا میں گذر رہے تھے۔ کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؒ نے اذان دی۔ تاتاری شہزادے نے آواز سنی۔ اور اس کے کانوں میں حلاوت گھل گئی۔ آپ کو بلوایا۔ جو شہزادہ ولی عہد سلطنت تھا۔ نے آپ کو دیکھ کر سوال کئے۔ جن میں سے آخری سوال یہ تھا، کہ بتاؤ یہ کتے بہتر ہیں یا تم؟ آپ کا جواب تھا۔ کہ اگر میں اپنے مالک کے احکام بجا لاؤں، تو میں بہتر ہوں ورنہ

یہ کتا مجھ سے ہزار درجے بہتر ہے"۔ اکل حلال پر پرورش پانے والی زبان سے نکلے ہوئے اس کلمہ کا یہ اثر ہوا۔ کہ شہزادہ مسلمان ہو گیا۔ اور کہا۔ کہ جب میں تخت نشیں ہو جاؤں، تو میرے پاس آنا۔ بزرگ فوت ہو گئے۔ اور اپنے بیٹے کو یہی وصیت کر گئے۔ جب یہ شہزادہ سلطان بنا۔ اور آپ کو اطلاع ہوئی۔ تو وہ تاتاری سلطان کے پاس پہنچے۔ اور اسے اس کا وعدہ یاد دلایا۔ سلطان نے اپنے امرار اور وزرار کو بلایا اور کہا۔ کہ یہ شخص اسلام پیش کرتا ہے۔ اور اس کی باتیں دل میں اترنے والی ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ آپ سب لوگ مسلمان ہو جائیں۔ امیر الامرار نے کہا ۔ کہ عالیجاہا! اس طرح نہیں، بلکہ تاتاری شاہی پہلوان کے ساتھ یہ مسلمان ایک مقررہ دن پر کشتی لڑے اور اس دن پوری قوم موجود ہو۔ اگر شاہی پہلوان (جو بہت شہ زور پہلوان تھا) اسے پچھاڑ دے، تو ہم اپنے آبائی مذہب پر رہیں گے۔ اور اگر یہ پچھاڑ دے۔ تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ بزرگ کھال اور ہڈیوں کا ڈھانچہ تھے۔ سلطان نے اس بات کی مخالفت کی۔ لیکن امرار اس بات پر اڑ گئے۔ بادشاہ جانتا تھا۔ کہ ناتواں و کمزور جان شاہی پہلوان کے دھکے کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے وہ اس کی مخالفت کرتا رہا ۔ بزرگ نے فرمایا ۔ "مجھے منظور ہے"! چنانچہ دن مقرر کیا گیا۔ تمام تاتاری مع امرار کے حاضر ہو گئے۔ جب دنگل کے لئے میدان میں شاہی پہلوان اترا۔ تو فوجی بینڈ بجا ۔ آپ بھی کپڑے اتار لنگوٹا باندھ کر میدان میں آ گئے

لوگ سمجھتے تھے۔ کہ یہ ناتوان انسان چند لمحوں کا مہمان ہے۔ لیکن قدرت کو اکل حلال کی ایٹمی قوت کا اظہار منظور تھا۔ چنانچہ جب آپ نزدیک آئے۔ تو آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اس زور کا تھپڑ شاہی پہلوان کو رسید کیا۔ کہ وہ چاروں شانے چت گرا اور گرتے ہی روح پرواز کر گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ آن کی آن میں سب تاتاری مسلمان ہو گئے ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اسلامی تاریخ ایسے گلہائے رنگا رنگ سے بھری پڑی ہے۔

ایک فقیر

حضرت فریدالدین عطارؒ صبح کے وقت اپنی عطاری کی دوکان کو سجا رہے تھے۔ ایک اللہ کا بھیجا ہوا فقیر حاضر ہوا۔ سوال کیا۔ شیئاً للہ ___ اللہ کے نام پر کوئی شئے دو۔ آپؒ نے بالکل کوئی پرواہ نہیں کی۔ بدستور دکان کی سجاوٹ میں لگے رہے ___ اس فقیر نے پھر وہی سوال کیا۔ آپؒ نے پھر کوئی پرواہ نہیں کی۔ تیسری دفعہ پھر سوال کیا پھر بھی آپؒ نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس فقیر نے ان سے کہا ___ کہ

میں نے تین مرتبہ اللہ کے نام پر

سوال کیا۔ تو نے کوئی پرواہ نہیں کی۔
مجھے حیرانی ہے۔ کہ "تو کیسے مرے گا"؟
حضرت عطارؒ نے فرمایا۔ "جیسے تو
مرے گا"! اُس فقیر نے عطار سے کہا
"کیا تجھے میری طرح مرنا آتا ہے"؟
اُس نے کہا۔ "ہاں"!
اُس فقیر نے پیالہ زمین پر رکھا۔ اور
بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ اور
اللہ کو جان دے دی
عطارؒ نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ بے حد متاثر ہوا۔ اسی
وقت سارے شہر میں منادی کرا دی۔ کہ ۔ جو چاہے
اس کی دکان لوٹ لے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری
دکان لٹ گئی۔ اور آپؒ ترکِ وطن کرکے تینتیس برس
مکے میں دو زانو بیٹھے اپنے اندر کے بولنے والے پرندوں
کی بولیوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ اور پھر ایک مشہور کتاب
لکھی۔ "لسان الطیر"۔ جو دنیائے طریقت
کی ایک اہم تصنیف ہے۔ آپ کا بدن سوکھ کر کانٹا بن گیا
چہرے کی رنگت اتر گئی۔ پیٹ سکڑ کر اندر جا لگا۔ صرف
دو چیزیں باقی رہیں۔

آنکھیں اور۔ دل

آپ کی تیس سالہ فاقہ مستی وہ رنگ لائی۔ کہ آپ کی کلام نے بے شک بے شمار گم کردہ راہوں کو پھر سے ان کی منازل دکھلائیں۔

انہوں نے جو کچھ لکھا۔ اپنا حال لکھا
ہماری طرح پہلے ہی دن نہیں لکھا ــــ
منزل پہ پہنچ کر اپنی راہ کی صحیح داستان
لکھی ــ کہ کس کس طرح وہ کہاں کہاں سے گذرے

۰

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اٰمِيْن

امروز سعید : شنبہ۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۹۰ ہجری المقدس

فہرست مکشوفاتِ منازلِ احسان

جلد چہارم

شمار	عنوان سلسلہ نشان نمبر	عنوانات	صفحہ
۱	۵۳	قُمِ اللیل قُم فَاَنذِر	۱۵۰۳
۲	۵۴	الفقر فخری و الفقر مِنّی	۱۵۳۵
۳	۵۵	علم و فقر	۱۵۴۹
۴	۵۶	ملامت فقر کی سان ہے	۱۵۵۹
۵	۵۷	مراقبہ ما بعد الموت	۱۵۷۷
۶	۵۸	ربوبیت	۱۶۱۱
۷	۵۹	جزی اللہ عنا محمداً ما ھو اھلہ	۱۶۴۱
۸	۶۰	سبیل الرشاد	۱۶۷۱
۹	۶۱	نگاہ	۱۷۰۱
۱۰	۶۲	قلب	۱۷۳۱
۱۱	۶۳	اقرا کتابک	۱۷۶۳